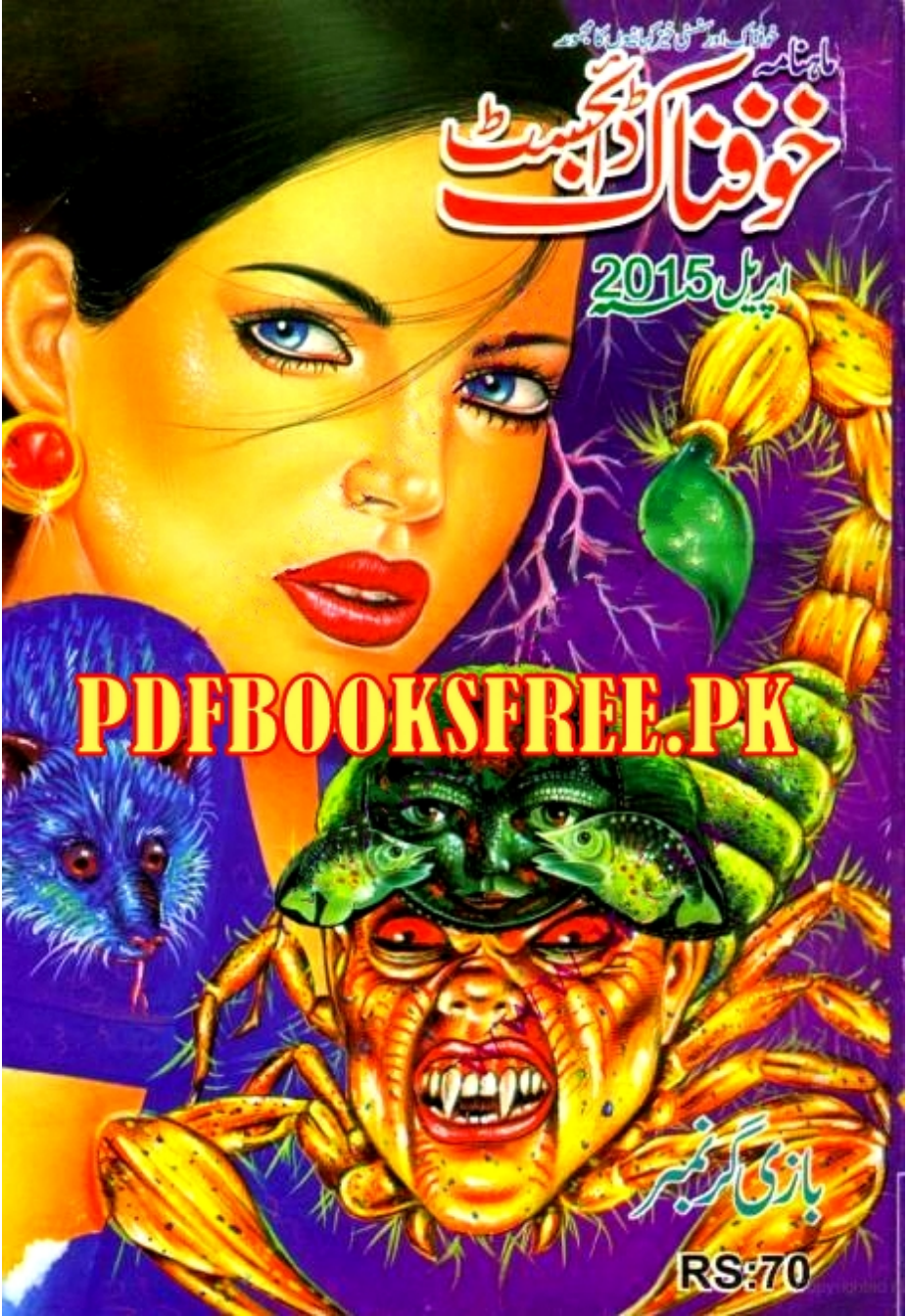

ماہنامہ
خوفناک ڈائجسٹ
اپریل 2015
PDFBOOKSFREE.PK
بازی گر نمبر
RS:70

حیرت انگیز سسپنس خوفناک کہانیوں کا ماہنامہ

ماہنامہ خوفناک ڈائجسٹ لاہور

بانی۔شہزادہ عالمگیر
نگران اعلیٰ۔شہلا عالمگیر
چیئرمین۔شہزادہ التمش
مینجنگ ایگزیٹو۔شہزادہ فیصل

آفس منیجر۔ریاض احمد

سرکولیشن منیجر۔جمال الدین

مارکیٹنگ
کرن۔ماہا۔نور۔فاطمہ۔
رابعہ۔سارا۔زارا۔

بازی گر نمبر

ماہ اپریل 2015

جلد نمبر 18 شمارہ نمبر 11

قیمت 70 روپے

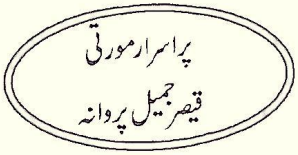
PDFBOOKSFREE.PK



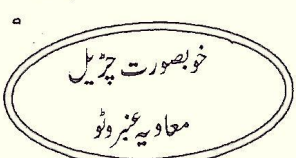
پتہ: خط و کتابت کیلئے: ماہنامہ خوفناک ڈائجسٹ پی۔او۔بکس 3202۔گلبرگ۔لاہور

www.pdfbooksfree.pk

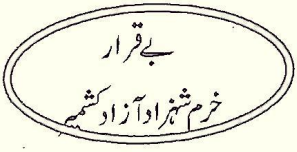
خوفناک ڈائجسٹ اپریل 2015 کے شمارے بازی گر نمبر کی جھلکیاں



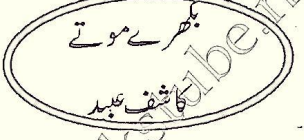
16



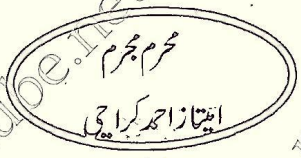
50



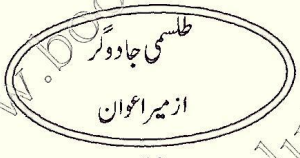
6



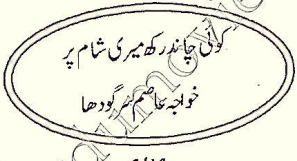
62



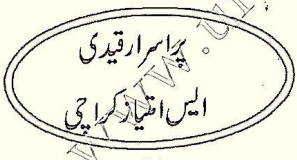
162



72

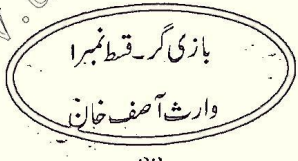


104

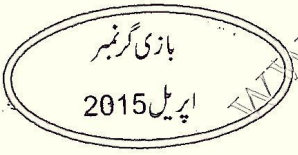


82

اسلامی صفحہ



30



www.bookstube.net
www.urdutube.net
www.urdumovies.net

www.pdfbooksfree.pk

کہانیوں کی صداقت پر شک وشبہ سے بالاتر ہوتی ہیں ایسی تمام کہانیوں کے تمام نام واقعات قطعی طور تبدیل کر دیے جاتے ہیں زمن سے حالات میں تلخی پیدا ہونے کا امکان ہو ہنس کا ایڈیٹر۔ رائٹر۔ ادارہ۔ یا پبلیشر ذمہ دار نہ ہوگا۔ (پبلیشر زشہزادہ عالمگیر۔ پرنٹرز زاہد بشیر۔ رینی گن روڈ لاہور)

پاگل سوہنو
محمد شفیق سوہاوہ
158

کوئی چاند رکھ میری شام پر
خواجہ عاصم سرگودہا

جادوی محل
آئندہ ماہ

جلد نمبر ۱۸
شمارہ نمبر ۱۱

تلاش عشق
اگلے ماہ سے

مجھے یہ شعر پسند ہے

طلسمی پتلا
آئندہ ماہ

اسلامی صفحہ

آپ کے خطوط

قیمت۔70 روپے

www.bookstube.net
www.urdutube.net
www.urdumovies.net

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material

اسلامی صفحہ

آپ کا نام حسن کنیت ابو محمد لقب ریحانۃ النبی رسول اللہ ﷺ کی سب سے چھوٹی بیٹی سیدہ فاطمہؓ کے بیٹے ہیں مشہور روائت کے مطابق رمضان تین ہجری کو مدینہ منورہ میں پیدہ ہوئے حضرت حسنؓ کی ولادت کی خبر جب حضور کو ہوئی تو آپ سیدہ فاطمہ کے گھر تشریف لے گئے اور حضرت حسنؓ کے کان میں اذان کہی حضور ﷺ نے اپنے لعاب دہن سے حضرت حسنؓ کو گھٹی دی حضرت علیؓ نے آپ کا نام حرب رکھا اس کو بدل کر حضور ﷺ نے حسن رکھا صدیقہ کائنات ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت حسنؓ کی ولادت پر دو بکریاں ذبح کی گئیں ویسے تو نبی کریم ﷺ اپنے نواسوں سے محبت فرماتے تھے لیکن سیدنا حسنؓ سے خاص محبت کرتے تھے اس کی شاید ایک وجہ یہ تھی کہ حضرت حسنؓ کی جسمانی مشابہت حضور ﷺ سے تھی حضور ﷺ کی شفقت کا یہ نتیجہ تھا روایات میں یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے کبھی کبھی محبت سے سیدنا حسنؓ کو اپنے دوش مبارک پر اٹھا لیا کرتے تھے اور پھر فرماتے تھے۔ اے اللہ میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر جب حضور ﷺ ان سے اتنی محبت فرماتے تھے صحابہ کرامؓ ان سے کیوں نہ محبت کرتے ایک روایت میں عمیر بن اسحاق کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں سیدنا حسنؓ کے ساتھ تھا کہ اتفاق سے ہماری ملاقات سیدنا ابو ہریرہؓ سے ہوگئی میں آپ کے جسم کے اس مقام پر بوسہ دینا چاہا جہاں نبی کریم ﷺ بوسہ دیا کرتے تھے حضرت سیدنا حسنؓ نے اپنے پیٹ مبارک سے قمیض اٹھایا سیدنا ابو ہریرہؓ نے ناف کو بوسہ دیا سیدنا حسنؓ بہت عبادت گزار تھے پچیس حج پیدل کیے تین مرتبہ گھر کا سارا سامان اللہ کے رستے میں خرچ کیا حضرت حسنؓ کو حضرت علیؓ کی شہادت کی نزاکت محسوس کرتے ہوئے حضرت امیر معاویہؓ سے صلح کر لی اور نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد گرامی کو پورا فرمایا جو نبی کریم نے فرمایا تھا حسن میرا بیٹا سردار ہے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کروائے گا (بخاری) حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت حسنؓ کے صلح والے سال کا نام عام الجماعۃ ہے حضرت معاویہؓ سے حضرت حسنؓ کی صلح کرنے پر اہل کوفہ حضرت حسنؓ کے مخالف ہو گئے اور آپؓ پر قاتلانہ حملہ کیا آپ کا سارا سامان لوٹ لیا اور آپ کی ران مبارک پر برچھا مار کر زخمی کر دیا۔ چار ۴۱ ہجری حضرت معاویہؓ سے صلح کرنے کے بعد حضرت حسنؓ اور حضرت امیر معاویہؓ مدینہ منورہ میں رہائش پزیر ہو گئے اور حضرت امیر معاویہؓ کے ساتھ اچھے تعلقات رہے پانچ ۵ ربیع الاول انتالیس ۴۹ یا پچاس ۵۰ ہجری میں وفات ہوئی اور اپنی دادی سیدہ فاطمہ بنت اسدؓ کے پہلو میں جنت البقیع میں دفن ہوئے۔

اللہ دتہ چوہان پنڈی بھٹیاں

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے ایک روایت ہے کہ پیارے نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ شکل بنائی اور اس کے درمیان ایک لکیر کھینچ دی جو اس مربع سے باہر نکل گئی اور ایک طرف سے چھوٹی چھوٹی لکیریں درمیانی لائن کی جانب کھینچیں پھر فرمایا یہ انسان ہے جیسے موت گھیرے ہوئے ہے اور درمیان لمبی لکیر اس کی امید ہے جو اس کی زندگی سے بھی زیادہ ہے اور چھوٹی لکیریں اس سے پیش آنے والے حالات ہیں۔۔۔۔ ابرار آرمیں گلومنڈی

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material

شہزادہ عالمگیر ہسپتال

شہزادہ عالمگیر صاحب کی دیرینہ خواہش کی تکمیل پوری ہونے جارہی ہے

قارئین کرام آپ حضرات کے تعاون سے ہم عالمگیر ہسپتال کا سنگ بنیاد رکھنا چاہتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ شہزادہ عالمگیر صاحب کے خوابوں کو پورا کیا جائے۔ یہ فیصلہ ہم نے بہت سوچ سمجھ کر کیا ہے امید ہے کہ آپ قارئین ہمارے اس فیصلہ کو ویلکم کہیں گے اور اپنے تعاون سے نوازیں گے اس ہسپتال کی تعمیر کے لیے ہمیں لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں روپوں کی ضرورت ہے آپ کے تعاون سے ہم اس ہسپتال کی بنیاد میں انشاء اللہ کامیاب ہو جائیں گے۔ آپ سے جو بھی ہو سکتا ہے اس ہسپتال کی تعمیر میں ہماری مالی مدد کریں آپ کی مدد سے ہی ہم اس کام کو سرانجام دے سکتے ہیں۔ آپ کا ایک ایک روپیہ اس ہسپتال کی تعمیر کے لیے ہمارے لیے بہت اہم ہوگا۔ بہت جلد ہم اس کا سنگ بنیاد رکھنا چاہتے ہیں آپ حضرات سے مالی تعاون کی پرزور اپیل کرتے ہیں امید ہے کہ آپ اس نیک مقصد کو پورا کرنے میں ہمارا بھرپور ساتھ دیں گے۔ چاہے سو روپے ہی سہی آپ ہمارے اس اکاؤنٹ میں ڈال سکتے ہیں آپ کے ایک ایک روپے کی حفاظت کی جائے گی اس ہسپتال میں نہ صرف غریبوں کا فری علاج کیا جائے گا بلکہ ان کے لیے کھانے کا بھی بندوبست کیا جائیگا۔ یہ ہسپتال آپ کا ہسپتال ہوگا۔ آپ کے تعاون سے بننے والے اس ہسپتال کا کام جلد شروع کر دیا جائے گا۔ تمام قارئین کرام اپنی رقم اس اکاؤنٹ میں جمع کروا کر ہمیں شکریہ کا موقع دیں اور دعا کریں کہ ہم اس نیک کام میں جلد کامیاب ہو جائیں۔

شہزادہ التمش عالمگیر

اکاؤنٹ 01957900347001 حبیب بنک کمرشل ایریا کیولری گراؤنڈ لاہور

www.bookstube.net
www.urdutube.net
www.urdumovies.net

www.pdfbooksfree.pk

بے قرار

۔۔۔تحریر: خرم شہزاد مغل۔ بھمبر آزاد کشمیر۔

آپ نے مجھے دنیا جہاں کی تمام خوشیاں دے ری ہیں جس کے لیے میں آپ کا جتنا شکریہ ادا کروں کم ہے آپ کا یہ احسان بھی نہیں بھول سکتی ہوں میں آپ کی دنیا میں اس لیے آئی تھی کہ دیکھ سکوں کہ انسانوں کی دنیا میں واقعی انسانیت موجود ہے یا نہیں لیکن اسلم آج انسانوں کی دنیا میں تم کو دیکھ کر میرا دل بہت خوش ہوا ہے۔ آپ بہت اچھے انسان ہیں اسکی باتیں اسلم کے دل میں اترتی جارہی تھیں۔ میں آپکو کبھی بھی بھول نہیں پاؤں گی میں آپ کو اس احسان کے بدلے میں اتنا کچھ دے جاؤں گی کہ آپ زندگی بھر کبھی بھی پریشان نہ ہوں گے ایک لمحے کے لیے بھی نہیں۔ آج میں پوری رات آپ کی ہوں صبح میں واپس چلی جاؤں گی کیونکہ جس مقصد کے لیے میں آئی تھی وہ آج پورا ہوگیا تھا میں کسی انسان سے شادی کی خواہش لے کر آئی تھی اور وہ خواہش میری پوری ہوگئی ہے۔ میں نے تمہیں بہت قریب سے آزمایا ہے کہ تمکو میرے جسم کی خواہش نہیں تھی اگر تمکو میرے جسم کی خواہش ہوتی تو اس روز جب تم میرے گھر میں آئے تھے تو اس روز میرے حسن میں کھو کر کچھ بھی کر سکتے تھے لیکن تم نے ایسا کچھ بھی نہیں کیا بلکہ میرے کہنے کے باوجود بھی تم باہر جاگ کھڑے ہوئے تھے مجھے تمہاری وہ ادا دل کو بھا گئی تھی میں تم اس حرکت سے دور نہ ہوئی تھی بلکہ تمہارے اور قریب ہوگئی تھی انسانوں سے میری محبت بڑھ گئی تھی تم لاجواب انسان ہو۔ واقعی سچی محبت کے قابل ہو۔ ایک سنسنی خیز کہانی۔

اسلم جلدی کرو بہت دیر ہوگئی ہے تم ہر روز دیر کردیتے ہو آج رات کے دس بج چکے ہیں اور تم ابھی تک دکان پر براجمان ہو۔ اسلم کی موبائل شاپ کے اندر داخل ہوتے ہی شفیق کے منہ سے یہ الفاظ نکلے۔

آؤ شفیق یار آؤ بس تھوڑا سا کام باقی ہے دن کو لائٹ نہیں ہوتی ہے جس کی وجہ سے سارے کاروبار کا ستیاناس ہوگیا ہے۔ رات کو دیر تک کام کر کے تمام کاروبار اپنی جگہ پر قائم رکھتا ہوں۔

شفیق اپنے آفس میں کام کرتا تھا اور اسلم کی اپنی موبائل شاپ تھی دونوں عرصہ تین سال سے روزانہ پیدل گھر تک اکھٹے سفر کیا کرتے تھے۔ شفیق سامنے لگے صوفے پر بیٹھ گیا۔ اور اسلم کے آنے کے بعد تیزی سے ہاتھ چلا کر جلدی جلدی سامان سمیٹنے لگا تاکہ ہر ممکن تک اب گھر کی راہ اختیار کی جائے۔ اسلم یار تمہیں پتہ ہے میری وائف انتالیٹ جانے سے ہمیشہ برا منائی ہے لیکن میں پھر بھی ہر روز تمہاری وجہ سے لیٹ ہو جاتا ہوں۔ شفیق نے تنگ آکر اپنے دل کی بات اسلم کو بتادی۔

چلو یار نکلتے ہیں۔ اسلم کی آواز سنتے ہی شفیق صوفے پر سے کھڑا ہوا اور دونوں تیز تیز قدموں سے گھر کی طرف روانہ ہوگئے۔

شفیق اور اسلم دونوں بہت گہرے دوست تھے اور شروع سے ہی اکھٹے کام پر جایا

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material
www.booktube.net
www.urdutube.net
www.urdumovies.net



www.urdutube.net
www.urdumovies.net
www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material

کرتے تھے شفیق کی شادی کو پانچ سال ہو گئے تھے لیکن ابھی تک اس کے گھر میں کوئی اولاد نہیں تھی اسلم اور شفیق کے درمیان اکثر یہی بات زیر بحث رہتی آج بھی اسی موضوع پر بات کرتے ہوئے جب دونوں بستی کے قریب موجود ویران جگہ پر پہنچے تو پیاس کی شدت نے انہیں ستانا شروع کر دیا۔

شفیق یہاں تو بہت گرمی ہے میرے ہونٹ پیاس کی شدت کی وجہ سے خشک ہو رہے ہیں اسلم دھیمے لہجے میں شفیق سے مخاطب ہوا۔

ہاں یار واقعی یہاں تو مجھے بھی بہت گرمی محسوس ہو رہی ہے چلو وہ سامنے نلکے پر چلتے ہیں شفیق کے کہنے پر اسلم نے بھی ہاں میں ہاں ملائی اور وہ دونوں سامنے لگے نلکے کی طرف روانہ ہو گئے اتنے میں اسلم کے موبائل کی گھنٹی بجی اسلم نے موبائل نکالا اور دیکھنے لگا اور پھر بولا۔

ابو کی کال ہے یار تم ٹھیک کہتے ہو لیٹ جانے کی وجہ سے تو مجھے بھی روزانہ ڈانٹ پڑتی ہے اور ابو مجھے کتنی دفعہ کہہ چکے ہیں کہ حالات بہت خراب ہیں جلدی گھر آ جایا کرو کام کی وجہ سے۔ آج پھر لیٹ ہو گیا ہوں ان دونوں تو میری شادی کی بات بھی چل رہی ہے۔ ابو سے وعدہ کر کے آیا تھا کہ آج جلدی آؤں گا لیکن آج بھی لیٹ ہو گیا ہوں۔ باقی کو رہنے دو گھر چلتے ہیں۔

اسلم کی بات سن کر شفیق بھی تھوڑا پریشان ہو گیا خیر پھر دونوں رات کی تاریکی سے بے خبر گھر کی طرف چل دیئے ابھی تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ اچانک ایک سوانی آواز نے انہیں چونکا دیا۔ یہ وہ آواز تھی جو وہ کافی دنوں سے محلے کی باہر والی طرف موجود مکان کے اندر سے انہیں سنائی دے رہی تھی۔ دونوں آج ایک بار پھر حیرانی اور کوف سے بھری نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے جیسے کہہ رہے ہوں کہ یار آخر یہ ہے کیا چیز آج اس بات کا پتہ چلا کر ہی رہیں گے کہ کیا ماجرہ ہے۔

اسلم گھر چلو یار بہت لیٹ ہو گئے ہیں۔ شفیق کے بات سن کر اسلم خیالوں کی دنیا سے باہر نکل آیا اسلم اس طرف قدم بڑھاتے بڑھاتے رک گیا اور دونوں اسی سوچ میں گھر چلے گئے۔ اور یہ فیصلہ بھی کر لیا کہ کل ضرور اس بات کا پتہ چلا کر رہیں گے۔ کہ یہ کیا بات ہے اسلم کے ذہن میں یہ بات رچ بس گئی تھی اور اسلم بار بار یہی سوچ رہا تھا کہ آخر وہ آواز کس کی تھی اور وہ ہر روز ہمارے وقت ہی ہمیں آواز دیتا ہے۔ جیسے وہ ہمارا ہی منتظر ہو پھر یہ سوچ کر اس بات کو جھٹک دیتا کہ کل اس حقیقت کا پردہ فاش کر کے ہی رہوں گا یوں یہ بات سوچ کر وہ اپنے خوابوں کی دنیا میں کھو گیا۔

دوسرے دن معمول کے مطابق صبح سویرے اٹھ کر اسلم اور شفیق اپنے اپنے کام پر چلے گئے دن بھر کام میں مصروف رہنے کے بعد شام کو دونوں جلدی فارغ ہو گئے لیکن وہ رات کا انتظار کرنے لگے کیونکہ وہ آج اس بات پر سے پردہ اٹھانا چاہتے تھے جو ان کو ہر روز رات کو سنائی دیتی تھی۔ آج ایک بار پھر رات ہو گئی دونوں دوست رات کے دس بجنے کے منتظر تھے کہ اس ٹائم پر جا کر دیکھا جائے کہ پردے کے پیچھے کون ہے۔ آج مجھے سارا دن سکون نہیں آیا میرے خیال میں بس یہی داستان رچی بسی ہوئی تھی جیسے جیسے وقت گزرتا جا رہا تھا میرے دل میں تجسس بڑھتا

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material
www.bookstube.net
www.urdutube.net
www.urdumovies.net

جارہا تھا۔ شفیق اسلم کی دکان پر بیٹھے بیٹھے اچانک بول اٹھا۔ شفیق تم نے میرے منہ کی بات چھین لی ہے اسلم نے پریشانی کے لہجے میں شفیق کی بات کا جواب دیا اسلم جلدی کرو دس بج چکے ہیں اپنا کام ادھورا ہی چھوڑو باقی صبح کر لینا۔ شفیق کی گھڑی پر نظر پڑتے ہی فوراً چلا اٹھا۔

افوہ یار واقعی بہت دیر ہوگئی ہے۔ اور پھر ساتھ ہی اس نے اپنی شاپ کو بند کر دیا اور دونوں اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہو گئے۔ چلتے چلتے کبھی شفیق آگے ہو جاتا اور کبھی اسلم۔ راستے میں چلتے چلتے اچانک اسلم نے شفیق کی کان پٹی پر پسٹل رکھ دیا۔ اور کہا۔ سیدھے ہو جاؤ تم مجھ سے آج نہیں بچو گے۔ شفیق اسلم کی اس حرکت پر نہ صرف حیران ہوا بلکہ اس کے پسینے چھوٹ گئے اور اسلم سے اپنی کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا۔ ک۔ک۔ کک کیا کر رہے ہو تم اسلم۔

ہاہاہا۔ اسلم نے زور سے قہقہہ لگایا اور شفیق کی بے بسی پر مذاق اڑانے لگا۔ یار سوری میں مذاق کر رہا تھا اصل میں احتیاطاً ساتھ پسٹل بھی لے آیا تھا کہ کوئی گڑبڑ ہو گئی تو ہمارے کام آسکے۔ اسلم کی بات سنکر شفیق کی جان میں جان آئی اور وہ اسلم کو پکڑنے کے لیے اس کے پیچھے بھاگنے لگا پھر وہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ مذاق کرتے ہوئے اپنی منزل کی طرف بڑھتے جا رہے تھے جب وہ ویران جگہ پر پہنچے تو اور معمول کے مطابق ان کے حلق خشک ہونے لگے پیاس کی شدت ان کو بے بس کرنے لگے آج وہ پھر پانی کے نل کے پاس چلے گئے۔ اور یہاں ہی ان کو ہر روز آوازیں سنائی دیتی تھیں۔ ان کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ یہاں ویران جگہ پر پہنچ کر ہی ان کو پیاس کی شدت کیوں محسوس ہوتی ہے اس میں کیا راز ہے حالانکہ انہوں نے کئی بار شاپ سے نکلتے ہوئے پانی بھی پیا تھا لیکن اس کے باوجود بھی جب بھی وہ اس ویرانے میں پہنچتے ان کو پیاس لگ جاتی تھی۔

شفیق یار آج کوئی آواز سنائی نہیں دے رہی ہے نجانے کیا وجہ ہے کیا معاملہ ہے۔ کافی دیر وہاں کھڑا رہنے کے بعد اسلم نے تنگ آکر اپنے لب ہلائے اور دونوں ہی آپس میں گفتگو شنید کرنے لگے۔

آجاؤ۔ آجاؤ۔ آجاؤ دونوں یہ آواز سن کر چونک گئے اور خوف سے ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے کہ ابھی انہوں نے آواز کی بات کی ہی تھی کہ ان کو آواز سنائی دی پھر دونوں اس آواز کی طرف چلنے لگے۔ کسی طرف سے آواز سنائی دی تھی۔ چلتے چلتے آخر ایک مکان کے سامنے جا کر ان کی تلاش ختم ہوگئی آواز اس مکان سے آرہی تھی ڈرتے ڈرتے اسلم نے دروازے پر دستک دی اور دروازہ کھلنے کا انتظار کرنے لگا تھوڑی دیر میں دروازہ کھل گیا دروازے کا کھلنا تھا کہ اسلم اور شفیق کا منہ حیرت سے کھلے کا کھلا رہ گیا انہیں یقین نہیں آرہا تھا کہ وہ اسی دنیا میں ہیں کیونکہ سامنے کا منظر ہی کچھ عجیب اور پر اسرار تھا ایک نہایت ہی خوبصورت دوشیزہ جس کے بال کھلے ہوئے تھے مسکراتے ہوئے کہہ رہی تھی کہ اندر تشریف لائیے میں ہی وہ بدنصیب ہوں جو ہر روز آپ لوگوں کو تنگ کرتی تھی۔ ساتھ ہی وہ اپنے سر پر دوپٹہ سیٹ کرنے لگی اسلم اور شفیق ایک دوسرے کا منہ دیکھ رہی تھے ان کو یقین نہیں آرہا تھا کہ وہ کوئی خواب دیکھ رہے ہیں یا

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material

حقیقت کا سامنا ہے ان کے سامنے۔ نجانے کیا بات تھی کہ اس کے کہنے پر وہ دونوں مکان کے اندر داخل ہو گئے۔ وہ بولی۔

تم لوگ بیٹھو میں تم لوگوں کے لیے کچھ پینے کو لاتی ہوں اتنا کہہ کر وہ ایک طرف کو چلی گئی جبکہ وہ دونوں ایک دوسرے سے بحث کرنے لگے۔ کہ اتنی خوبصورت لڑکی آج تک ہم نے اس محلے میں نہیں دیکھی تو پھر یہ کہاں سے آ گئی تکرار کرتے کرتے وہ دونوں یکدم خاموش ہو گئے کیونکہ ان کو لگا جیسے وہ آ گئی ہو۔ پورے کمرے میں ان کے چیخ چلانے سے سناٹا سا چھا گیا تھا پھر وہ دھیرے سے ان کے پاس آئی اور اسلم سے بولی۔

اسلم میں تم سے کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتی ہوں اس لیے آپ کو یہاں بلانے کی تکلیف دی ہے۔ اس لڑکی نے خاموشی توڑتے ہوئے اسلم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

جج بی جی کیا بات کرنی ہے آپ نے اسلم نے ہکلا کر جواب دیا۔

آپ مجھے بہت اچھے لگتے ہیں اور روز نہ آپ کو یہاں سے جاتے ہوئے دیکھتی ہوں لیکن بہت بار آواز دینے کے بجائے اپنے آپ کو روکتی رہی لیکن کچھ دنوں سے اتنی بے قرار ہوں کہ بتا نہیں سکتی مجھے آپ دل و جان سے اچھے لگتے ہو بہت بار آواز دینے کے بعد اپنے آپ کو آپ کے سامنے نہیں لا سکی کل رات جب آپ دونوں نے فیصلہ کیا کہ آج یہ جان کر ہی رہنا ہے کہ میں کون ہوں تب مجھے بھی حوصلہ ہوا کہ آپ کے سامنے جا کر بات کر سکوں میرا تعلق انسانوں کی دنیا سے نہیں ہے۔

ت ت ت۔ تت تم کون ہو۔ شفیق نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

میں ایک پری ہوں آپ مجھے پری کہہ سکتے ہیں یہ سب کہنے کے بعد اس لڑکی نے ایک لمبی آہ بھری اور خاموش ہو گئی پھر وہ دھیرے دھیرے سے اسلم کی طرف بڑھنے لگی اسلم اس کی آنکھوں میں شیطانیت کو دیکھ چکا تھا کہ اس کے دل میں کیا ہے وہ اپنے ہونٹوں پر زبان پھیر رہی تھی جیسے ان دونوں کو کچا چبا جائے گی۔ وہ دونوں ہی بھاگنے لگا لیکن اس سے آگے بڑھ کر اس کا راستہ روک لیا اسلم کی زبان گنگ سے کانپنے لگی۔

یہ یہ تم کیا کر رہی ہو تمہیں شرم آنی چاہیے۔

شرم۔ اس نے ایک قہقہہ لگایا اور بولی میں تم لوگوں کو جب تک نہیں جانے دوں گی تب تک میں اپنا مقصد پورا نہیں کر سکتی۔ اب تو اسلم اور شفیق کا خوف کے مارے برا حال ہو رہا تھا دونوں کی سانسیں رک گئی تھیں وہ بولنا چاہ رہے تھے لیکن کچھ بھی نہ کہہ پا رہے تھے پھر نجانے شفیق کو کیا ہوا کہ اس نے پستول نکالا اور اس لڑکی پر فائر کر دیا لیکن اسے فائر کا کوئی بھی اثر نہ ہوا۔ وہ قہقہے لگانے لگی اچانک اسلم کے ذہن میں خیال آیا تو اس نے زور زور سے آیت الکرسی پڑھنی شروع کر دی۔ اور پھر دونوں ہی تیزی سے باہر کی طرف بھاگنے لگے لیکن اس مرتبہ اس لڑکی نے دوبارہ ان دونوں کو روکنے کی کوشش نہ کی۔ اور وہ دونوں باہر بھاگنے میں کامیاب ہو گئے۔ بھاگتے بھاگتے دونوں گاؤں کے قریب جا پہنچے ان کے سانس پھولے ہوئے تھے تھکاوٹ سے ان دونوں کا برا حال تھا حقیقت میں وہ لڑکی ہماری

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material
www.booksfree.net
www.urdutube.net
www.urdumovies.net

دنیا کی نہیں لگتی ہے۔ اسلم نے کچھ سنبھلتے ہوئے کہا۔

ہاں مجھے بھی ایسا ہی لگا ہے۔ شفیق نے اس کی بات کی تائید کرتے ہوئے کہا۔ اور پھر دونوں ہی نے اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا اور ٹائم زیادہ ہونے کی وجہ سے دونوں صبح ملنے کا وعدہ کر کے اپنے گھروں کی طرف روانہ ہو گئے۔

گھر پہنچ کر شفیق اور اسلم کا خوف کے مارے حال ناقابل بیاں تھا شفیق کی بیوی نے پریشانی کی وجہ پوچھی تو شفیق نے ٹال مٹول سے کام لیا اور کھانا کھانے کے بعد آرام کرنے لگا لیکن اس کے ذہن میں وہ بات ڈیرے ڈالے ہوئے تھی کہ جیسے ایک خواب ہو ادھر اسلم کے گھر والے اس کے لیٹ آنے کی وجہ سے پہلے ہی اس کے انتظار میں تھے اور اوپر سے اس کی غمزدہ حالت اور چہرے پر پریشانی کے آثار دیکھ کر گھر والوں کے رہیں سہی پریشانی نے جگہ بنالی اور وہ سب بھی ڈر سے گئے اور اسلم سے اس کے بارے میں پوچھنے لگے کہ اس کو کیا ہوا ہے وہ ڈرا ہوا کیوں ہے لیکن اسلم نے تھکاوٹ کا بہانہ بنایا ور کافی ادھر ادھر کی باتیں کی تاکہ کسی طرح سے ان کو ٹالا جا سکے لیکن اس کی ایک نہ چلی اور آخر کار گھر والوں کو تمام داستان سنانی پڑھ گئی جس کو سن کر اس کے گھر والوں کے رونگٹے کھڑے ہو گئے وہ اسلم کو کوسنے لگے کہ آخر تم لیٹ کیوں آتے ہو اگر تمہیں کچھ ہو جاتا تو یوں اسلم کے گھر والوں نے ہزاروں باتیں کی لیکن اس کا ذہن مسلسل اسی لڑکی کی طرف اٹکا ہوا تھا اچانک کو ایک خیال آیا تو بولا۔

ابو اس سے چھٹکارے کا کوئی تو حل ہوگا ناں۔

بیٹا مین اس کے بارے میں کچھ خاص نہیں کہہ سکتا ہوں اور نہ ہی اتنا جانتا ہوں مجھے کچھ سوچنے دو۔ پھر ان کو کچھ خیال آیا تو وہ بولے بیٹا یاد آیا تھوڑی دیر سوچنے کے بعد اسلم کے ابو کے چہرے پر خوشی کے آثار نمودار ہوئے تھے اور اسلم کو بتانے لگے۔

ایک بزرگ ہیں جو دوسرے محلے میں رہتے ہیں وہی ہمیں اس کے سدباب کے بارے میں آگاہ کر سکتے ہیں ابو کی بات سن کر اسلم کا چہرہ بھی خوشی سے کھل اٹھا اور دل میں بے چینی سے پیدا ہونے لگی کہ جتنی جلدی ہو سکے ان سے ملا جائے۔

ابو آئیں ابھی چلیں ان کے پاس۔

نہیں بیٹا اب تو رات بہت ہو چکی ہے صبح چلیں گے اب تم سکون سے سو جاؤ اور پھر سب اپنے اپنے کمروں میں سونے کے لیے چلے گئے۔ اسلم کی رات بے چینی سے گزری صبح ہوتے ہی شفیق کو کال آئی اور اس کو ساری بات تفصیل سے بتائی اور کہا کہ تم بھی آجاؤ ابو کے ساتھ چلتے ہیں وہ بھی آ گیا اور یوں وہ تینوں بزرگ کے پاس چلے گئے۔ وہاں پہنچ کر اسلم نے ساری بات بزرگ کو بتائی بزرگ بہت ہی توجہ سے اس کی کہانی سنتے جا رہے تھے پھر وہ بولے۔

بیٹا میں جانتا ہوں اور میں ابھی اس کا حل آپکو بتاتا ہوں غور سے میری بات سنو۔ دیکھو بیٹا اس کو مردوں کے خون کا ایک نشہ پڑ چکا ہے اور وہ اپنا اپنا سب کچھ وہ کسی بھی جوان لڑکے کو دیکھ کر اس پر عاشق ہو جاتی ہے اس کو اپنا حسین جسم دکھا کر اس کو اپنی طرف مائل کرتی ہے تاکہ انسان اس کے حسن میں کھو کر مدہوش ہو جائے اور پھر وہ اپنی رگوں کی پیاس اس

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material
www.bookstube.net
www.urdutube.net
www.urdumovies.net

کے خون سے بجھائے۔ تمہارے ساتھ بھی وہ ایسا ہی کرنا چاہتی تھی وہ تم کو بھی اپنی طرف مائل کر کے تمہارا خون پینا چاہتی تھی۔ لیکن اب کسی کو اپنی قربانی دینا ہوگی۔ جھوٹی محبت کو ڈھونگ رچانا ہوگا اور اس کو اس بات پر قائل کرنا ہوگا کہ وہ اس سے شادی کرنا چاہتا ہے اسکے ایسا کرنے سے وہ یہاں سے اپنی دنیا میں چلی جائے گی۔ بابا کی باتیں سنکر وہ بہت حیران ہوئے کہ بابا جی نے کیسا جواب دیا ہے بابا جی یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں آپ کو پتہ ہے کہ ہم اس پریشانی کی وجہ سے آپ کے پاس آئے ہیں اور آپ ہمیں کسی طرح کا حل بتا رہے ہیں یہ بات ناممکن ہے بابا کو ان کی باتیں ناگوار گزریں تو وہ ان کو غصہ بھری نظروں سے دیکھنے لگے۔ لیکن پھر بعد میں وہ مسکرا دیئے اور بولے

بیٹا میں جو کہہ رہا ہوں وہ بات آپ کی سمجھ سے باہر ہے اور آپ اسے سمجھ نہیں رہے ہیں

بابا جی ہمیں ٹھیک طرح سے سمجھا دیں تاکہ ہم اس پریشانی سے نجات حاصل کر سکیں۔ اسلم بھی درمیان میں بول اٹھا۔

بیٹا تم میری باتوں پر غور سے سنو وہ ایک ینگ لڑکی ہے اور اس کے اندر پیار کی بہت تڑپ ہے بلکہ وہ انسان کو اپنے جسم کی پیاس بجھانے کے لیے بلاتی ہے اور بعد میں اس کو مدہوشی کے عالم میں مار ڈالتی ہے اس کے جسم کا سارا خون پی جاتی ہے۔ لیکن میں تم کو ایک تعویذ دیتا ہوں تم اس کے پاس جا سکتے ہو لیکن وہ تم کو مار نہ سکے گی بلکہ تم اس پر حاوی ہو جاؤ گے اور اس کو یہاں سے جانے پر مجبور کر دو گے۔ بابا جی کی باتیں سن کر ان کے چہروں پر حیرانگی بڑھتی جا رہی تھی کہ بابا جی کیا کہہ رہے ہیں لیکن وہ جو بھی کہہ رہے ہیں وہ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں کیونکہ جب وہ دونوں ان کے پاس گئے تھے تو انہوں نے اس کی آنکھوں میں ہوس کے ساتھ شیطانی طلب بھی محسوس کی تھی کہ جیسے وہ ان کو استعمال کرنے کے بعد انکا خون پینا چاہتی ہو۔ وہ بچے نہ تھے سب کچھ سمجھ رہے تھے لیکن پھر وہ بھاگ نکلے بابا جی کی تمام باتیں ان کی سمجھ میں آ گئی تھیں وہ بابا جی سے اجازت لے کر وہاں سے چلے آئے۔

ابو اب ہمیں کیا کرنا ہوگا۔ اسلم نے ابو سے پوچھا۔

یہی میں سوچ رہا ہوں۔ باپ نے جواب دیا۔ ابھی میں جا کر محلے والوں سے بات کرتا ہوں اور ان سبکو اس پری کے بارے میں بتاتا ہوں ہو سکتا ہے کہ تمہاری طرح کئی لڑکوں کو وہ دکھائی دی ہو اور ان کے ساتھ اس نے ایسا ہی حال کیا ہو جو وہ تمہارے ساتھ کرنا چاہتی تھی۔ باپ نے تفصیل سے بتاتے ہوئے کہا اور پھر سب ہی گھر پہنچ گئے۔ اور پھر تمام محلے کے لوگوں کو تمام بات بتا دی جس کو سنکر وہ سب بھی حیران رہ گئے اور ان میں سے ایک بزرگ بولے اسلم بیٹا تم اس لڑکی سے شادی کر لو۔

کیا کیا۔ اسلم نے چونکتے ہوئے کہا۔

ہاں بیٹا۔ میں سب کو جان گیا ہوں دراصل آج کل وہ تمہارے خواب دیکھ رہی ہے تمہارا ہی چہرہ اس کی نظروں کے سامنے گھوم رہا ہے اس کو تمہارے علاوہ کوئی اور دکھائی نہیں دے رہا ہے اور یہ کام تم ہی

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material

مرتے ہو۔ اسم سوان ی باتیں عمر بھین ہو گیا کہ اب اس کی شامت آنے والی ہے وہ شادی کے چکر میں اسکے خون کی پیاسی بن جائے گی اور پھر ایکدن دھیرے دھیرے وہ اس دنیا سے چلا جائے گا۔ لیکن وہ یہ بھی چاہتا تھا کہ اگر اس نے ہاں نہ کی تو وہ لڑکی تب بھی اسکو چھوڑے گی نہیں کسی نہ کسی طرح وہ اس کو اٹھا کر لے جائے گی۔ تب اس نے ہاں کردی اور سب لوگ ہی اس کی ہاں سنکر بہت خوش ہوئے۔

آؤ بیٹا ہم سب تمہارے ساتھ اس مکان میں جاتے ہیں جہاں وہ رہتی ہے تاکہ اس سے بات کرسکیں کہ وہ کیا چاہتی ہے۔ اتنا کہہ کر وہ سب اسلم کے ساتھ اس مکان کی طرف روانہ ہو گئے وہ مکان زیادہ دور نہ تھا کچھ ہی دیر میں وہ اس مکان میں جا پہنچے دروازہ پہلے ہی سے کھلا ہوا تھا۔ وہ سب اس مکان میں داخل ہو گئے۔ اندر کا منظر دیکھ کر سب کی آنکھیں کھلی کھلی رہ گئیں کیونکہ وہ مکان جو باہر سے عام مکانوں کی طرح دیکھائی دیتا تھا اندر سے وہ کسی محل سے کم نہ لگ رہا تھا اسلم بھی اور شفیق بھی یہ سب دیکھ کر حیران رہ گئے کیونکہ جو کل شام کو انہوں نے دیکھا تھا وہ کچھ بھی نہ تھا اب سب کچھ بدل گیا تھا وہ بھی ایک ایک چیز کو غور سے دیکھ رہے تھے گھر کی حالت ہی بدلی ہوئی تھی لگتا تھا کہ وہ کسی دوسری دنیا میں آ گئے ہوں۔ وہ سب لوگ اندر جا کر ایک خوبصورت کمرے میں جا پہنچے جہاں ہر طرف صوفے لگے ہوئے تھے وہ سب ان صوفوں پر بیٹھ گئے۔ اور ادھر ادھر دیکھنے لگے وہ دیکھنا چاہتے تھے کہ کیا اسلم لوگوں نے جو جو باتیں کی تھیں کیا وہ سچ تھیں یا پھر دل کا خوف تھا کہ یہاں وہ لڑکی رہتی بھی ہے کہ نہیں۔ تبھی جلد ہی ان کی تمام سوچوں پر پانی پھر کر رہ گیا کیونکہ کچھ ہی دیر میں انکو وہ لڑکی ایک طرف سے چلتی ہوئی انکی طرف آتی ہوئی دکھائی دی سب ہی اس کو کو دیکھ کر حیران رہ گئے وہ غضب کی خوبصورت تھی یوں جیسے وہ انسانوں میں نہ ہو بلکہ پرستان سے آئی ہوئی ہو۔ کوئی بھی زبان اس کے حسن کی تعریف کئے بغیر نہ رہ سکی۔ ایسے لگ رہا تھا کہ جیسے دنیا بھر کی تمام خوبصورتی اس لڑکی کے اندر سموگئی ہوگئی۔ اسکا رنگ دودھ کی طرح سفید تھا گلابی گال ورخسار سرخ خوبصورت ہونٹ۔ ایک لمحے کو اسلم کو بھی جھٹکا سا لگا کہ وہ کل کیا تھا آج کیا بن گئی ہے لیکن وہ خاموش رہا۔ اتنے لوگوں کی موجودگی میں اس لڑکی کی نظریں اسلم پر ٹکی ہوئی تھیں۔ وہ اسے ہی دیکھے جا رہی تھی اور لوگ سمجھ گئے تھے کہ اس لڑکی کو صرف اور صرف اسلم کی ضرورت ہے اس کے علاوہ وہ کسی کی بھی خواہش مند نہیں ہے۔ اسلم اس کو دیکھ کر شرمائے جا رہا تھا۔

آ گئے ہو میری جان تم۔ وہ مسکراتے ہوئے بولی اس کے لبوں کی مسکراہٹ بہت ہی دیدہ زیب تھی۔ اور آواز ایسی تھی جیسے پھول جڑ رہے ہو۔

ہاں آ گیا ہوں۔ اسلم نے ڈرے انداز مین کہا

میں جانتی تھی کہ تم ضرور آؤ گے اور خوشی ہے کہ تم وہ خواہش لے کر آئے ہو جو میں چاہتی تھی اتنے لوگوں کی موجودگی میں تم مجھ سے جو کچھ کہنے آئے ہو وہ کہو میں تمہاری زبانی سننا چاہتی ہوں۔

میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ اسلم

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material

نے ایکدم سے کہہ دیا۔
وہ لڑکی مسکرادی۔ اور مسکراتی رہی جیسے اس کی خوشی کی انتہا نہ ہو۔
واقعی اسلم۔ اس نے بے یقینی سے کہا۔
ہاں واقعی۔ اور اس بات کے گواہ یہ سب لوگ ہیں اسلم نے وضاحت دیتے ہوئے کہا۔
لڑکی نے اپنا خوبصورت ہاتھ اس کی طرف بڑھادیا جسے اسلم نے تھام لیا۔ اسکا مطلب ہے کہ تم مجھ سے شادی کرنے پر رضامند ہو۔
ہاں۔ میں یہی تو چاہتی ہوں کہ تم سے میری شادی ہو بس اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں چاہتی ہوں جو تمہارے دل میں اس کے آگے کا خوف ہے اس کو ختم کردو میں جانتی ہوں کہ تمہارے اندر بہت خوف ہے کہ میں تم سے شادی کے بعد تمہارا خون پیوں گی ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔ کیونکہ تم مجھے دل سے پسند آئے ہو اور جو چیز مجھے دل سے پسند ہو میں اس کا خون نہیں پیتی ہوں بلکہ اس سے پیار کرتی ہوں اور انتہا کی حد تک کرتی ہوں۔ لوگ ان کی باتیں سنکر حیران ہو رہے تھے کہ وہ کسی سے بھی ڈر نہیں رہی تھی اور نہ ہی کسی بات کرنے سے وہ شرما رہی تھی بلکہ وہ ایسے اسلم سے باتیں کررہی تھی کہ جیسے وہ اسے صدیوں سے جانتی ہو۔ اسے پہچانتی ہو۔
اسلم کو بھی آج سے اس سے پیار ہوگیا تھا اس کے دل میں اس کے لیے جگہ بن گئی تھی کیونکہ جو اس نے اسکے بارے میں سوچا تھا آج اس لڑکی نے اس کی باتوں کی نفی کردی تھی کہ وہ اس کا خون نہیں کرنا چاہتی ہے بلکہ وہ اس سے پیار کرتی ہے اور پیار میں سب کچھ کرسکتی ہے۔
تمام لوگوں نے ان دونوں کا نکاح کردیا اور یہ بات لمحوں میں ہی عام ہوگئی کہ اسلم کا نکاح ایک ایسی لڑکی سے ہوا ہے جو انسانوں میں نہیں ہے بلکہ پرستان کی دنیا سے ہے۔ انسان کی عقل اس حقیقت کو تسلیم کرنے سے قاصر تھی کہ واقعی آج کے جدید دور میں بھی ایسے واقعات رونما ہوسکتے ہیں لیکن اس کے ساتھ ہونے والی اس اٹل حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا تھا اس سے انکار کرنا اس بات کی توہین تھی جو اسلم کے ساتھ ہوا تھا۔ شادی کی پہلی رات اسلم جیسے ہی روم میں گیا تو روم کے اندر سے آنے والی مہک نے اسلم کا دل موہ لیا۔ اسلم پر ایک عجیب سا نشہ اور سرور چھانے لگا۔ لیکن پھر جیسے ہی اس لڑکی پر ان کی نظر پڑی تو وہ بے ہوش ہوتے ہوتے بچا کیونکہ وہ حسن کا شکار ہوکر اسکی طرف مائل ہوا تھا وہ حسن بہت پھیکا دکھائی دیا تھا آج تو وہ ایسے دکھائی دے رہی تھی جیسے چاند زمین پر اتر آیا ہو۔ اس کے جسم سے اٹھنے والی مہک دنیا کے تمام خوشبوؤں سے بہتر اور معطر کردینے والی تھی وہ اپنی قسمت پر رشک کرنے لگا تھا اور وہ رشک کرتا بھی کیسے نہ چاند اس کے لیے زمین پر اتر آیا تھا۔ وہ اس کے پاس جا بیٹھا۔
آپ نے مجھے دنیا جہاں کی تمام خوشیاں دے رکھی ہیں جس کے لیے میں آپ کا جتنا شکریہ ادا کروں کم ہے آپ کا یہ احسان کبھی نہیں بھول سکتی ہوں میں آپ کی دنیا میں اس لیے آئی تھی کہ دیکھ سکوں کہ انسانوں کی دنیا میں واقعی انسانیت موجود ہے یا نہیں لیکن اسلم آج انسانوں کی دنیا میں تم کو دیکھ کر میرا دل بہت خوش ہوا ہے۔ آپ بہت اچھے انسان ہیں اسکی باتیں اسلم کے دل میں اترتی جارہی

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material

تھیں۔ میں آپکو کبھی بھی بھول نہیں پاؤں گی میں آپ کو اس احسان کے بدلے میں اتنا کچھ دے جاؤں گی کہ آپ زندگی بھر کبھی بھی پریشان نہ ہوں گے ایک لمحے کے لیے بھی نہیں۔ آج میں پوری رات آپ کی ہوں صبح میں واپس چلی جاؤں گی کیونکہ جس مقصد کے لیے میں آئی تھی وہ آج پورا ہو گیا تھا میں کسی انسان سے شادی کی خواہش لے کر آئی تھی اور وہ خواہش میری پوری ہو گئی ہے۔ میں نے تمہیں بہت قریب سے آزمایا ہے کہ تمکو میرے جسم کی خواہش نہیں تھی اگر تمکو میرے جسم کی خواہش ہوتی تو اس روز جب تم میرے گھر میں آئے تھے تو اس روز میرے حسن میں کھو کر کچھ بھی کر سکتے تھے لیکن تم نے ایسا کچھ بھی نہیں کیا بلکہ میرے کہنے کے باوجود بھی تم لوگ بھاگ کھڑے ہوئے تھے مجھے تمہاری وہ ادا دل کو بھا گئی تھی میں تم اس حرکت سے دور نہ ہوئی تھی بلکہ تمہارے اور قریب ہو گئی تھی انسانوں سے میری محبت بڑھ گئی تھی تم لاجواب انسان ہو۔ واقعی سچی محبت کے قابل ہو۔ اسلم اس کی باتیں غور سے سنتا رہا اس کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ ایک حسینہ اس کے پیار میں پاگل ہو گئی تھی لیکن اس کو دکھ بھی ہو رہا تھا کہ صبح وہ اس کو کہیں بھی دکھائی نہیں دے گی وہ چلی جائے گی۔ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس کو چھوڑ کر۔ اس کو تو اس سے محبت ہو گئی تھی اور وہ چاہتا تھا کہ وہ اب ہمیشہ اس کے پاس ہی رہے لیکن شاید اس کی یہ خواہش پوری نہ ہونی کیونکہ صبح جب ہوئی تو سب کچھ وہاں موجود تھا لیکن وہ نہ تھی وہ جا چکی تھی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس کو چھوڑ کر جا چکی تھی۔ اس نے ایک سرد آہ بھری اور ان خوشبوؤں کو محسوس کرنے لگا جو اس کے جسم سے اٹھ رہی تھیں۔

قارئین کرام اگر اسلم اس سے شادی نہ کرتا بلکہ کچھ غلط کام کر دیتا تو شاید وہ اس دنیا میں نہ ہوتا دوسرے لوگوں کی طرح اس کی لاش بھی کسی جگہ خون میں لت پت پڑی ہوئی دکھائی دیتی لیکن اس نے غلط نہ کر کے اس لڑکی کے دل میں اپنی جگہ بنالی تھی یہی وجہ تھی کہ وہ جاتے جاتے وہ سب کچھ اس کو دے گئی تھی کہ پوری زندگی وہ عیش سے زندگی گزار سکتا تھا۔ اور اسلم کو یہ سب ایک خواب دکھائی دیتا ہے وہ آج بھی سوچتا ہے کہ کیا واقعی کوئی پری اس کی زندگی میں آئی تھی لیکن اس کی دی ہوئی دولت دیکھ کر اس کو یقین ہو جاتا ہے کہ ہاں وہ اس کی زندگی میں آئی تھی اور اس کو یہ سب کچھ دے کر گئی ہے۔

قارئین کرام کیسی لگی میری کہانی اپنی رائے سے مجھے ضرور نوازیئے گا مجھے آپ کی رائے کا شدت سے انتظار رہے گا۔

غزل

زندگی میں تو سبھی پیار کیا کرتے ہیں
میں تو مر کر بھی میری جان تجھے چاہوں گا
تو ملا ہے تو یہ احساس ہوا ہے مجھ کو
یہ میری عمر محبت کے لئے تھوڑی ہے
اک ذرا سا غم دوراں کا بھی حق ہے جس پر
میں نے وہ سانس بھی تیرے لئے رکھ چھوڑی ہے
مجھ پہ ہو جاؤں گا قربان تجھے چاہوں گا۔
میں تو مر کر بھی نہ بھولی جان

ناصعلوہ

www.pdfbooksfree.pk

پراسرار مورتی

تحریر: قیصر جمیل پروانہ۔ ماموں کانجن

پروفیسر سعید نے مجھے مضبوطی سے پکڑا ہوا تھا اور وہ کسی بھی طرح اپنے ہونٹ میری ہونٹوں پر رکھ کر کچھ میرے جسم میں داخل کرنا چاہتے تھے اور میں کسی بھی طرح ان کو ایسے کرنا نہیں دے رہی تھی میری تمام ہمتیں جواب دے چکی تھیں پھر میں ایک جھٹکے سے ان سے الگ ہوگئی اور اپنی ہی جھونک میں پیچھے کی طرف رکھے میز پر پشت کے بل جا گری میرے جسم سے ٹکرا کر میز پر رکھی ہوئی مورتی نیچے زمین پر جا گری پروفیسر سعید جو نہایت خونخوار انداز میں میری جانب بڑھ رہے تھے یکدم رک گئے ان کے چہرے پر شدید کرب کے آثار موجود تھے میری نظر ان کے پاؤں پر جا پڑی جسے وہ ہلکے ہلکے جھٹک رہے تھے اور اگلے ہی لمحے میں نے ایک غیر یقینی منظر دیکھا ان کا پاؤں ایک جسم سے الگ ہو کر نیچے جا گرا تھا بالکل ایسے جیسے وہ انکے وجود کا حصہ ہی نہ ہو پھر موم کی طرح پگھل کر ایک ملغوبے کی شکل اختیار کر گیا۔ وہ کیا کیا نے بہت برا کیا بہت ہی برا کیا پروفیسر لڑکھڑاتے ہوئے میری طرف بڑھے لیکن اب ان کا دوسرا پاؤں بھی ان کے جسم سے الگ ہو چکا تھا اور وہ بھی گل کر عجیب سی شکل اختیار کرتا جا رہا تھا۔ بن پاؤں کے پروفیسر کے لیے اپنے وجود کو توازن میں رکھنا ناممکن ہو گیا تھا انتہائی بلند آواز کے ساتھ وہ زمین بوس ہو گئے ان کے حلق سے کریہہ چیخیں بلند ہو رہی تھیں یوں جیسے کئی بدروحیں بین کر رہی ہوں ان کا وجود چیخ رہا تھا یوں جیسے کانچ کا بنا ہوا ان کا بے حد قریب وہ منحوس مورتی پڑی تھی عجیب اسرار تھا مورتی کے وجود سے ایک پاؤں غائب تھا ان کی جگہ زمین پر کالے رنگ کا سیال پڑا تھا اس کا ایک جوڑ الگ ہو چکا تھا اور پورے وجود پر دراڑیں پڑ رہی تھیں میں اپنی دگرگوں حالت بھول کر کبھی مورتی کو اور کبھی پروفیسر سعید کو دیکھے جا رہی تھی مورتی کا سارا وجود یوں جنبش کر رہا تھا جیسے نوازائیدہ بچے ہاتھ پاؤں چلاتے ہیں لیکن اس کے حلق سے وہی آوازیں برآمد ہو رہی تھیں جیسی پروفیسر کے حلق سے آہستہ آہستہ پروفیسر کا جسم گلے سڑے گوشت اور خون کے ملغوبے کی شکل اختیار کرتا گیا اور مورتی کا وجود گاڑھے سیاہ سیال کی صورت اختیار کر گیا کچھ ہی دیر بعد وہاں کچھ نہیں تھا محض ایک گاڑھا ملغوبہ تھا جو قالین پر بکھرا ہوا تھا میں نے ایک نظر بے ہوش پڑی سائرہ پر ڈالی اور تیزی سے اسٹڈی روم سے نکل کر کوریڈور سے ہوتی ہوئی مین روڈ پر آ گئی ذہن کسی طور پر یہ سب تسلیم کرنے کو تیار نہیں تھا۔ جو کچھ آنکھیں دیکھ چکی تھیں بدروح نے پروفیسر صاحب کے وجود پر قبضہ جما کر اپنے ناپاک ارادوں کی تکمیل چاہی تھی وہ اپنی اس کوشش تو ناکام رہی لیکن اس نے پروفیسر سے اپنی آزادی کا خراج ضرور وصول کر لیا تھا بے چارے پروفیسر سعید ایک بدروح کا نشانہ بن گئے تھے۔ ایک سنسنی خیز اور دلچسپ کہانی۔

اس کی آنکھیں بہت خوبصورت تھیں گہری گہری
نیلگوں سمندر جیسی بے پایاں گہرائی لیے
ہوئے اور جب وہ کاجل لگاتی تھی تو یوں لگتا تھا
سمندر پر گہرے بادل سایہ فگن ہو گئے ہوں پری

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material
www.urdumovies.net
www.urdubooks.net



www.pdfbooksfree.pk

اوراس کی ملاقات بھی بڑے عجیب حالات میں ہوئی تھی کالج کی سیڑھیوں سے اترتے ہوئے میرا اس سے ٹکراؤ ہوا تھا اور ہم دونوں کے ہاتھوں سے کتابیں نکل کر دور جا گری تھیں چند لمحے ہم ایکدوسرے کو دیکھتے رہے اور پھر نجانے کس حال کے تحت اسکے لبوں پر شبنم چمکی اگلے ہی پل میں وہ مسکرادی۔

مجھے سائرہ کہتے ہیں اور آپکو۔اس کی آواز بھی اس کی طرح خوبصورت تھی

العم۔میں نے صرف نام بتانے پر اکتفا کیا۔

آپ کس ڈیپارٹمنٹ میں ہیں۔

میں بیاسے فائنل کی سٹوڈنٹ ہوں۔

اور آپ

میں یہاں پڑھتی نہیں بلکہ کسی کام سے آئی ہوں آئی ایم میریڈ۔

واؤ۔مجھے حقیقتاً اس جیسی نازک کم عمر لڑکی کے میریڈ ہونے پر حیرت ہوئی تھی۔

میرے ہسبینڈ نواب سعید آرکیالوجسٹ ہیں اور یہاں آرکیالوسٹ کی ایک کلاس لیتے ہیں۔

آپ پروفیسر سعید کی مسز ہیں۔تعجب سے زیادہ میرے لہجے میں افسوس کی آمیزش نے اسے مسکرانے پر مجبور کردیا۔حقیقت تھی پروفیسر سعید بچپن کے پہلے ہوں گے سر کے بال کھچڑی نما آنکھوں پر موٹے عدسوں کی عینک انتہائی گہرا سانولا رنگ بڑی بڑی آنکھیں جن میں ہمہ وقت ایک پراسراری سی چمک رہتی تھی ان کا اور سائرہ کا کوئی جوڑ نہیں تھا بہرحال دنیا میں بہت سے بے جوڑ جوڑے دیکھنے میں آتے ہیں اس جوڑے کا شمار بھی انہی میں ہوتا ہے۔لیکن حیرت انگیز بات جو میں نے نوٹ کی وہ یہ تھی کہ سائرہ کے لہجے میں کسی قسم کا تاسف مایوسی یا دیگر خفگی نہیں تھی یوں لگتا تھا کہ جیسے وہ اپنی موجودہ زندگی سے اور شریک سفر سے مکمل طور پر مطمئن اور آسودہ اور خوش ہے۔

اوکے العم۔ابھی تو میں کچھ جلدی میں ہوں نیکسٹ ٹائم جب بھی آئی انشاء اللہ تمہارے ساتھ طویل گفتگو ہوگی۔سائرہ نے الوداعی مصافحہ کے لیے میری طرف اپنا خوبصورت ہاتھ بڑھایا۔

اوکے۔میں نے کہا تو وہ تیزی سے سیڑھیاں اتری اور نیچے پڑی ہوئی کتابیں اٹھا کر آرکیالوجی ڈیپارٹمنٹ کیسمت چل پڑی اور میں اس کی پشت پر دراز زلفوں کی بل کھاتی ہوئی ناگن کو دیکھتی رہ گئی چند ثانیے وہیں کھڑے رہنے کے بعد میں نے بھی اپنی کتابیں اٹھا کر اپنی کلاس کا رخ کیا۔لیکن سائرہ جیسے میرے ذہن پر نقش ہوکر رہ گئی تھی وہ سرتاپا حسن ونزاکت کا ایک ایسا شاہکار تھی کہ جو ایک بار اسے دیکھ لیتا وہ چاہتا اسے بآسانی بھلا نہیں سکتا ہوگا۔

اگلی بار سائرہ مجھے لائبریری میں ملی چند موٹی موٹی کتابیں اپنے اردگرد ڈھیر کئے وہ ہوئے وہ تیزی سے جانے کیا لکھ رہی تھی ایک لمحے کو تو میں نے سوچا کہ اسے ڈسٹرب نہ کروں لیکن دوسرے ہی لمحے غیر ارادی طور پر میرے قدم اسکی سمت بڑھنے لگے اس کے قریب جاکر میں نے ہلکا سے ٹیبل پر ناک کیا تو اس نے اپنی مصروفیت کے عالم پر سر اٹھا کر میری جانب دیکھا اس کی آنکھوں میں شناسائی کی چمک لہرائی۔

اوہو ہیلو۔

ہیلو۔کیا حال ہے۔میں نے تکلفی سے کہتے ہوئے اس کی قریبی نشست سنبھال لی۔

ٹھیک ہوں اور انتہائی مصروف بھی۔وہ دھیرے سے مسکراتے ہوئے بولی۔

تم کہاں گم تھی میں مسلسل تین روز سے آرہی ہوں اور آج تم سے ملاقات ہورہی ہے

میں پچھلے دو دن سے کالج نہیں آئی ہوں لیکن

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material
www.bookfree.net
www.urdutube.net
www.urdumovies.net

تم کیا کر رہی ہو۔

میں نے اس کے گرد کتابوں کے ڈھیر اور کاغذوں کے پلندوں کی طرف اشارہ کیا۔

سعید آجکل ایک اسائنمنٹ پر کام کر رہے ہیں میں بالکل فارغ تھی سو اپنی خدمات پیش کر دیں انہیں بالکل فارغ بھی انہیں وادی کیلاش کی پرانی تہذیب سے وابستہ ایک انتہائی خوبصورت مورتی ملی ہے وہ کہتے ہیں ایک طویل عرصہ کی تلاش بسیار کے بعد انہیں ایک نادر نمونہ ملا ہے سو اب وہ اس مورتی کے دور کی ہسٹری جاننے کی تگ و دو میں ہیں مجھے سائرہ کی باتوں میں دلچسپی محسوس ہو رہی تھی

کیا تم مجھے اس مورتی کی تفصیلات بتاؤ گی۔ میں نے سوال کر دیا۔

ہاں کیوں نہیں۔

اس نے ٹیبل پر دھرا ہوا اپنا بیگ اٹھایا اور اس میں سے ایک لفافہ نکال کر میرے ہاتھ میں تھمایا اس میں اس مورتی کی ریسنٹ تصاویر ہیں انہیں دیکھ کر تم خود فیصلہ کرو کہ یہ کس قدر دلچسپ اور توجہ طلب کام ہے۔ میں نے لفافے میں سے تصاویر نکالیں ایک تصویر کے پیچھے اس مورتی کی بابت تفصیل کی نشاندہی کر رکھی تھی۔

یہ آج مجھے تقریباً دو سو سال پرانی تہذیب کی نشاندہی کرنی تھی جب وادی کیلاش ایک سنسان وادی تھی جہاں بسنے والے انسان دنیا سے بالکل کٹے ہوئے تھے زمانہ جاہلیت کی طرح یہاں بہت سی طاقتور چیزوں کو دیوتا مانکر ان کی پوجا کرنے کا رواج تھا یہ مورتی ایک عورت کی تھی ایک انتہائی خوبصورت عورت اس کا چہرہ بالکل بے تاثر تھا لیکن آنکھیں انتہائی جاندار تھیں اس کی تصویر دیکھ کر ذہن میں بہت عجیب قسم کے خیالات جاگتے تھے میں نے تصویریں سائرہ کے حوالے کر دیں۔

بہت خوبصورت مورتی ہے لیکن سائرہ کیا تمہیں اس میں کچھ عجیب نہیں لگا کچھ ایسا جو غیر معمولی ہو سوچ سے ہٹ کر اس کی آنکھیں تصویر میں تو زیادہ نمایاں نہیں لگ رہی تھیں۔

اگر تم اوریجنل مورتی دیکھ لو تو اس کی آنکھیں دیکھ کر حیرت زدہ رہ جاؤ اس قدر جاندار اور بولتی ہوئی آنکھیں ہیں۔

میں بھی بس یہی کہنا چاہتی تھی آج کل یہ مورتی کس کی تحویل میں ہے۔

سعد کے اسٹڈی روم میں ہے وہ اس پر تحقیقات کر رہے ہیں مجھے بتا رہے تھے کہ اس مورتی سے متعلق بہت سے انکشافات انتہائی سنسنی خیز ہوں گے ان کے خیال میں یہ مورتی محض تصوراتی نہیں ہے بلکہ کسی حقیقی عورت کو پتھر پر نقش کیا گیا ہے خیر ابھی تو تحقیق جاری ہے۔

سائرہ تمہاری باتیں سن کر مجھے اس سارے معاملے میں بہت دلچسپی ہو رہی ہے امید ہے کہ تم مجھے بھی اپنی اس تحقیق کے بارے میں بتاؤ گی۔

میری بات کے جواب میں سائرہ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اور کتابیں اور کاغذات کا پلندہ سمیٹنے لگی یہ میری سائرہ سے دوسری ملاقات تھی لیکن ہم دونوں ہی طبیعتاً بے تکلف واقع ہوئی تھی مجھے نہیں لگتا تھا کہ ہم محض دو دفعہ ملیں ہیں۔

اگلا دن سائرہ مستقل لائبریری آتی رہی لیکن میری محض اس سے رسمی ہی ملاقات رہی کیونکہ وہ بھی انتہائی مصروف تھی اور ہمارے بھی سیکنڈ ٹرم ایگزامز ہو رہے تھے کسی ہی مصروفیت تھی لیکن ذہن کے کسی گوشے میں تجسس کا مادہ متحرک تھا اس مورتی کے متعلق مزید جاننے کا تجسس کچھ سائرہ کے بتانے کا انداز ایسا تھا کہ خواہ مخواہ ہی دلچسپی پیدا ہو گئی تھی

مے آئی اکم ان سر میں آرکیالوجی ڈیپارٹمنٹ

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material

کے آفس کے دروازے پر کھڑی تھی۔

یس مم ان پروفیسر سعید رنا کی بھاری آواز سنائی دیتے ہی میں آفس کے اندر داخل ہوگئی اور آفس کیا تھا عجائبات کی دنیا آباد تھی وہ تمام تہذیبیں جو ہم سے کئی کئی سال پہلے دم توڑ چکی تھیں پروفیسر سعید کے آفس میں موجود تھیں۔

سر کیا آپ مجھے کچھ وقت دیں گے۔

آپ۔۔۔۔

سر میرا نام انعم ہے بی اے فائنل کی اسٹوڈنٹ ہوں چند دن قبل آپ کی مسز سے ملاقات ہوئی تھی انہوں نے مجھے ایک انتہائی دلچسپ اسائنمنٹ کے بارے میں بتایا گو کہ یہ میری فیلڈ سے متعلق نہیں تھی لیکن اس میں کچھ ایسی وضاحت طلب باتیں تھیں جن سے میری توجہ اور دلچسپی بڑھ گئی ایک تجسس نے بے چین کر رکھا ہے۔

آپ کون سی اسائنمنٹ کی بات کر رہی ہیں۔

بے حد موٹے عدسوں کی عینک کے پیچھے سے ان کی پراسرار چمکیلی حامل آنکھیں مجھ پر ٹیک ہوئی تھیں۔

سر وادی کیلاش سے ملنے والی اس مورتی کی اسائنمنٹ جس پر آپ تحقیقات کر رہے ہیں۔

اوہ تو سائرہ نے آپ کو اس کے بارے میں بتا دیا ہے دراصل ابھی میں اس تحقیق کو خفیہ راز میں رکھنا چاہتا تھا اس میں کوئی شک نہیں کہ اس تحقیقات کے سلسلے میں سائرہ میری بہت راہنمائی ثابت ہوئی ہیں کیا آپ ان کی دوست ہیں۔

نہیں سر کچھ عرصہ تک تو ہم دونوں ایک دوسرے سے بالکل ناواقف تھیں اتفاقاً ملاقات ہوئی تو وہ اس اسائنمنٹ پر کام کر رہی تھیں میرے پوچھنے پر انہوں نے سرسری سا بتایا اور جب میں نے دلچسپی ظاہر کی تو انہوں نے بتایا کہ جب ہی تحقیقات مکمل ہوئی وہ مجھے اس کی تفصیل سے ضرور آگاہ کریں گے میں نے تفصیلی بات بتائی۔

یہ اسائنمنٹ میرے لیے ایک چیلنج کی حیثیت رکھتی ہے بہت سا کام تو مکمل ہو چکا ہے چند نقطے ایسے ہیں جو قابل تجزیہ ہیں بہت جلدی یہ عقدے بھی کھل جائیں گے میں سائرہ سے کہہ دوں گا کہ وہ آپ سے رابطہ کرے آپ نمبر نوٹ کروا دیں۔

پروفیسر سعید اپنی ظاہر شخصیت کے بالکل متضاد ثابت ہوئے تھے ظاہری طور پر دیکھنے والا بیشک انہیں مغرور بد دماغ اور خبطی قسم کا انسان سمجھ سکتا تھا لیکن درحقیقت وہ انتہائی ملنسار اور حلیم الطبع انسان تھے میں اپنا فون نمبر نوٹ کروا کے ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے آفس سے نکل آئی۔

درحقیقت میری طبیعت میں تجسس کا مادہ کچھ زیادہ ہے پھر ہسٹری سے میرے لگاؤ کو میرے حلقے کے تمام لوگ بہت اچھی طرح جانتے ہیں سو اس مورتی کے متعلق اصل حقیقت فٹ کے انسان تھے اس لیے بھی مجھے توقع تھی کہ میں بہت آسانی کے ساتھ وہ معلومات حاصل کرلوں گی جو چاہتی ہوں اگلے چند دن تک میں سائرہ کی کال آمد کی شدت سے منتظر رہی لیکن نہ وہ کال آئی اور نہ ہی اس سے کسی قسم کا رابطہ کیا میرے ذہن میں یہ خیال آیا کہ شاید وہ بھول ہی گئی ہو ہماری کلاسز شروع ہو چکی تھیں جب ایک رات گھر پر سائرہ کا فون آگیا۔

اس نے مجھے بتایا۔ پروفیسر سعید اس مورتی کی اصل حقیقت جاننے میں کامیاب ہو گئے ہیں میں نہ صرف یہ بلکہ وہ اس کے بارے میں چند ایسے انکشافات سے بھی روشناس ہوئے ہیں جو حقیقتاً ایسے انکشافات تعجب انگیز ثابت ہوئے ہیں پروفیسر صاحب نے کہا ہے کہ اتوار یا پیر کی شام کو وہ اس مورتی سے متعلق تمام شواہد بے نقاب کریں گے لیکن فی الحال یہ تمام معلومات ہم تینوں کے

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material

درمیان رہیں گی میں نے اتوار کی شام سائرہ کے گھر جانے کا پروگرام بنالیا۔ ایک تجسس اور سنسنی کی سی کیفیت طاری ہوگئی تھی میں یہ تو نہیں جانتی تھی کہ وہ انکشافات کس نوعیت کے ہوں گے لیکن اتنا ضرور جانتی تھی کہ وہ تبتائی دلچسپی کے حامل ہوں گے۔

آج صبح ہی سے موسم کچھ ابر آلود تھا ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھی شام کے دھندلکے پھیلنے لگے اور سورج کی تمازت دم توڑ رہی تھی جس وقت میں پروفیسر سعید رانا کے بنگلے کے گیٹ پر کھڑی تھی انٹر کام سے کسی عورت کے بولنے کی آواز آئی جو یقیناً ملازمہ ہوگی میں نے اپنا تعارف کروایا چند لمحے کے توقف کے بعد گیٹ میکانکی انداز میں کھل گیا گیٹ کے چاروں اطراف کوئی موجود نہیں تھا میں حیرت زدہ رہ گئی اس قدر جدید سسٹم یقیناً پوری کوٹھی میں ہی الیکٹرک سسٹم رکھا گیا ہوگا گاڑی پورچ میں کھڑی کر کے میں نے چاروں طرف نظر دوڑائی لیکن کوئی ذی روح نظر نہیں آیا پورچ سے ملحقہ تین چار سیڑھیاں چڑھتے ہوئے میں نے سامنے دیکھا پوری کوٹھی کا سامنے کا حصہ نظر آرہا تھا لیکن سوائے ایک دروازے کے اندر اور باہر جانے کا کوئی دوسرا راستہ نہیں تھا میں اسی دروازے کے قریب جا کھڑی ہوئی میرے قریب پہنچتے ہی وہ دروازہ بھی خود بخود وا ہوگیا پر ایک غیر فطری سناٹا تسلط جمائے ہوئے تھا پوری کوٹھی ہی اسرار میں ڈوبی ہوئی محسوس ہو رہی تھی میں نے دروازے کے اندر قدم رکھا ہی تھا کہ دائیں طرف سے آواز آئی ویلکم تو آور ہوم میں نے آواز کے تعاقب میں نظریں دوڑائیں دائیں طرف ایک کھلے دروازے کے بیچ و بیچ سائرہ اور پروفیسر سعید رانا کھڑے تھے میں خود ایک وسیع و عریض لاؤنج میں کھڑی تھی۔

آیئے مس انعم۔ اندر تشریف لایئے۔

پروفیسر صاحب کے اندر کمرے کے جاتے ہوئے بولے جبکہ سائرہ اس تمام درمیانی عرصہ میں خاموش کھڑی رہی تھی۔ اس کی خوبصورت آنکھیں حلقوں کے بھنور میں ڈوبی ہوئی تھیں شاداب چہرے پر زردیاں کھنڈی ہوئی تھیں اور چال ڈھال میں ایک عجیب طرح کی سستی اور مردنی تھی میں نے خاص طور پر یہ بات نوٹ کی کہ وہ پروفیسر صاحب کی قربت اور موجودگی سے خوفزدہ نظر آرہی تھی اور اس وقت جو وہ یہاں ہمارا ساتھ دے رہی تھی تو بحالت مجبوری۔

سائرہ تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے ناں میں نے انتہائی نرم انداز میں اس کی جانب دیکھا۔

آں۔ ہاں ہاں میں ٹھیک ہوں۔

وہ جیسے گڑبڑا کر بولی تھی ساتھ ہی اس کی خوفزدہ نظریں پروفیسر کی سمت اٹھ گئیں جو اپنی موٹے موٹے عدسوں کی عینک کے عقب میں سے اسے عجیب انداز میں گھور رہے تھے یا شاید مجھے ہی ایسا محسوس ہو رہا تھا خیر میں نے اپنی توجہ ان دونوں کی طرف سے ہٹا کر اپنے اطراف کا جائزہ لیا وسیع ہال کمرہ جیسے سٹڈی روم کے طور پر استعمال کیا جا رہا تھا۔ دیواروں کے ساتھ دیوار گیر الماریاں کتابوں سے بھری پڑی تھیں کمرے کے ایک جانب خوبصورت صوفہ سیٹ رکھا ہوا تھا جبکہ ایک کونے میں رائٹنگ ٹیبل تھی ایک دیوار کے ساتھ اندر بہت بڑی الماری بنائی گئی تھی جو دنیا بھر کے خوبصورت نوادرات اور قدیم تہذیبوں کے نمائندوں سے بھری ہوئی تھی اس قدر خوبصورت اور ڈیکوریٹڈ سٹڈی روم اس سے پہلے میری نظروں سے نہیں گزرا تھا اسٹڈی روم کے وسط میں ٹیبل پر وہی مورتی موجود تھی ہم دونوں کو بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے وہ خود ٹیبل کے عقبی جانب

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material

دھرے کا دوج کی طرف بڑھ گئے میں اور سائرہ آگے بڑھ کر صوفے پر بیٹھ گئیں۔

مس انعم اس مورتی کے بارے میں کسی بھی قسم کی تفصیل بتانے سے پہلے میں چند باتیں ذہن نشین کروادوں پہلی بات یہ کہ اس کمرے میں ہونے والی گفتگو کمرے سے باہر نہیں جائے گی دوسری بات یہ کہ کسی بھی قسم کا سوال پوچھنے کی بھی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ کیا۔ کیوں۔ اور کیسے سب دھیرے دھیرے خود بخود واضح ہوتے چلے جائیں گے سو قبل از وقت کسی تفصیل کو جاننے کی کوشش فضول ہے مجھے یقین ہے کہ آپ سمجھ گئی ہوں گی کہ میں کیا کہنا چاہتا ہوں عینک کے پیچھے سے جھانکتی ہوئی پرسرار نظروں نے مجھے اپنے احاطہ بصارت میں لے رکھا تھا مجھے اپنے سارے وجود میں جھرجھری سی محسوس ہوئی۔

یس سر میں سمجھ چکی ہوں۔

او کے اب ہم اپنی اسائنمنٹ کی طرف آتے ہیں پروفیسر نے آگے بڑھ کر مورتی ہاتھ میں اٹھائی اس مورتی کو ہاتھ میں لے کر غور سے دیکھیں اور بتائیں کہ اس میں ایسی کیا خاص بات ہے جو عام مجسموں میں نہیں ہوتی پروفیسر سعید نے مورتی میرے ہاتھ میں دے دی برف کی طرح سرد مورتی کو چھوتے ہی میرے ہاتھ کچھ نم سے ہو گئے دل کو پتہ نہیں کیا ہوا عجیب بے ہنگم انداز میں دھڑکنے لگا بغور جائزہ لے کر میں نے مورتی کو بہت غور سے دیکھا اور پھر سروں کی ایک تیز لہر ریڑھ کی ہڈی کو سنسناتی ہوئی دماغ کو جھنجھنا گئی مورتی کے جسم پر جا بجا جوڑ تھے جیسے انسانی جسم میں جوڑ ہوتے ہیں اور ہر جوڑ کو کسی سرخ چیز کی مدد سے جوڑا گیا تھا۔ میلا ہٹ آمیز سفید رنگ کی مورتی میں جا بجا سرخ لکیریں بہت عجیب لگ رہی تھیں

سر اس مورتی کو دیکھ کر یوں لگتا ہے جیسے انسان کے وجود کو جادوئی طریقے سے چھوٹا کر کے حنوط کر دیا گیا ہو اسکے باوجود میں تمام جوڑ موجود ہیں لیکن یہ دیکھنے عام سے نظر آنے کے باوجود اس قدم عام نہیں ہیں۔

بالکل مس انعم یہ عام مورتی نہیں ہے اور جو بات آپ نے نوٹ کی ہے وہی میں آپکو بتانا چاہتا ہوں اگر غور سے دیکھیں تو آپکو پتہ چلے گا کہ اس مورتی کے تمام جوڑوں کو ایک دوسرے سے متصل کرنے کے لیے انسانی خون کا استعمال کیا گیا ہے دوسری بات یہ ہے کہ تمام جسم ٹھوس اور مضبوط ہے سے گندھا ہوا ہے جبکہ مورتی کے سر پر اگر انگلی سے ضرب لگائی جائے تو واضح طور پر محسوس ہوگا کہ سر کا کاسہ اندر سے بالکل خالی ہے تو واضح طور پر محسوس ہوگا ہے ان تینوں نوعیت کا ظاہر کر رہی تھیں یہ ممکن تھا کہ اس مورتی کو کسی قسم کے کالے علم کے لیے استعمال کیا گیا ہے پہلے وقتوں میں جادو کو بہت مستند سمجھا جاتا تھا۔

سر کیا اسے کسی قسم کے عمل میں استعمال کیا گیا ہوگا پروفیسر سعید کی آنکھوں میں میرے اس سوال کے جواب میں جو چمک ابھری تھی وہ تائید ہی تھی۔

جی ہاں بالکل وادی کیلاش اپنے علوم کے باعث بہت نمایاں حیثیت رکھتی تھی یہاں زمانہ جاہلیت کے طرز زندگی کے دوران بھی چند بھگت ایسے موجود رہتے تھے جو وادی کے بے علم لوگوں کی مشکلات و تکالیف دور کرنے کے علوم سے بہرہ ور ہوئے تھے بعض اوقات اس وادی کے سکون اور ماحول میں باہر کا کوئی شخص بھی ہلچل مچا دیتا ہے لیکن ان لوگوں کے طرز زندگی سے ایک بات تو ثابت ہوتی ہے کہ یہ لوگ اپنی وادی میں بھی اجنبی وجود کو کم ہی برداشت کرتے ہوں گے پروفیسر سعید نہایت جامع انداز میں کیلاش کی قدیم تہذیب کے

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material
www.booksfree.net
www.urdutube.net
www.urdumovies.net

بارے میں بتا رہے تھے

سر اس سے ایک بات اور بھی ثابت ہوتی ہے کہ وہ لوگ آرٹ سے بھی اچھی خاصی واقفیت رکھتے تھے جس قدر خوبصورتی سے یہ مورتی بنائی گئی ہے اور جس قدر تاثر انگیز اور جاندار اس کی آنکھیں بنائی گئی ہیں وہ قابل تعریف ہے میں پروفیسر سعید سے بظاہر گفتگو میں مصروف تھی لیکن سائرہ کی مستقل خاموشی مجھے بری طرح کھٹک رہی تھی وہ معلوم نہیں کس کے ساتھ کیا مسئلہ تھا لیکن یہ بھی تھا کہ کوئی بات ایسی ضرور تھی جو اسے بری طرح بری طرح پریشان کئے جا رہی تھی چند باتوں کے بعد میں نے رخصت چاہی تو واضح طور پر محسوس کیا کہ جیسے سائرہ نے اطمینان کا گہرا سانس لیا ہو اس کے چہرے پر عجیب طرح کا سکون پھیلتا دیکھ کر میں قدرے الجھن کا شکار ہو گئی تھی کیا اس پریشانی کی وجہ میری آمد تھی میری اپنے گھر موجودگی سے وہ نروس اور پریشان تھی مجھے قدرے افسوس ہوا کہ میں بلاوجہ اس کے لیے پریشانی کا باعث بنی میں نے دل میں سوچا کہ کل نہیں آؤں گی۔

مس انعم۔ آپ کل ضرور تشریف لائیے گا۔

پروفیسر کی گہری پراسرار نظریں شاید میرے چہرے کے تاثرات بھانپ گئی تھیں۔

ٹھیک ہے سر اب اجازت چاہوں گی میں یہ کہتی ہاؤس سے نکلی تھی ایک عجیب شش و پنج میں مبتلا تھی پروفیسر کی پراسرار کی دھند میں لپٹی ہوئی شخصیت اور سائرہ کا نہ مجھ میں آنے والا اور یہ دونوں ہی میرے لیے معمہ بنے ہوئے تھے بظاہر ایسی کوئی بات نظر نہیں آ رہی تھی لیکن کچھ تھا جو پس پردہ تھا اور جب بھی سامنے آنا تھا تہلکہ خیز ثابت ہونا تھا رہی تھی ادھیڑ بن میں میں گھر آ گئی شام کے سائے ہر چیز کو اپنی لپیٹ میں لے چکے تھے آخری تاریخوں کا اداسی زرد چاند ماحول کو ایک عجیب سی سوگواریت عطا کر رہا تھا میں کمرے سے باہر ٹیرس پر کھڑی اردگرد کے ماحول سے اور ٹھنڈی نم آلود ہوا کے جھونکوں سے لطف اندوز ہو رہی تھی کمرے میں موجود ٹیلی فونکی بیل بجی اس وقت میں نے کلائی پر بندھی گھڑی پر نظر دوڑائی رات کے گیارہ بج رہے تھے اس وقت کون ہو سکتا ہے میں خود کلامی کے سے انداز میں بڑبڑاتے ہوئے کمرے کی جانب لپکی اتنی دیر میں فونکی بیل چار بار بج کر خاموش ہو چکی تھی میں نے کچھ دیر انتظار کیا کہ شاید دوبارہ رنگ کیا جائے لیکن ایسا نہیں ہوا رہا میں بھی سر جھٹک کر اپنے بستر کی جانب بڑھ گئی رات کے شاید دو بجے ہوں گے جب ایک بار پھر بیل بج اٹھی میں نے نیم غنودگی کے عالم میں ریسور اٹھا کر کان سے لگایا۔

ہیلو۔ دوسری طرف سکوت تھا۔

ہی۔ ہیلو۔ عجیب گڑگڑاہٹ آمیز آواز کانوں سے ٹکرائی۔

کون۔

میں ۔۔ سائرہ ہلکی سی سرگوشی سنائی دی مجھے اس کی آواز میں ایک غیر معمولی پن کا احساس ہوا تھا۔

سائرہ۔ بولو کیا بات ہے۔

انعم تم کل کالج آ سکتی ہو۔

ہاں میری کل ناول کی کلاس ہے کالج تو جانا ہے مگر تم کیوں پوچھ رہی ہو۔

مجھے رات کے اس پہر فون کر کے اس کا یہ سوال پوچھنا حیران کر گیا تھا۔ لیکن میرے سوال کے جواب میں رابطہ منقطع ہونے کی ٹرن آنے لگی کمال ہے عجیب گورکھ دھندہ ہے میں بڑبڑاتے ہوئے دوبارہ سے سونے کی کوشش کرنے لگی صبح جب میری آنکھ کھلی تو رات کا سائرہ کا فون میں یکسر فراموش کر چکی تھی حسب معمول کالج کی تیاری کرنے لگ گئی کالج پہنچتے ہی لان میں سب سے

www.pdfbooksfree.pk

پہلے میرا ٹکراؤ سائرہ سے ہوا اس کے ساتھ ہی مجھے رات کا اس کا فون یاد آ گیا سائرہ کل سے بھی کہیں زیادہ مردہ مایوس اور دلگرفتہ نظر آ رہی تھی بلکہ اس کے ایک ایک انداز سے عجیب طرح کا خوف جھلک رہا تھا آنکھوں میں وحشت بلکورے لے رہی تھی۔ میرے لیے اس کی کیفیات سمجھنا بے حد مشکل تھا کیونکہ اب تک ہر ملاقات میں میں نے اسے ہمیشہ چست خوش باش اور مطمئن دیکھا تھا سائرہ مجھے دیکھتے ہی تیزی سے میری جانب بڑھی۔

انعم۔ اس نے آگے بڑھ کر میرا ہاتھ تھام لیا یک کانپتے ہوئے ہاتھ تھے۔

کیا بات ہے سائرہ رات کو بھی تمہارے فون سے میں نے کافی دیر تک کنفیوز رہی تھی اور اب تمہاری یہ کیفیت میری سمجھ سے بالاتر ہے۔

بات بہت گھمبیر ہے انعم وہ وہ مورتی نہیں ہے۔ اس کی باتیں میرے سر کے اوپر سے گزر رہی تھیں۔

کیا مطلب۔ میں نے اسکی طرف متعجب انداز میں دیکھا۔

مطلب یہ کہ وہ مورتی بے جان نہیں جاندار ہے جانتی ہوں چند دنوں سے میں کس قدر اذیت کا شکار ہوں مستقل نجانے دنوں سے میں ایک ہی خواب دیکھ رہی ہوں میں سعید کے اسٹڈی روم میں کھڑی ہوں وہ مورتی اچانک آنکھیں جھپکنے لگتی ہے میں آگے بڑھ کر مورتی کو میز پر سے اٹھا لیتی ہوں جیسے ہی میں مورتی کو ہاتھ میں اٹھاتی ہوں وہ کسی بچے کی طرح قلقاریاں مارنے لگتی ہے ہاتھ پاؤں چلانے لگتی ہے خوف اور دہشت کی زیادتی سے وہ مرے ہاتھوں سے چھوٹتی ہے اور نیچے گر جاتی ہے گرتے ہی اس کا سارا وجود تو سلامت رہتا ہے لیکن سر ٹوٹ جاتا ہے کھوپڑی کا پچھلا حصہ شگاف کی صورت میں کھلتا ہے اور اس میں سے ایک سفید رنگ کا ہیولہ باہر آتا ہے جو چند لمحوں میں اس مورتی کی ہمشکل عورت کا روپ دھار لیتا ہے پھر وہ عورت آگے بڑھ کر میرا گلا دبانے کی کوشش کرتی ہے سائرہ کچھ مردنی اور بے ربط انداز میں تفصیل بتا رہی تھی میں نے پہلے تو بغور اس کی بات سنی پھر اسے تسلی آمیز انداز میں اسکی یخ ہوتے ہاتھوں کو تھپتھپایا۔

دیکھو سائرہ محض ایک خواب کو یوں خود پر طاری مت کرو بعض اوقات انسانی شعور میں چھپے ہوئے واہمے اور خوف ڈراؤنے خوابوں کی صورت اختیار کر جاتے ہیں۔

اوہ انعم۔ یہ لاشعور میں چھپے ہوئے کسی خوف یا واہمے کا شاخسانہ نہیں ہے یہ محض خواب ہوتا تو شاید اس کا اثر اتنا زیادہ نہ ہوتا لیکن جانتی ہو چار دن پہلے میں کسی کام سے سعید کے اسٹڈی روم میں گئی تو میں نے اس مورتی کو پلکیں جھپکتے ہوئے دیکھا پہلے تو میں نے اپنا وہم اور اس کے بے حد قریب جا کر بغور اس کی آنکھیں دیکھیں تم یقین نہیں کرو گی لیکن میں سچ کہہ رہی ہوں اس کی آنکھیں مسکرا رہی تھیں اور مجھ پر مرکوز تھیں اس کے دیکھنے انداز میں بالکل حقیقی تھا یوں لگتا تھا جیسے وہ ابھی بول پڑے گی سائرہ خوف کی انتہائی کیفیت سے گزر رہی تھی۔

سائرہ خود کو پریشان مت کرو میں آج شام کو تمہارے گھر آؤں گی پھر تفصیلی بات چیت کریں گے میری کلاس لیٹ ہو رہی تھی سو میں سائرہ کو خدا حافظ کہتی ہوئی اپنے ڈیپارٹمنٹ کی جانب چل دی لیکن درحقیقت یہ تمام معاملہ اب کافی حد تک پراسرار ہوتا جا رہا تھا مجھے شدت سے شام کا انتظار تھا میرا خیال تو یہی تھا کہ سائرہ کسی خوف کا شکار ہے جو کچھ اس نے مجھے بتایا وہ بھی اسی خوف کا پیدا کردہ ہے لیکن اگر اس کے کہے ہوئے الفاظ میں

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material
www.booksfree.net
www.urdutube.net
www.urdumovies.net

صداقت ہوئی تو۔ یہ وہ سوال تھا جس کا فی الحال کسی کے پاس جواب نہیں ہوسکتا تھا۔ نہ میرے پاس اور نہ ہی سائرہ کے پاس اور نہ ہی پروفیسر سعید کے پاس کل کی طرح آج بھی موسم ابر آلود تھا لیکن فضا میں کچھ گھٹن کا احساس غالب تھا شاید بارش ہونے والی تھی میں نے آسمان کی طرف نگاہ ڈورائی سیاہ سفید بادلوں نے پورے آسمان کو اپنے حصار میں لے رکھا تھا فضا پر عجیب طرح کا سکوت طاری تھا ہوا کا کہیں گزر نہیں ہو رہا تھا۔ میں مقررہ وقت پر رانا ہاؤس پہنچ گئی کال کی طرح آج بھی پوری کوٹھی پر خاموشی کے بادل چھائے ہوئے تھے آج بھی مسٹر اینڈ مسز سعید رانا نے میرا استقبال اسٹڈی روم میں کیا کیا کل اور آج میں فرق صرف یہ تھا کہ پروفیسر سعید کے چہرے پر موٹے شیشے والی عینک غائب تھی اور اس کی جگہ کالے شیشوں کی عینک موجود تھی اور سائرہ کل کے مقابلے میں آج بھی زیادہ پریشان نظر آرہی تھی اس کی ایک ایک جنبش سے اس کی انتظاری کیفیت کا اظہار ہو رہا تھا۔

آیئے مس انعم تشریف لایئے۔ پروفیسر سعید مسکراتے ہوئے مجھے خوش آمدید کہہ رہے تھے۔ لیکن ان کے حلق سے برآمد ہونے والی آواز قطعی ان کی نہیں تھی یوں لگ رہا تھا جیسے تین پروفیسر سعید رانا اکھٹے ہو کر بول رہے ہوں چہرے پر موجود مسکراہٹ کسی بھی طرح کے تاثرات کا ساتھ نہیں دے پا رہی تھی لیکن میں نے کوئی خاص توجہ نہیں دی اس لیے کہ میں کسی بھی غیر متوقع پریشان کن صورت حال کا تصور بھی لے کر نہیں آئی تھی۔ میں تو محض ایک اسٹوڈنٹ کی حیثیت سے ایک اسائنمنٹ میں انٹرسٹ لے رہی تھی اور بس یوں ہی یہ میری فیلڈ نہیں تھی صرف دلچسپی تھی اور تجسس تھا جو مجھے بے چین کئے دے رہا تھا کل کی طرح آج بھی مورتی سامنے میز پر دھری ہوئی تھی میں اور سائرہ صوفے پر جا بیٹھے جبکہ پروفیسر سعید میز کے عقبی جانب رکھے کاؤچ کی سمت بڑھ گئے تھے۔

کل کی طرح آج بھی ہم اس مورتی کے بارے میں ڈسکس کریں گے لیکن ذاتی طور پر میں سمجھتی ہوں کہ دو سو سال پہلے پیش آنے والے حالات و واقعات جو بھی ہوں کسی ایسی تہذیب سے متعلق جو کا لعدم قرار پا چکی ہوں انکے بارے میں ہم قیافہ ہی تو کام لے سکتے ہیں لیکن اصل حقیقت نہیں جان سکتے میں نے پروفیسر سعید کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔ میرا خیال تھا کہ وہ میری تائید کریں گے لیکن ایسا ہوا نہیں

نہیں نہیں مس انعم شاید اس حد تک آپ درست کہہ رہی ہوں لیکن اس مورتی سے متعلق جو معلومات میں آپ کو دوں گا وہ سو فیصد حقیقت پر مبنی ہوں گی سرسراتے ہوئے انداز میں پروفیسر سعید گویا ہوئے وادی کیلاش آج بھی اس قدر اسرار میں ڈوبی ہوئی ہے جیسی آج سے کئی سو سال پہلے تھے اس کی تہذیب زیادہ پرانی نہیں ہے آج سے تقریباً دو سو سال یہ وادی ایک مختصر انسانی بستی پر مشتمل تھی لوگ دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہوتے تھے باہر کی دنیا سے ان کا کوئی رابطہ نہیں تھا سو وہ ایک دوسرے سے ہی اچھا برا تاؤ رکھتے تھے ان کے درمیان جھگڑے پیدا کرنے والا اور ان کے دلوں میں نفرت کے بیج بونے والا اور انہیں ایک دوسرے سے دور کرنے والا ایک سادھو تھا بدھ مت کا پیروکار اروند ایک ایسا سادھو تھا جو نہ جانے کتنے ہی مخفی علوم پر مکمل دسترس رکھتا تھا ایسے سادھو رشی بدھ ہمیشہ جنگلوں اور سنسان علاقوں کا رخ کرتے ہیں اروند کو بھی اپنے علم کی تکمیل کے لیے کسی پرسکون جگہ کی تلاش تھی اور اس کی تکمیل

www.pdfbooksfree.pk
www.booksfree.net
www.urdutube.net
www.urdumovies.net

کے لیے کسی پرسکون جگہ کی تلاش تھی اور اس کی نظر انتخاب وادی کیلاش پر پڑی تھی لمبی لمبی جٹاؤں والا یہ میلا کچیلا بدھ سادھو پہلے پہل وہاں کے لوگوں کی سخت نظر کا نشانہ بنا لوگوں نے اس کی بے جا مداخلت کا سخت برا منایا لیکن وہ مستقل مزاجی سے ان کے سخت رویے کو سہتا رہا اور وہاں کے لوگوں کی مشکلات کو سمجھ کر ان کا توڑ کرنا شروع کر دیا تو لوگ دھیرے دھیرے اس کے معتقد ہوتے گئے پھر ایک وقت ایسا آیا کہ اس نے اپنے علوم کا منفی روپ لوگوں کو دیکھانا شروع کر دیا۔ کیلاش کی ایک حسین ترین عورت مہبل پر اس کا دل آ گیا مہبل ایک کسان کی بیوی تھی بے اولاد تھی فطرتاً قدرے ہر جائی طبیعت رکھتی تھی جب اس نے سادھو کی دوم سٹی تو اپنا حدی سے گر سادھو کے پاس گئی اور یہی وہ دن تھا جب سادھو اوتما نے اپنے گندے علم کا جال پھیلا کر اسے اپنے قبضے میں کر لیا۔ اسے اپنے علم کی تکمیل کے لیے ایک جوان خوبصورت عورت کی ضرورت تھی اور مہبل کی صورت میں اس کی یہ ضرورت پوری ہوگئی اس نے مہبل سے اس کے وجود کا اختیار مانگا وہ اولاد کی طلب گار تھی اس لیے سادھو کے ہر جائز ناجائز مطالبے پر سر تسلیم خم کرتی گئی سادھو اس کے جسم و روح کو میلا تو کر ہی چکا تھا کچھ ہی عرصہ میں اس نے مہبل کو اپنا شریک راز بنا لیا اس نے مہبل کو بتایا کہ وہ ایک ایسا عمل کر رہا ہے جس کے مکمل ہونے کے بعد وہ ابدی زندگی پا لے گا لیکن اس عمل میں اسے انسانی خون درکار ہوگا۔ مہبل نے اسے مایوس نہیں کیا بلکہ وہ کچھ کیا جو اس نے چاہا۔ سادھو نے اس کی عدم موجودگی میں اس کی مورتی بنائی اس کے وجود میں تمام جوڑ موجود تھے جس طرح زندہ انسانی وجود میں ہوتے ہیں اس نے ہر جوڑ کر مہبل سے حاصل کردہ خون سے جوڑا لیکن ایک غلطی وہ کر گیا جس وقت وہ مورتی کا مسئلہ سر بنا رہا تھا اس وقت اس کے عمل میں غلطی ہوگئی وہ مورتی کا سر تو بنا چکا تھا لیکن ابھی وہ خالی ہی تھا عمل الٹا ہونے کے باعث مہبل پر شیطانی طاقتوں نے قبضہ کر لیا ان طاقتوں کا پہلا نشانہ ارونڈ ہی تھا اسے اپنی جان خطرے میں نظر آ رہی تھی یہ خوبصورت بلا جواب شیطانی قوتوں کے زیر تسلط تھی کسی بھی وقت اسے راہ عدم کر سکتی تھی سو اس نے مہبل کے خالی کاسہ سر میں قید کر دیا لیکن مہبل کی قید صرف تب تک ہی برقرار رہ سکتی تھی جب تک یہ مورتی سلامت رہتی جوں ہی اس مورتی کے سر میں ہلکا سا بھی شگاف پڑا مہبل کی روح آزاد ہو جائے گی اور اس کے بعد جو کچھ ہوگا اچھا نہیں ہوگا

پروفیسر بعد رانا یہ ہو کر خاموش ہو گئے سیاہ شیشوں کا چشمہ بدستور انکی آنکھوں پر موجود تھا کمرے کے اندر دن کا سیاہ چشمہ لگا کر بیٹھنا مجھے بہت عجیب سا محسوس ہو رہا تھا وہ کارچ سے اٹھ کر رائٹنگ ٹیبل کی طرف گئے میز پر رکھا ہوا پانی کا گلاس اٹھا کر لبوں سے لگا لیا۔ انتہائی غور سے دیکھو مورتی کا کاسہ سر ٹوٹا ہوا ہے سڑہ نے سرگوشی کے سے انداز میں کہا اس کی آواز میں ایک محسوس کی جانے والی کپکپاہٹ تھی میں نے چونک کر پہلے اس کی طرف دیکھا اور پھر مورتی کی طرف پہلے میں نے وجہ نہیں دی تھی اب غور کیا تو پتہ چلا کہ مورتی کا چہرہ تو سلامت ہے لیکن پیشانی سے تھوڑا پیچھے اس کے سر میں ایک شگاف تھا۔ مورتی کی آنکھیں بالکل مردہ اور بے جان تھیں میرے ہاتھوں پیروں میں عجیب طرح کی سنسناہٹ دوڑنے لگی رگوں میں خون کی جگہ برف کا گمان ہو رہا تھا میں اور سڑہ دونوں سیاکت بیٹھی ہوئی مورتی کی طرف دیکھے جا رہی تھی دونوں کے احساسات پر خوف کی لہر جمی ہوئی تھی ہر گزرنے والا

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material

لمحہ دہشت کا پرت در پرت کھولے جا رہا تھا۔

آج یہ مورتی سائرہ کے ہاتھ سے گری اور سر میں پڑنے والے شگاف نے دوسو سال کے بعد مہبل کو آزادی دے دی شیطانی طاقتیں ہر لمحہ اس کی ہمنوا اور محافظ تھیں مہبل کی روح طاقت میں کئی گناہ زیادہ ہو چکی ہے۔ اور اب وہ نئی زندگی پانے کی خاطر کچھ بھی کر گزرے گی پروفیسر سود نے کاوچ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

سر یہ بوجھ آپ نے بتایا ہے آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ سب حقیقت پر مبنی ہیں مجھے تو یہ سب محض ایک کہانی لگ رہی ہے خوف اپنی جگہ لیکن آج سے دوسو سال پہلے پیش آنے والے واقعات کو کوئی اتنے حتمی انداز میں کیسے بیان کر سکتا ہے جبکہ اس کے پاس ایسا کوئی ثبوت موجود نہ ہو۔

مس انعم میں ثابت کر سکتا ہوں کہ سب سچ ہے پروفیسر سعید اب بھی اپنی بات پر قائم تھے۔

سر آرکیالوجسٹ کسی قدیم تہذیب سے منسلک چیز کے بارے مین یہ تو بتا سکتے ہیں کہ وہ کتنی پرانی ہے کس قسم کے طرز زندگی کے حامل لوگوں سے تعلق رکھتی ہے لیکن وہ یہ نہیں بتا سکتے کہ اس دور میں کسی قسم کے حالات وواقعات درپیش رہے پھر آپ آج سے دوسو سال پہلے پیش آنے والے واقعات کے بارے میں کس طرح حتمی طور پر کچھ کہہ سکتے ہیں میرے سوال کے جواب میں پروفیسر سعید نے خاموشی اختیار کر لی انہوں نے آنکھوں سے چشمہ اتار کر سامنے ٹیبل پر رکھا کچھ دیر یونہی سر جھکائے بیٹھے رہے نجانے کس سوچ میں گم رہے میں اور سائرہ پوری طرح پروفیسر سعید کی جانب متوجہ تھیں دونوں ہی کے ذہن ایک نقطے پر مرکوز تھے اور پھر جب پروفیسر سعید رانا نے سر اٹھا کر ہماری جانب دیکھا تو وہ دونوں کے حلق سے ایک ساتھ گھٹی گھٹی چیخیں بلند ہوتی گئیں قدرے فاصلے پر ہونے کے باوجود ہم دونوں نے ہی دیکھ لیا تھا پروفیسر سعید رانا کی آنکھیں انکی آنکھیں نہیں تھیں۔ مورتی کی آنکھوں کی ساری چمک پروفیسر کی آنکھوں میں در آئی تھی ان کے ہونٹوں پر خوفناک مسکراہٹ ہلورے لے رہی تھی آنکھیں غیر معمولی حد تک پھیلی ہوئی تھیں اور پتلی پر ہلکی نیلے رنگ کی ایک جھلی سی نمودار ہو چکی تھی وہ کاوچ پر سے اٹھ کر ہماری جانب بڑھے جب سورج بارہ برج کا دورطے کرنے کے بعد برج حمل کے نقطہ اول میں داخل ہوتا ہے اس وقت دن اور رات برابر ہوتے ہیں اس برج میں آفتاب کو انیس درجہ کا شرف ہوتا ہے اس ساعت میں ایک صدی میں صرف ایک بچہ جنم لیتا ہے آج سے دوسو سال پہلے اس ساعت میں مہبل نے جنم لیا تھا اور اس صدی میں جانتی ہو کون اس ساعت میں عدم سے وجود میں آئی تم انعم تم پروفیسر سعید نے میری جانب اشارہ کرتے ہوئے عجیب غیر انسانی آواز میں کہا انہیں اپنی جانب بڑھتا ہوا دیکھ کر میں اور سائرہ دونوں ہی گھبرا کر اٹھ کھڑی ہوئی تھیں سائرہ کی کیفیت سے تو میں بے خبر تھی لیکن خود میرا ذہن مجھے بار بار وہاں سے بھاگ جانے کو کہہ رہا تھا لیکن یہ محض میرے دماغ کی سوچ تھی میں خود پر اختیار نہیں رکھتی تھی میرے پاؤں زمین سے اٹھنے میں ناکام رہے تھے پورا وجود ہی حرکت کرنے سے انکاری تھا میں چیخنا چاہتی تھی لیکن حلق کی جگہ گلے میں کسی چیختی ہوئی خشک لکڑی کا گمان ہو رہا تھا اتنی دیر میں پروفیسر سعید میرے بالکل قریب آ چکے تھے اگلے ہی لمحے میرے بال ان کی مضبوط مٹھی کی گرفت میں تھے شدت کرب سے میری آنکھوں میں آنسو تھے۔

سر۔ سر۔ پلیز یہ آپ کیا کر رہے ہیں میں تکلیف کی زیادتی سے کراہتے ہوئے کہا۔ شاید

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material
www.booksquare.net
www.urdutube.net
www.urdumovies.net

سائرہ کو بھی ہوش آ گیا تھا یکدم تیزی سے ہماری طرف بڑھی اور اس نے آگے بڑھ کر پروفیسر کا بازو مضبوطی سے تھام لیا۔

سعید۔سعید یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔ چھوڑیں اسے۔وہ مجھے پروفیسر کی گرفت سے چھڑانے کی ناکام سعی کر رہی تھی پروفیسر سعید اس وقت ایک انسان نہیں عفریت لگ رہے تھے اور بیک وقت دس افراد کے لیے تن تنہا کافی تھے پھر ان کے سامنے ہم کیا جوڑ رکھتی تھیں لیکن سائرہ نے کوشش ترک نہیں کی کچھ دیر تک تو پروفیسر کے اسے درخور اعتنا نہیں جانا لیکن جب سائرہ مسلسل مجھے ان کی گرفت سے آزاد کرانے کی کوشش میں لگی رہی تو انہوں نے ایک جھٹکے سے اسے پرے دھکیلا وہ کسی گرپانی مانند کئی فٹ دور جا گری اور شاید ہوش وخرد سے بیگانہ ہو چکی تھی پروفیسر نے ایک جھٹکے سے میرا چہرہ اوپر اٹھایا اف خدایا ان کی آنکھیں ہزاروں وولٹ کے بلب کی طرح چمک رہی تھیں انتہائی قریب سے ان کا چہرہ دیکھ کر میں تھرتھر کانپ کر رہ گئی انہوں نے ایک ہاتھ سے میرے چہرے کو سختی سے دبا کر میرا چہرہ اٹھایا اور جھک کر میرے ہونٹوں کو چھونے کی کوشش کرنے لگے میں نے ہاتھ سے ان کا چہرہ پیچھے کرنے کی کوشش کی میں نے ہاتھ پاؤں مارے لیکن بے سود رہی پوری طاقت سے صرف کرنے کے باوجود میں ان کو ایک انچ بھی پیچھے نہ ہٹا سکی پروفیسر سعید کسی بھینسے کی طرح ڈکرانے لگے ان کی ایک ایک جنبش سے ایک عجیب طرح کا اضطرار جھلک رہا تھا یوں جیسے کوئی انتہائی مشکل لیکن ضروری کام نمٹانا چاہتے ہو ں لیکن اس میں تاخیر ہو رہی ہو۔جس قدر خود کو چھڑانے کی کوشش کرتی وہ اسی قدر غصہ میں آ جاتے ان کے منہ سے غیر بننے لگا تھا پورے وجود پر عجیب کیفیت طاری تھی انہوں نے ایک بار پھر سختی سے میرا منہ کھول کر اپنے ہونٹ میرے ہونٹوں پر رکھنے کی کوشش کی یوں لگتا تھا جیسے وہ اپنے منہ سے کوئی چیز میرے حلق کے ذریعے میرے وجود میں داخل کرنا چاہتے تھے میں مستقل اپنے آپ کو چھڑانے کی کوشش کر رہی تھی لیکن اب میری مزاحمت بھی دم توڑتی جا رہی تھی میں ان کی جسمانی طاقت سے مغلوب ہوتی جا رہی تھی۔

میں ابدی زندگی پانا چاہتی تھی اس لیے مجھے تمہاری وجود کی ضرورت ہے پورے دو سو سال کے بعد آج آزادی ملی ہے۔ایک پھٹی ہوئی پرمسرت آواز پروفیسر سعید کے حلق سے برآمد ہوئی میں نے انہیں اپنی پوری طاقت صرف کر کے خود سے الگ کرنا چاہا لیکن ناکام رہی میری کوششیں پروفیسر سعید کو سخت ناگوار گزر رہی تھیں مجھے بے بس کرنے کے لیے انہوں نے میرا سر دائیں جانب دیوار سے ٹکرا دیا میرا دماغ بھنبھنا کر رہ گیا آنکھوں کے آگے کوندے سے لپک کر معدوم ہو گئے لیکن میں نے پھر بھی ہمت نہیں ہاری میرے لیے سب سے زیادہ اہمیت ان چند لمحات کی تھی جن میں میری انیس آمد ورفت کا فرض ادا کر رہی تھیں انہیں چند لمحات میں کچھ کر سکتی تھی سو میں نے اپنے ذہن کو صرف ایک نقطے پر مرکوز کر لیا مجھے ہر حالت میں پروفیسر سعید سے خود کو چھڑانا ہے اپنی جان بچانی ہے میں نے اپنے دونوں ہاتھ ان کے سینے پر رکھ کر اپنی پوری طاقت سے انہیں پیچھے کی طرف دھکیلا اور اس بار شاید انکی گرفت قدرے ڈھیلی تھی کہ میں ایک جھٹکے سے ان سے الگ ہو گئی اور اپنی ہی جھونک میں پیچھے کی طرف رکھے میز پر پشت کے بل جا گری میرے جسم سے ٹکرا کر میز پر رکھی ہوئی مورتی نیچے زمین پر جا گری پروفیسر سعید جو نہایت خونخوار انداز میں میری جانب بڑھ رہے تھے یکدم رک گئے ان کے چہرے پر شدید کرب کے آثار

www.pdfbooksfree.pk

موجود تھے میری نظر ان کے پاؤں پر جا پڑی جسے وہ ہلکے ہلکے جھٹک رہے تھے اور اگلے ہی لمحے میں نے ایک غیر یقینی منظر دیکھا ان کا پاؤں ایک جسم سے الگ ہو کر نیچے جا گرا تھا بالکل ایسے جیسے وہ انکے وجود کا حصہ ہی نہ ہو پھر موم کی طرح پگھل کر ایک ملغوے کی شکل اختیار کر گیا۔ وہ گیا گیا تم نے بہت برا کیا بہت ہی برا کیا پروفیسر لڑکھڑاتے ہوئے میری طرف بڑھے لیکن اب ان کا دوسرا پاؤں بھی ان کے جسم سے الگ ہو چکا تھا اور وہ بھی گل سڑ کر عجیب سی شکل اختیار کرتا جا رہا تھا۔ بن پاؤں کے پروفیسر کے لیے اپنے وجود کو توازن میں رکھنا ناممکن ہو گیا تھا انتہائی بلند آواز کے ساتھ وہ زمین بوس ہو گئے ان کے حلق سے کریہہ چیخیں بلند ہو رہی تھیں یوں جیسے کئی بدروحیں بین کر رہی ہوں ان کا وجود چیخ رہا تھا یوں جیسے کانچ کا بنا ہوا ان کا بے حد قریب وہ منحوس مورتی پڑی تھی عجیب اسرار تھا مورتی کے وجود سے ایک پاؤں غائب تھا ان کی جگہ زمین پر کالے رنگ کا سیال پڑا تھا اس کا ایک جوتا الگ ہو چکا تھا اور پورے وجود پر دراڑیں پڑ رہی تھیں میں اپنی دگرگوں حالت بھول کر کبھی مورتی کو اور کبھی پروفیسر سعید کو دیکھے جا رہی تھی مورتی کا سارا وجود یوں تبخیش کر رہا تھا جیسے نوزائیدہ بچے ہاتھ پاؤں چلاتے ہیں لیکن اس کے حلق سے بھی وہی آوازیں برآمد ہو رہی تھیں جیسی پروفیسر کے حلق سے آہستہ آہستہ پروفیسر کا جسم گلے سڑے گوشت اور خون کے ملغوے کی شکل اختیار کرتا گیا اور مورتی کا وجود گاڑھے سیال کی صورت اختیار کر گیا کچھ ہی دیر بعد وہاں کچھ نہیں تھا محض ایک گاڑھا ملغوہ تھا جو قالین پر بکھرا ہوا تھا میں نے ایک نظر بے ہوش پڑی سائرہ پر ڈالی اور تیزی سے اسٹڈی روم سے نکل کر کوریڈور سے ہوتی ہوئی مین روڈ پر آ گئی زبن کسی طور پر یہ سب تسلیم کرنے کو تیار نہیں تھا۔ جو کچھ آنکھیں دیکھ چکی تھیں مہبل کی بدروح نے پروفیسر صاحب کے وجود پر قبضہ جما کر اپنے ناپاک ارادوں کی تکمیل چاہی تھی وہ اپنی اس کوشش تو ناکام رہی لیکن اس نے پروفیسر سے اپنی آزادی کا خراج ضرور وصول کر لیا تھا بے چارے پروفیسر سعید ایک بدروح کا نشانہ بن گئے تھے۔

قارئین کرام کیسی لگی میری کہانی اپنی رائے سے مجھے ضرور نوازیئے گا۔ مجھے آپ کی رائے کا شدت سے انتظار رہے گا۔

دل سوچ کا پنچرہ ہے اک بار ہی کھلتا ہے
دل پیار کا پنچھی ہے اک بار ہی ملتا ہے
دل یاد کا بادل ہے بے انت برستا ہے
دل پیار کا بھوکا ہے اوروں کو ترستا ہے
دل سوچ کا دریا ہے سینے سے نکلتا ہے
دل برف کا تودا ہے جمتا نہ پگھلتا ہے
دل سیپ کا موتی ہے نظروں میں چمکتا ہے
دل پیار کا دریا ہے بے تاب سا بہتا ہے
دل روپ کا ٹکڑا ہے بے چین سا رہتا ہے

سید تصور شاہ۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ

اداس شاموں میں لوٹ کر وہ آنا بھول جاتا ہے
کر کے خفا مجھ کو وہ منانا بھول جاتا ہے
انہی اداؤں نے اس کی مجھے بدنام کر ڈالا ہے
وہ لکھ کر نام دیواروں پہ پھر مٹانا بھول جاتا ہے
مت پوچھ محبت میں لاپروائی ہی کے لیے کرتا ہوں
ستم وہ مرہم لگانا بھول جاتا ہے
حسین دلچسپ منظر ہے اس کی یادوں کا
وہ جب بھی یاد آتا ہے زمانہ بھول جاتا ہے

(ملک محمد وسیم طاہر ڈھکو، ساہیوال)

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material
www.booksfree.net
www.urdutube.net
www.urdumovies.net

بازی گر

---تحریر: وارث آصف خان نیازی۔ واں بھچراں۔قسط نمبرا

مجھے ایک چیخ سنائی دی اور تیزی سے کوئی وجود میرے اوپر گرا وہ وجود اتنا زور سے میرے اوپر گرا کہ میں اس میں دب کر رہ گیا۔ وہ وجود تیزی سے اٹھا تو میں نے غور سے دیکھا وہ جلالی بابا ہی تھے اور اس وقت ان کا چہرہ مارے خوف کے تندور بن چکا تھا میں نے سوالیہ نظروں سے ان کی طرف دیکھا تو انہوں نے منمناتے ہوئے مجھے دیکھا اور تیزی سے اٹھ کر سامنے سے بھاگ کھڑے ہوئے میں نے حیرانگی سے انکو بھاگتا ہوا دیکھا تو میں تیزی سے اٹھا اور بیڈ روم کی طرف آ کر اندر کا دہشت ناک منظر دیکھ کر میری روح فنا ہوگئی میرے سامنے کمرے کا انتہائی خونخوار اور کراہت آمیز منظر تھا کمرے میں ہر طرف خون ہی خون تھا ایک طرف کٹے پھٹے جانور کا مرکب پڑا ہوا تھا ان میں سے کچھ اجزا کتے کے تھے کیونکہ اس کی تھوتھنی برابر پڑی تھی کمرے میں پانچ چھ چگاڈریں بھی سکڑی ہوئی مردہ حالت میں پڑی تھیں ان کے جسم کسی نوکدار چیز سے چیرے ہوئے تھے اور اتنے بھیانک انداز میں کہ انکی آنتیں تک کٹی ہوئی تھیں یہ منظر اس قدر دہشت ناک اور خونچکاں تھا کہ میں کانپ کر رہ گیا اچانک کمرے میں دھواں سا بھرنے لگا اتنے میں میری نگاہ ان کٹے ہوئے سر کی جانب پڑی تو مجھے گمان ہوا کہ جیسے بلی کی اکلوتی آنکھ جھپکی ہو اکلوتی اس لیے کہ دوسری آنکھ کی جگہ خالی گڑھا سا موجود تھا۔ پھر اچانک ہوا کا منظر ابھرا اسے دیکھ کر میری رگوں میں دوڑتا ہوا لہو دل کی دھڑکن مدہم اور دل سینے کا حصار توڑ کر باہر آنے کا اختیار کرتا ہوا محسوس ہوا کیونکہ میرے سامنے جو مردہ جانوروں کے اعضا بکھرے پڑے تھے وہ ایک دم سے جیسے زندہ ہو گئے اور حرکت کرنے لگے مردہ چمگاڈریں جن کا سر ایک طرف بدقسمتی کی داستان رقم کر رہا تھا اور آنتیں دوسری طرف بے بسی کا رونا رو رہی تھیں اک دم سے اڑیں اور کمرے کے چکر کاٹنے لگیں بلی کی باہر نکلی ہوئی زبان جیسے کسی نے نہایت مہارت سے درمیان میں سے کاٹ کر دو شاخہ بنا دیا بالکل سانپ کی زبان کی طرح وہ تیزی سے اندر باہر ہونے لگی یہ دیکھ کر میرے پاس اس کے علاوہ کوئی اور چارہ نہیں تھا کہ میں جلالی بابا کی طرح اپنے مخصوص حلیے میں آ کر یہاں سے نو دو گیارہ ہو جاؤں۔ تب مجھ پر یہ روح فرسا انکشاف ہوا کہ قدموں نے دماغ کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا ہے اچانک میرے پاس موجود کالے رنگ کے کتے کی کھوپڑی جانے کیسے زندہ ہوئی اور میرے قدموں سے چمٹ گئی جیسے التجا کر رہی ہو کہ خان صاحب ہمیں اکیلا چھوڑ کر کہاں چل دیئے کھوپڑی کو چمٹتا ہوا دیکھ کر خوف و اذیت کے احساس نے گویا میرے اوسان پر بجلی گرا دی میں نے تیزی سے اس کھوپڑی کو جھٹکا اور اتنی تیزی سے بھاگا کہ جلالی بابا کے آستانہ جلال پر جا کر ہی دم لیا سانس دھونکنی کی طرح چل رہا تھا۔ ایک سنسنی خیز کہانی۔

آجا — وے آجا تیریاں آدیکاں لایاں میں۔ — اچانک دروازے پر دستک ہوئی تو میں نے نہایت
اونچی آواز میں اپنا فیورٹ گانا سنتے ہوئے۔ — غصہ سے دروازے کی طرف دیکھا اپنا فیورٹ گانا

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material



www.pdfbooksfree.pk

سنتے ہوئے مجھے اس وقت کسی کی آمد نہایت ناگوار گزری تھی چند لمحے تک تو میں تذبذب کے عالم میں دروازے کی طرف دیکھتا رہا پھر جب دوسری دفعہ دستک ہوئی تو چار و ناچار مجھے اٹھنا پڑا اٹھ کر دروازے کے اندر بنے ہوئے سوراخ سے باہر جھانکا تو دروازے کے دوسری طرف کھڑے اس انسان کو دیکھ کر میرے ہوش اڑ گئے وہ حکیم صاحب تھے جو اپنا لمبوترا چہرہ لیے حاضر خدمت تھے میں نے کمرے میں نظر دوڑائی اور بھاگنے کا کوئی ذریعہ تلاش کیا مگر بند کمرے سے میں کیسے بھاگ سکتا تھا بھاگنے کے لیے دروازہ ہی تھا جس میں حکیم صاحب خود موجود تھے میں اسی کشمکش میں تھا کہ دوبارہ دروازہ کھولوں کہ نہیں کہ اچانک تیسری بار مسلسل بیل بجی تو مجبوراً مجھے دروازہ کھولنا پڑا مگر ساتھ ہی بظاہر چہرے پر مصنوعی مسکراہٹ سجائے بڑے بڑے دل سے دروازہ کھولا اور حکیم صاحب کو اندر آنے کا اشارہ کیا کیونکہ اس کے علاوہ میرے پاس کوئی راستہ بھی تو نہ تھا۔

حکیم صاحب میرے مالک مکان ہوتے اور وہ بھی اپنے پورے حقوق کا استعمال کرنا اچھی طرح جانتے تھے پہلے میں اکثر یہ سوچتا تھا کہ اے خدا تو نے یہ کرایہ دار بھی یا مظلوم قوم بنائی ہے جو بے چارے ایک تو غیر لوگوں کے مکان رہ کر منت میں دیکھ بھال کرتی ہے بلکہ اپنی جیب سے کرایہ الگ ادا کرتی ہے اور گر کہیں بھی مالک مکان نظر آ جائے تو خود بخود جھک جاتی ہے اس کے علاوہ اگر مالک مکان ساتھ رہتا ہے تو اس کے لئے سید ھے مطالبات الگ سے پورے کرو تیز میوزک نہ سنو شور مت کرو ٹی وی کم آواز میں لگاؤ اور اوپر سے اگر بچے گھر میں آ جائیں تو ان سے کہو کہ وہ اچھل کود نہ کریں غرض کرایہ دار کافی مشکل میں رہتا ہے ایک دن کرایہ کیا لیٹ ہوا مالک مکان کی دھمکیاں الگ سننا پڑتی ہیں کہ مکان خالی کروالوں گا سمجھے تم جیسے دو ٹکے کے ٹکے کرایہ دار مجھے نہیں ضرورت اور اگر کوئی جھگڑا ہو جائے تو محلے والے بھی قصور ہو تب بھی مالک مکان کا ہی ساتھ دیتے ہیں اکثر کرایہ دار اپنے سابقہ کرائے کے گھر سے ٹھنڈی آہیں بھر کر گزرتے ہیں کہ کبھی ہم میں تم میں قرار تھا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو۔ اور جب حکیم صاحب نے کرائے میں اضافے کی بات کر دی تو میں بھڑک اٹھا اور کہہ دیا۔

ابھی دو ماہ پہلے ہی تو آپ نے پورے پانچ سو روپے ماہوار کا اضافہ کیا تھا اور اب جمعہ جمعہ آٹھ دن بھی نہیں ہوئے اور آپ پھر سے کرایہ بڑھا رہے ہیں میری بات سن کر حکیم صاحب بولے۔

وہ کیا ہے نا بر خوردار کہ مہنگائی کافی بڑھ گئی ہے اوپر سے پرائیوٹ سکولز میں بچوں کو داخل کرا رکھا ہے کیونکہ گورنمنٹ کے سکولز میں بچوں کو داخل کرنے کا مطلب بھیڑ بکریوں کے باڑے میں اولاد کو نکما ہونے کے لیے چھوڑنا ہے اور بھی کافی شادی مرنا ہو جاتا ہے تو بھلا تم بتاؤ میں کیا کروں ہاں کتنا خرچہ ہو جاتا ہے اس لیے اگر میں نے کرائے میں اضافے کی بات کر دی تو کون سی قیامت آ گئی تم سوچ لو برخوردار مجھے کرایہ دار بہت اور تمہیں۔۔

مکان بہت۔۔۔ میں نے جملہ پورا کیا کیونکہ میں یہ جملہ بار ہا سن چکا تھا پھر حکیم صاحب کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب میں نے واقعی کہہ دیا ٹھیک ہے میں پہلی کو یہ مکان خالی کر دوں گا۔ خیر حکیم صاحب تو اپنے مطلب چلے گئے اور میں سوچ میں پڑ گیا کہ اب کدھر جاؤں گا اور اتنی آسانی سے مکان بھی نہیں ملے گا جہاں میں یکسوئی سے کام کر سکوں کیونکہ اک تو میں مصور تھا اور ایک مصور کے لیے تنہائی کافی ضروری کیونکہ مصور ہو یا رائٹر خاموشی جب تک نہ ہو تخیل کی کارفرمائی میں اثر پڑتا ہے۔

بہر حال میں اسی وقت اپنے دوست کی طرف روانہ ہو گیا کیونکہ اس بھری دنیا میں میرا دوست

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material
www.bookstube.net
www.urdutube.net
www.urdumovies.net

عبداللہ ہی میرا واحد سہارا تھا میرے والدین بچپن میں ہی فوت ہو گئے تھے اک بوڑھی سی غیر عورت نے مجھ پر ترس کھا کر مجھے آسرا دیا پالا پوسا اور پڑھایا لکھایا کچھ عرصہ پہلے وہ بھی مجھے چھوڑ کر جا چکی تھی میرا اپنا کوئی گھر نہ تھا جدھر میں رہتا بس ساری زندگی دردر کی ٹھوکریں کھائی تھیں ایسے میں مجھے عبداللہ ملا عبداللہ کا والد زندہ نہیں تھا ایک ماں تھی اس کی اور وہ اسی کے ساتھ زندگی کے دن گزار رہا تھا وہ اور میں ایک ہی شہر میں رہتے تھے اس نے مجھ سے بہت کیا کہ ہمارے گھر شفٹ ہو جاؤ اس کی ماں نے تو لاکھ ترلے کئے تھے مگر میں کسی پر بوجھ نہیں بننا چاہتا تھا اور سب سے بڑا مسئلہ میری مصوری تھی جس کے لیے میرا اکیلا ہی رہنا مناسب تھا سو عبداللہ اور اس کیمان نے میری عادت کو دیکھ کر چپ سادھ لی البتہ وہ ہفتے میں ایک آدھ دفعہ لازمی کھانا میرے لیے بھجواتے تھے یا میری دعوت کرتے تھے اور میں ان کے گھر جا کر کھا لیتا تھا میں عبداللہ کی طرف گیا وہ اپنے مکان میں ہی تھا مختصر سے الفاظ میں میں نے اسے تمام کہانی بتائی اور اس سے گزارش کی کہ وہ مجھے کوئی نیا مکان لے کر دے اس نے نیا مکان لے کر دینے کی بجائے مجھے اپنے ہی گھر میں رہنے کا مشورہ دے دیا میں نے اسے پھر تی سے منع کیا مگر وہ نہ مانا اور بڑا اصرار کرنے لگا کہ میں بھی اپنی دھن کا پکا تھا سو میں نہ مانا بہ حال وہ مجبور ہو کر میرے ساتھ چل دیا اور شام ڈھلنے تک اس نے کئی مکان مجھے دکھائی مگر کہیں کرایہ زیادہ اور کہیں مکان اور کرایہ مناسب مگر ارد گرد شور جو کہ میرے کام میں سب سے بڑی رکاوٹ تھی اور اس شور وغل میں کوئی بھی دماغی کام ہونا ناممکن تھا پھر ایک مکان مجھے عبداللہ نے دکھایا غالباً اس نے سوچا تھا کہ آریان احسن خان اس کے دروازے سے ہی لوٹ جائے گا مگر جب میں مکان دیکھا تو خوشی سے پاگل ہو گیا اس قدر ویران اور اجاڑ مکان میں نے زندگی میں نہیں دیکھا تھا

میں نے خوشی کے عالم میں مالک مکان کو دو ماہ کا کرایہ ایڈوانس ادا کر دیا۔ جسے دیکھ کر وہ مالک مکان بھی خوشی سے پھولے نہ سمایا شاید اسے توقع نہ تھی کہ اس ویران مکان کو میں پسند کر کے دو ماہ کا کرایہ دوں گا میں کافی کوش ہو رہا تھا کہ واہ کیا جگہ ملی ہے جبکہ مالک مکان پیسے جیب میں رکھتے ہوئے جیسے زیر لب دبی دبی مسکراہٹ لیے سوچ رہا تھا کہ کمی نہیں غالب احمقوں کی اس دنیا میں ایک ڈھونڈو ہزار ملیں گے۔ اور اگلے ہفتے میں حکیم صاحب کو پرانا کرایہ ادا کر کے نئے مکان میں شفٹ ہو گیا اس مکان میں کل پانچ کمرے تھے جن میں سے دو میں تو تالے لگے ہوئے تھے جبکہ ایک کمرہ دوسرے کمروں کی نسبت لمبا تھا اس میں میں نے سامان رکھ دیا باقی سیدھے ہاتھ والے کمرے کو ڈرائنگ روم کے طور پر سیٹ کر دیا اور جو باقی بچا اسے میں نے بیڈ روم بنا لیا بیڈ روم میں کیا سجانا تھا ایک پلنگ اور ایک الماری باقی میرا کینوس اور مصوری کا سامان تھا بس اب جو میں نے سیٹنگ کی تو خیال آیا کہ اس اجاڑ مکان کی کافی عرصہ سے صفائی نہیں ہوئی ہے لہذا مجھے صفائی بھی کرنا چاہیے مگر ایک تو شفٹ ہونے کی وجہ سے آدمی آدھا ہو جاتا ہے اور پھر اوپر سے میری اکیلی جان پھر اس کمرے میں دھول و غبار جو نہ جانے کتنے عرصہ سے صفائی نہ ہونے کی وجہ سے رچ بس گئی تھی اور قدر زیادہ تھی کہ سانس لینا بھی دشوار میں نے کھڑکی کھولی تو یک لخت بدبو کا ایک جھونکا میری ناک سے ٹکرایا تو میں نے کھڑکی بند کرنے میں ہی عافیت سمجھی مگر اچانک ہوا اتنی تیز ہو گئی کہ کھڑکی کے دونوں پٹ آپ ہی آپ ادھر سے ادھر ہلنے لگے میں ڈر کر پیچھے ہٹ گیا تو کھڑکی کے سامنے موجود باغ اس وقت کچھ اور ہی منظر پیش کر رہا تھا اس میں موجود درخت ہوا کی زیادتی سے جھوم سے رہے تھے اور فضا میں سائیں سائیں کر پر زور آواز تھی اچانک بجلی بھی تھوڑے تھوڑے وقفے بعد چمکنے لگی

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material

اور پھر موسلا دھار بارش شروع ہوگئی یہ سب کچھ میرے لیے اچانک اور حیران کن تھا کہ اچانک ہی ہوا چلی اور اچانک ہی بارش اور پھر اس بارش مین دور کہیں کسی درخت پر بیٹھے الو کی منحوس آواز میرے کانوں سے ٹکرائی تو میرا جسم جیسے کانپ گیا اور مجھے خوف سے جھرجھری سی آئی انجانے خوف کے اس احساس کے ساتھ میں کھڑکی سے ہٹ گیا اور ڈرتے ڈرتے خود کو نیند کے حوالے کر دیا پھر جب اگلی صبح آئی تو پچھلی رات کے سارے فسانے کہیں روپوش ہو چکے تھے سویرے جب میں اٹھا تو رات کی ساری ہولناکی کو فراموش کر چکا تھا اور کمر باندھ کر میں گھر کی صفائی میں جت گیا تمام کمروں کی جان لیوا صفائی کے بعد میں اس باغ کی حالت زار کو دیکھنے میں مگن ہو گیا کہ کس طریقے سے اسے میں ٹھیک کروں وہ باغ ایک تو عدم توجہ اور دوسرا گردش ماہ و سال کے باعث ہر طرف بے ترتیبی اور ایسی ویرانی سی تھی کہ آدمی دن میں ڈر جائے درخت آپس میں گتھم گتھا سے ہو گئے تھے جگہ جگہ سوکھے پتوں کے ڈھیر جمع تھے جو ہوا کے دوش پر ایک مخصوص سی آواز پیدا کیئے ادھر ادھر اڑے جا رہے تھے اور جب بھی کبھی کوئی پتہ میرے قدموں تلے آتا تب پراسرار سی چرچراہٹ کی آواز سنائی دیتی جو رات تو رات دنمیں بھی بعض لوگوں کے لیے باعث خوف ہے باغ کے ساتھ ایک تالاب بھی تھا جو باغ کے عین وسط میں تھا اس تالاب کو دیکھ کر مجھے اک کہانی یاد آ گئی جس میں ایک ناگن رہا کرتی تھی اور وہ جسے مارنا چاہتی تھی اسے گھیر کر اس تالاب میں لے آتی اور پھر اسے مار ڈالتی شاید خون آشام ناگن نام تھا اس کہانی کا کہانی تو اچھی تھی مگر اس میں بے جا کردار تھے جو رنگ میں بھنگ ڈالتے رہے اس کہانی میں ایک اور سانپ بھی تھا جس کا نام ناگ راج تھا وہ کردار مجھے بے حد پسند آیا تھا اس انسان دوست ناگ راج کی وجہ سے ہی میں نے سانپوں سے ڈرنا چھوڑ دیا تھا اور ان کو آسانی سے مار دیا کرتا تھا ورنہ اس سے پہلے تو سانپ کو دیکھ کر میری روح فنا ہو جایا کرتی تھی بحرحال اس تالاب اور باغ اور ساتھ میں اپنے ویران مکان کو دیکھ کر مجھے واقعی میں ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے یہ سب اسی کہانی کا ہی جیتا جاگتا کوئی عملی نمونہ ہے اور اچانک ہی مجھے لگا کہ جیسے ابھی اس تالاب مین سے وہی ناگن نکلے گی اور مجھے گھیر کر اس تالاب میں لے جائے گی اور پھر میری لاش بھی گم ہو جائے گی ایسا خیال آتے ہی میرے بدن نے مارے ڈر کے جھرجھری لی اور میں نے تیزی سے سر جھٹکا میں نے دھیان ہٹا کر تالاب اور باغ کے مناظر کو ملا کر دیکھا تو مجھے احساس ہوا کہ یہ سب کافی دلفریب ہے مگر زیادہ مزہ تب تھا جب یہ باغ اپنی اصل حالت میں ہوتا تب مگر اب ادھر ویرانی تھی اور بس جو درخت تھے وہ بھی مرجھائے ہوئے تھے اور اپنے آپ پر ماتم کرتے ہوئے شہر خموشاں جیسا منظر دے رہے تھے جو یقیناً دل ہلا دینے والا تھا ہر طرف خشک پتے تھے ان درختوں میں ایک جھولا بھی تھا جو اپنی اصل رنگت کھو چکا تھا اور ساتھ ہی تھوڑا ٹیڑھا بھی ہو گیا تھا اور میں ابھی اس جھولے میں مگن تھا کہ اچانک دوسری طرف نظر پڑتے ہی میں نے ایک شے دیکھی تو میں گرتے گرتے بچا وہاں ایک قبر تھی جو بڑا بھیانک منظر پیش کر رہی تھی میں مارے خوف کے اس قبر کو دیکھنے لگا میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ میں جس گھر میں مجھے رہنا ہے وہاں خاموشی کی علامت قبر بھی ہو گی قبر دیکھ کر میں واقعی ڈر گیا تھا میری ساری خوشی کافور ہو گئی تھی اس ویرانگھر میں اک قبر کی موجودگی کافی خوفناک اور دہشت ناک تھی قبر کی موجودگی نے میرے ارادے متزلزل کر دیئے تھے مگر مسئلہ یہ تھا کہ اس طرح کا گھر مجھے پھر کہیں نہ ملتا میں اسی سوچ مین تالاب کے کنارے بیٹھ کر سوچوں کے سمندر میں غوطہ زن ہو گیا آخر تنگ آ کر میں نے فیصلہ کیا کہ قبر ہے تو کیا ہوا

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material

میں روزانہ اس پر حاضری دیا کروں گا فاتحہ پڑھا کروں گا اور پھر ایک مردہ انسان سے بھلا مجھے کیا تکلیف ہو سکتی تھی میں نے قبر کا معائنہ کرنے کا سوچا اور اٹھ کر قبر کے پاس آیا قبر کا کتبہ کافی صاف تھا اور اس پر پھول بھی پڑے تھے اگربتیوں کی مہک سے فضا معطر ہو رہی تھی پورے ماحول پر ایک نامانوس سی اداسی چھائی ہوئی تھی میں نے قریب جا کر کتبہ پڑھا یہ کسی لڑکی کی قبر تھی جس کا نام عالیہ تھا اور اس کی عمر چوبیس سال تھی جب وہ فوت ہوئی میں نے عالیہ کی قبر کو صاف کیا تو اچانک مٹی پر تازہ پاؤں کے نشانات دیکھ کر میں سہم گیا قبر کی مٹی اور ارد گرد کسی کے ننگے پاؤں چلنے کے نشانات واضح تھے ایسے لگتا تھا کہ جیسے کوئی واقعی میں ادھر موجود تھا مگر کون یہ میرے لیے اچھنبے کی بات تھی میں واقعی ڈر گیا تھا اس ویران گھر میں کسی خوفناک کہانی جیسا پس منظر اور پھر گھر میں موجود قبر جس پر تازہ قدموں کے نسان کسی بھی انسان کو ڈرانے کے لئے کافی تھے پھر میں نے سوچا کہ شاید یہ پاؤں کے نشانات کسی چور اچکے کے ہوں جو رات کو ادھر آیا ہو اس خیال سے میرا ڈرا ہوا ذہن جیسے اپنی اصلی حالت میں آنے لگا اور اس سے پہلے کہ مجھ پر مزید کچھ انکشافات ہوتے میں تیزی سے اس ماحول سے نکل کر کمرے میں آ گیا سوچنے لگا کہ یہ بنگلہ نما مکان جس نے کبھی بنایا تھا بڑے ارمانوں سے بنایا تھا مگر افسوس آج اس گھر میں رہنا نصیب نہیں ہوا تھا وہ شاید ادھر سے نہیں اور چلے گئے ہوں گے مگر کیوں یہ کیوں بھی بڑا عجیب لفظ ہے ہماری زبان میں کیوں کا جواب بڑے سے بڑا مفکر بھی نہ دے پایا اور اگر وہ جواب دینے میں کامیاب ہو جاتا تو ماضی کے عظیم عالیشان محلات جواب کھنڈر بن چکے ہیں وہ لہو گرماتی حسین لڑکیاں جو اب فقط ایک ڈھانچے کی شکل میں باقی بھی ہیں کہ نہیں اور وہ عہد رفتہ کے عظیم اور جلال والے بادشاہ جو کبھی اپنی ناک پر مکھی تک نہ ٹکنے دیتے تھے جن کا مشغلہ لوگوں کو زندہ جلا دینا ہو کے شیروں کے آگے چھوڑ دینا لوگوں کی کھوپڑیوں سے مینار بنانا وہ سب کہاں چلے گئے کہاں گئی انکی دہشت کہاں گیا ان کا اقتدار سب وقت کے ساتھ مٹی میں مل گیا۔

بحرحال میں شام تک اپنے سارے کام نمٹا چکا تھا اور اب میرا سونے کا ارادہ تھا کیونکہ میں دن کو میں کافی مصروف رہا اور آنے والی صبح میں نے رانا صاحب کی تصویر کو فائنل ٹچ دینا تھا سونے سے پہلے میں نے ڈیک پر اپنا فیورٹ گانا بروکن اینجل سنا اور پھر سو گیا۔ جانے پھر کیا ہوا کہ اور رات کا کون سا ٹائم تھا مجھے یاد نہیں ہے میں اس رات کسی کے پیچھے پیچھے چلا جا رہا تھا وہ کون تھا کیا تھا مجھے نہیں علم لیکن میں پھر بھی اس کے پیچھے چلا جا رہا تھا وہ جو بھی تھا سفید چادر میں ملبوس ایک عورت ذات تھی جو درمیانے قد کی مالک اور درمیانے جسم کی مالک تھی مگر وہ اس کفن نما لباس میں شکستہ قدموں سے یوں چل رہی تھی یہ مجھے نہیں معلوم تھا مگر میں نے اس کا تعاقب جاری رکھا اک دفعہ تو میری جان ہی نکل گئی جب اس پراسرار کفن پوش عورت نے میری جانب مڑ کر دیکھا مگر میں اسی وقت پر چاند بادلوں کی اوٹ میں چلا گیا اور اسی وجہ سے میں یہ نہ دیکھ پایا کہ وہ زندہ یا مردہ کون ہے پھر وہ اسی طرح آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے ہوئے بڑھنے لگی تو میں بھی کانپتے بدن ڈگمگاتے قدم اور دھڑکتے دل کے ساتھ جو خوف کی زیادتی کے باعث سینے کی قید سے کسی آزاد پنچھی کی طرح فرار ہونا چاہتا تھا اور اس عورت کے پیچھے چلنے لگا لیکن یہ دیکھ کر حیران ہوئے بنا نہ رہ سکا یہ سڑک تو جانی پہچانی ہے غور کیا تو مجھے یاد آیا کہ یہ سڑک تو وہی ہے جہاں آج کل میں رہ رہا ہوں پھر عین میرے مکان کے آگے وہ سفید وجود رک گیا اس نے ہولے ہولے اپنا دایاں ہاتھ بلند کیا تو دروازہ تیزی سے کھل گیا حالانکہ مجھے یاد تھا کہ میں نے اسے

www.pdfbooksfree.pk

تالے سے بند کیا تھا وہ انجانی عورت گیٹ سے گزر کر آہستہ آہستہ سے اس پراسرار باغ میں سے گزر کر اس قبر کی طرف بڑھنے لگا وہ کسی روبوٹ کی مانند حرکت کر رہی تھی اور پھر وہ عین اس قبر کے پاس جا کر رک گئی اور اس نے محتاط نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھا میں جو اس سے بمشکل سات فٹ کے فاصلہ پر چل رہا تھا اسے ایسا کرتے دیکھ کر تیزی سے ایک درخت کی اوٹ میں ہو گیا خدا جانے اس نے مجھے دیکھا یا نہیں ایک تو رات کا منظر اوپر سے یہ اجڑا باغ اور پھر ایک لاش نما عورت مجھ کو دہشت زدہ کرنے کے لیے کافی تھی میں حیران تھا کہ میں ادھر کیسے آ گیا حالانکہ میں تو سو رہا تھا تو پھر اس باغ میں کیسے آیا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ میں باہر کیسے نکلا اور یہ عورت کون تھی جس کا میں تعاقب کر رہا تھا سوچ سوچ کر میرا دماغ پھٹنے لگا خدا جانے کیس اراز تھا اور نجانے میرے ساتھ یہ سب کیسے ہو گیا میں کدھر آ کے پھنس گیا تھا اچھا بھلا گھر تھا جانے کسی منحوس نے اسے نظر لگا دی تھی بہرحال اس پراسرار کفن پوش عورت نے مجھے نہیں دیکھا پھر اس کے بعد جو منظر میں نے دیکھا وہ اگر کوئی اور دیکھ لیتا تو اسی وقت بے ہوش ہو جاتا میں نجانے کیسے اس منظر کی تاب لا رہا تھا مگر میرے ہوش اڑ گئے اور اوسان خطا ہو گئے میں نے قبر کو پھٹتے ہوئے درمیان سے شق ہوتے ہوئے دیکھا وہ کفن پوش عورت اس قبر میں اتر گئی۔ اور پھر قبر اسی طرح بند ہو گئی شدید سردی کے عالم میں مجھے پسینہ آ گیا اور خوف سے میرا چہرہ پیلا ہو گیا ایسا بھیانک منظر دل کو دہلا دینے کے لیے کافی تھا میں نے چند لمحے تک اس خونچکاں منظر کو کھلی نگاہوں سے دیکھا قبر کے قریب آتے ہوئے میری ٹانگیں خوف سے کانپ رہی تھیں دل بھی بلیوں کی مانند اچھل رہا تھا لیکن پھر بھی میں ایک نظر دیکھنا چاہتا تھا کہ یہ کیا واقعی جو میں نے دیکھا ہے سب سچ ہے یا میری نگاہوں کو دھوکا ہوا ہے جو کچھ میں دیکھ رہا تھا کیا یہ حقیقت بھی ہے یا صرف میری ذہنی اختراع ہے قبر کے عین اوپر آ کر میں نے غور سے قبر کو دیکھا قبر کی موجودہ حالت بالکل ٹھیک تھی اور شق ہونا تو کجا اک باریک لکیر تک نہیں تھی۔ ذرا سا بھی احساس نہیں ہوتا تھا کہ یہ قبر شق ہوئی ہے میں نے اکھیاں مل کر نہایت توجہ سے دوبارہ قبر کو دیکھا مگر قبر جوں کی توں تھی میں حیران رہ گیا اور سوچنے لگا کہ یا خدایا یہ چکر کیا ہے اتنے اچھے گھر میں یہ باغ اور اوپر سے قبر کی موجودگی جس میں مردہ کبھی داخل ہوتا ہے کبھی باہر نکلتا ہے تو یہ قبر تو نہ ہوئی رینٹ اے قبر ہوئی اور قبر جس کی ملکیت ہے مجھے بھی وہ کوئی حکیم صاحب کا ہم پلہ لگتا تھا۔ بہرحال پے در پے خوفناک واقعات نے مجھ جیسے مصور کو سخت اذیت دے دی تھی اور ایسے خونچکاں بھونچکاں منظر میں میں دہشت زدہ سا ہو کر قبر کا تفصیلی معائنہ کر چکا تھا مگر مجھے کوئی سراغ نہ ملا کہ آیا وہ کفن پوش عورت اسی میں دفن ہوئی ہے تنگ آ کر میں ہٹنے ہی والا تھا کہ اچانک میں نے پھر ایک اور بھیانک منظر دیکھا قبر اسی طرح پھر سے شق ہوئی اور اس میں سے ایک استخوانی ہاتھ نمودار ہوا اور نہایت تیزی سے اس نے میری گردن پکڑ لی مارے خوف کے میرے منہ سے ایک بھیانک چیخ نکلی جس سے رات کا پرسکون ماحول میں چھایا گہرا سکوت ٹوٹ گیا۔ میں نے فوراً دوسری طرف چھلانگ لگا دی اور استخوانی ہاتھ نے میری گرفت گردن پر ڈھیلی کر دی مگر دوڑتے دوڑتے میں پانی کے اسی تالاب میں جا گرا اور میں سر زور سے کسی چیز سے جا ٹکرایا جس سے میری آنکھوں کے آگے تارے ناچنے لگے اور ایک دفعہ پھر وہی بھیانک چیخ میرے منہ سے ادا ہوئی اور میری نگاہوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا آنکھ کھلی تو میں نے خود کو پلنگ سے گرا ہوا پایا۔ مگر شدید سردی کے عالم میں میرا جسم پسینہ پسینہ تھا اور میرا سانس دھونکنی کی طرح چل رہا تھا اور میرا پورا وجود

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material

تھوڑی دیر قبل دیکھے گئے خوابیدہ مناظر کی دہشت سے اُبھل پچھل ہو رہا تھا چند لمحے تک تو اسی طرح گرے ہوئے میں نے اپنی سانس درست کی پھر سر کو چیک کیا خدا کا شکر تھا کہ میرا سر بالکل ٹھیک تھا کوئی بھی چوٹ نہ لگی تھی پھر میں اٹھا اور کمرے کی کنڈی چیک کی جس سے مجھے اندازہ ہوا کہ میں نے جو کچھ دیکھا تھا وہ صرف خواب تھا۔ یہ سوچ کر دل کو تسلی دی اور میں نے ٹھنڈی سانس لی اور ٹیبل پر پڑا ہوا پانی کا جگ اٹھایا اور اسے ایک ہی سانس میں خالی کر دی پانی پی کر مجھے حوصلہ ہوا کمرے میں گھٹن سی مجھے محسوس ہوئی اور میں نے کھڑکی کی طرف دیکھا تو مجھے حیرانگی ہوئی کیونکہ وہ بند تھی حالانکہ میں اسے کھول کر سویا تھا پھر بند کیسے ہوگئی۔ بہرحال میں وہاں سے اٹھا اور کھڑکی کے دونوں پٹ کھول دیئے ٹھنڈی اور تازہ ہوا کے آتے ہی میرا ذہن بھی کھلنے لگا اور میں نے لمبی لمبی سانسیں لینا شروع کر دیں ذہن فریش ہوتے ہی دماغ میں چھائی دہشت بھی نودوگیارہ ہونے لگی اچانک غیر ارادی طور پر میں نے کھڑکی سے نظر آنے والی باغ میں موجود قبر کی طرف دیکھا اور میں اُچھل پڑا سامنے کا منظر بالکل ایسے تھا اسی قبر کے سرہانے ایک چراغ روشن تھا جو پوری آب وتاب سے چمک رہا تھا یہ دیکھ کر خوف اور دہشت نے مجھے ایک بار پھر سے کس کر پکڑ لیا اور میں گنگ سا ہو کے دیے کی ٹمٹماتی ہوئی لو کو دیکھنے لگا پسینے کے قطرے میرے ماتھے پر نمودار ہوئے مجھے اچھی طرح علم ہو گیا کہ اس مکان میں ضرور کچھ ایسا ہے جو عام دینا سے نگاہوں سے اوجھل ہے اس ویران مکان کی ویرانی میں اسی حالات واقعات کا اثر نمایاں ہے یہاں رہنا مطلب اپنے آپ کو موت کے منہ میں ڈالنا ہے مجھے اس مکان سے جانا ہی ہوگا ورنہ تو ان بھیانک مناظر سے دوررہ کر اپنا کام کر سکوں گا اور نہ ہی میں اس میں ٹک سکوں گا کیونکہ جو کچھ میرے ساتھ ہوا ہے یہ تو ٹریلر ہے اور فلم تو شاید ابھی باقی ہے دہشت کی جگہ میرے دماغ میں سوچوں کی یلغار امڈ آئی اور میں نے تیزی سے کھڑکی بند کی اور جو کچھ سورتیں یاد تھیں سب پڑھ کر خود پر پھونک ماری اور ذہن کے گھوڑوں کو وحشت وڈر کے راستے سے نکال کر نیند کی وادیوں میں دوڑانے لگا پھر صبح کیسے ہوئی مجھے علم نہ تھا۔ چڑیوں کے چہچہانے کی آوازوں سے میں ہوش کی دنیا میں واپس آیا میں نے آنکھیں کھول دیں اور خود کو گڈ مارننگ کہا اور کوئی میرا تھا نہیں جسے میں یہ کہتا میں اپنا آپ ہی اپنا سب کچھ تھا اس لیے میں اپنے وجود کو ہی گڈ مارننگ کہتا تھا اور وجود سے بالکل کسی دوست کی طرح باتیں کرتا تھا میں تیزی سے اٹھ کر باتھ روم بھاگ نہا کر واپس آیا اور ناشتہ تیار کیا جس میں چائے اور پراٹھا اور ایک انڈہ لازمی جز وتھا ناشتے سے فارغ ہو کر میں فوراً عبداللہ کے ہاں روانہ ہو گیا گیٹ سے باہر جاتے وقت میں نے سرسری طور پر قبر کی طرف دیکھا وہاں دیئے کا نام ونشان تک نہ تھا اور پھر میرا ہاتھ غیر ارادی طور پر قبر کی طرف بڑھنے لگا قبر کی طرف آ کر میں نے ایک دفعہ پھر اسے غور سے دیکھا نہ تو چراغ تھا اور نہ ہی قبر کو شق ہونے کا ذرا بھی سراغ البتہ پاؤں کے نشانات واضح تھے میں نے کچھ سوچ کر فاتحہ کے لیے ہاتھ اٹھائے اور فاتحہ پڑھ کر قبر والے کی روح کو بخش دی اور الٹے قدموں واپس آتے ہوئے گیٹ سے نکل گیا۔

میرا ارادہ عبداللہ کے ہاں جا کر اسے ساری صورتحال سے آگاہ کرنا تھا اور پھر سے نئے مکان کی تلاش میں بدد کروانے کا تھا کیونکہ اس گھر میں رات کو جو میرے ساتھ ہوا تھا اس نے میرے ہوش اڑا دیئے تھے اور مجھ جیسا تنہائی پسند شخص ان واقعات کا متحمل نہیں ہو سکتا تھا رکشہ سے اتر کر میں نے عبداللہ کے مکان کو دیکھا جس میں لگا ہوا تالہ میرا منہ چڑھا رہا تھا وہ شاید کہیں گئے ہوئے تھے میں خالی قدموں سے

www.pdfbooksfree.pk

واپس آیا اور ایک طرف مین پارک کی طرف چل دیا میں ویسے ہی وقت گزاری کرنا چاہتا تھا اس لیے اس شہر کے سب سے بڑے پارک کی طرف آنکلا میرا ذہن اب بھی گزشتہ رات والے واقعات میں الجھا ہوا تھا اور عبداللہ کی غیر موجودگی میں نیا مکان کا ڈھونڈنا جوئے شیر لانے کے مترادف تھا پارک میں داخل ہو کر میں ایک خالی بینچ پر جا بیٹھا اور مستقبل کے بارے میں غور کرنے لگا میرے والے بینچ سے تھوڑا دور ایک خالی بینچ تھا جس پر تھوڑی دیر بعد ایک حسین لڑکی آ بیٹھی وہ بلاشبہ کافی حسین تھی اور لاکھوں میں ایک تھی لمبے لمبے بال موٹی آنکھیں پتلی ناک اور درمیانے ہونٹ اور پتلا اور گداز بدن تھا وہ بلاشبہ ایک اپسرا تھی میں اسے ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے لگا اور اس کے حسین سراپے میں کھو گیا۔ وہ اس وقت اکیلی تھی اور شاید وہ بھی وقت گزاری کے لیے ادھر آ بیٹھی تھی وہ بینچ پر بیٹھی ادھر ادھر نظروں کے زاویے گھما رہی تھی اور جب اس نے مجھے متواتر اپنی طرف گھورتے دیکھا تو تھوڑی جھینپ سی گئی اور منہ دوسری طرف کر لیا ہائے ظالم کیا کرتا تو نے ابے کچھ تو اپنے حسن کی حیرات سے ہمیں نوازا ہوتا میں نے دل میں کہا وہ پیچھے مڑ کر بار بار میری طرف دیکھتی جیسے یہ دیکھ رہی ہو کہ میں اسے تک رہا ہوں کہ نہیں یہ دیکھ کر مجھے اچھا لگا اور میں اسے تواتر سے دیکھنے لگا ہلکے آسمانی کپڑوں میں ملبوس وہ قاتل حسینہ وہاں سے اٹھ کر ایک طرف چل دی وہ اٹھی تو کیا میرا چین بھی ساتھ لے گئی اور خراماں خراماں انداز میں چلتی ہوئی ایک طرف چل دی۔ میں نے اسے جاتا ہوا دیکھ کر ٹھنڈی آہ بھری اور سوچا جانے وہ کون خوش نصیب ہوگا جس کی زندگی میں اس حسینہ کے دم سے بہار آئے گی ہم جیسے دو ٹکے کے مصور کی ایسی قسمت کہاں کہ اس حسینہ کی قربت سے خود کو سرفراز کر سکیں۔ ہم تو بدنصیب لوگ ان خوبصورت تتلیوں کو دیکھ کر صرف آہیں بھر سکتے ہیں دو گھنٹے تک میں اس حسینہ کے سحر میں ایسا کھویا ہوا تھا کہ مجھے سب کچھ بھول گیا کہ میں کہاں آیا تھا اور کس مقصد سے ادھر آیا تھا بات یہ نہیں تھی کہ میں نے لڑکیاں نہیں دیکھی تھیں مگر اس سے زیادہ حسین لڑکی اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی وہ بلاشبہ میری مصوری کے لائق تھی اور اس کے نین نقوش میں نے ذہن کے خانوں میں فٹ کر لیے تھے۔ اور میں سوچ رہا تھا کہ آج ہی رانا صاحب کی تصویر کے بعد اس کے حسینہ کے حسن کو اپنے کینوس کے سانچے میں ڈھالوں گا میں اس حسینہ کے سراپے میں مگن پارک سے اٹھا اور عبداللہ کے گھر آیا مگر وہ ابھی تک بند تھا میں مایوسی کے عالم میں واپس آیا اور ایک سنڈے میگزین لیتا ہوا واپس مکان میں آ گیا۔۔۔ مکان میں وہی طویل اور پراسرار خاموشی چھائی تھی میں نے رانا صاحب کی تصویر کو فائنل ٹچ دیا اور بذریعہ کوریئر رانا صاحب کو بھیج دی اور پھر اس حسینہ کے سراپے کو کینوس پر بکھیرنے لگا میں اس تصویر میں اتنا مگن تھا کہ مجھ ٹائم کا اندازہ بھی نہ ہوا اور کب عصر ہو گئی مجھے علم نہ تھا مگر اتنے ٹائم بعد میں نے تصویر مکمل کر لی تھی بالکل ویسی ہی وہ حسینہ اس وقت میرے سامنے تھی میں نے تصویر کو اتار کر فریم لگوانے کی غرض سے ایک شاپ پر آیا اور پھر اسی تصویر کو فریم کروا کے بیڈروم میں اونچی جگہ ٹانک دیا اس تصویر کے آجانے سے میرے کمرے میں گویا رونق آ گئی تھی اور میں ٹکٹکی اسے دیکھ رہا تھا اور دل کی پیاس بجھانے لگا تھا۔ یہ رات میری توقع کے برخلاف بڑی پرسکون گزری تھی اور میں نے اس تصویر کے سائے میں رات گزاری تھی قبر پر دیا جلایا نہیں مجھے علم نہ ہوا اور نہ ہی مجھے کوئی ڈراؤنا خواب آیا صبح سویرے ہی رانا صاحب بذات خود آ دھمکے اور شکوے کے انداز میں بولے۔

خان صاحب یہ آپ نے کس کی تصویر بنا دی ہے مجھے۔

www.pdfbooksfree.pk
www.urdudigest.net
www.urdumovies.net

میں نے تصویر دیکھی تو بے ہوش ہوتے ہوتے بچا کیونکہ میں نے رانا صاحب کو یہ تصویر ہرگز ارسال نہیں کی تھی بلکہ خود اپنے ہاتھوں سے بنا کر پیک کی تھی اور انکی تصویر نہ تھی پھر یہ تصویر کیسے آ گئی جو اس سے بالکل الگ تھی۔ بہرحال میں نے رانا صاحب سے معافی مانگی اور ان کی تصویر کل دینے کا وعدہ کر لیا اور وہ جب وہ چلے گئے تو میں نے اس تصویر کا تفصیل جائزہ لیا میں جتنا سوچتا گیا اتنا ہی میرا ذہن ماؤف ہوتا گیا۔ یہ تصویر آخر کیسے میں نے ارسال کر دی حالانکہ میں نے تو عقل اور دماغ دنگ تھا کہ معجزہ ہوا بھی تو کیسے ہوا تصویر کا منظر ہی بالکل الگ ہو گیا تھا۔ یہ ایک سہاگ کی سیج کا منظر تھا جس میں ہر طرف رنگ بکھرے ہوئے تھے ایک نوجوان لڑکا جس کے ہاتھ میں ایک تیز دھار خنجر تھا مگر اس کی پشت سامنے ہونے کی وجہ سے اس کا سراپا نمایاں نہ تھا۔ وہ خنجر ایک نہایت ہی حسین لڑکی کے سینے سے نکلتا ہوا چادر کو داغدار کر رہا تھا اس تصویر کو میں نے کئی منٹ تک غور سے دیکھا مگر کوئی خاص چیز مجھے اس کے علاوہ دکھائی نہ دی پھر اکتا کر میں نے تصویر کو رکھ دیا اور سوچنے لگا کہ اس تصویر میں کوئی خاص بات لازمی ہے اور تصویر بھی خاصے اچھوتے انداز میں ایک اچھوتے منظر پر بنائی گئی ہے میں دوبارہ اس تصویر میں کھویا تو مجھے ایسا لگا کہ جس کمرے میں میں بیٹھا ہوا ہوں یہ کمرہ اور اس خونی تصویر کا کمرہ ایک جیسا ہے یہ دیکھ کر میرے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے یہ واقعی میرے بیڈ روم کا منظر تھا کیونکہ اس تصویر کے سامنے والی دیوار پر ایک گہرا اور کالے رنگ کا نشان نمایاں تھا جو تصویر سے ہٹ کر میرے سامنے بیڈ کے اوپر کھڑا میری آنکھوں کو خیرہ کر رہا تھا فرق صرف اتنا تھا کہ تصویر ساکت تھی مگر کمرہ جیتا جاگتا میرے سامنے تھا پھر اچانک میری آنکھوں میں کچھ کچھ منظر ابھرنے لگے اور دماغ ایک جگہ فوکس ہونے لگا میں نے سر کو جھٹکنے کی کوشش کی مگر میں ایسا نہ کر سکا اور سامنے میری نگاہوں کے کمرے کا منظر خود بخود بدلنے لگا بالکل کسی فلم کی طرح تھا میں نے کمرے کو بالکل عروسی کمرے کی طرح سجا ہوا دیکھا اور پھر میں نے اس کمرے میں میاں بیوی کو دیکھا میاں اپنی بیوی کا گھونگھٹ اتار رہا تھا بیوی کے گورے گورے ہاتھ اور پیر سرخ رنگ کے عروسی جوڑے میں نہایت بھلے معلوم ہو رہے تھے مگر اچانک نہ جانے دولہا میاں کو کیا ہوا اس نے پلک جھپکتے ہوئے کمر میں اڑسا خنجر نکالا اور لپک کر دلہن کو گرا کر اس کے سینے پر چڑھ گیا اور آن کی آن میں اس نے وہ خنجر دلہن کے سینے میں کھونپ دیا یہ سب کچھ اتنا اچانک ہوا کہ دلہن جو آنے والے حسین مناظر کے سحر میں گم تھی ذرا بھی مزاحمت نہ کر سکی وہ قاتل ہاتھ دوبارہ حرکت میں آیا اور پے در پے وار کر کے اس نے اپنی بیوی کو موت کے گھاٹ اتار دیا اس کا سرخ خون بیڈ کی چادر کو سیراب کرتا ہوا نیچے قطرہ قطرہ فرش پر جمع ہونے لگا وہ لڑکا اچانک وہ بیڈ سے کودا اور کھڑکی کھول کر کمرے سے فرار ہو گیا پھر اچانک مجھے ہوش آ گیا اور کسی نے میرے کسے ہوئے وجود کو چھوڑ دیا تو میں نے خواب کے زیر اثر کمرے کے بیڈ کو دیکھا جہاں اب سے چند لمحے پہلے ایک دلہن کی ارمانوں بھری لاش پڑی تھی اور اسے کربناک انداز میں اس کا مجازی خدا بے دردی سے مار کر فرار ہو چکا تھا اب کچھ بھی نہ تھا بلکہ کمرہ پھر سے سادہ ہو گیا اور ایسے ہی تھا جیسے میں نے اسے سیٹ کیا تھا یہ خونچکاں بھونچکاں مناظر نے میرے ہوش اڑا دیئے تھے اور میرا ذہن جیسے ماؤف ہونے لگا اور مجھے لگنے لگا کہ جیسے پورے کا پورا کمرہ گھوم رہا ہے ان بھیانک لمحوں کے مناظر جو میں نے ابھی دیکھے تھے جس میں ایک دلہن قتل ہوئی تھی میرے سامنے میری نظریں اسے برداشت نہ کر سکیں اور میں گر کے بے ہوش ہو گیا ہوش آیا تو رات ہو چکی تھی اور نجانے رات کا کون سا پہر تھا میں

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material

فرش پر آرا تر چھا لیٹا ہوا تھا ہر طرف گھپ اندھیرا تھا شاید بجلی نہ تھی میں اٹھنے ہی والا تھا کہ اچانک مجھے کسی کی کراہ کی آواز سنائی دی تو میرے کان پھر سے کھڑے ہو گئے درد میں ڈوبی ہوئی آواز میں وہ کراہ ایک بار پھر میری سماعت سے ٹکرائی تو دل ایک بار پھر اچھل کر کود کی مشق کرنے لگا میرا خون خشک ہونے لگا اور مجھے ایسا لگا کہ جیسے میری ہستی کے علاوہ بھی کوئی اور اس کمرے میں موجود ہے مگر کون کہیں وہی رات والی پراسرار کفن پوش نہ ہو۔ یہ خیال آتے ہی میں دہشت زدہ ہو گیا اچانک میں نے کمرے میں سفید رنگ کا دھواں سا کہیں سے نمودار ہوتے دیکھا اور وہ دھواں ایک مجسم شکل میں اکٹھا ہونے لگا اور اس شکل کو میں نے غور سے دیکھا تو وہ ایک نسوانی وجود تھا اور اس سے وحشت ناک منظر جو میں نے دیکھا وہ یہ تھا کہ اس نسوانی وجود کے سینے میں بھی خنجر دستے تک پیوست تھا مطلب وہ تصویر والی لڑکی تصویر سے نکل کر اس روح کی شکل میں میرے سامنے تھی اور ٹپ ٹپ کی آواز سے کچھ فرش پر گر رہا تھا۔ یہ یقیناً خون ہی ہو گا جو اسی منظر کی طرح اس کے جسم سے نکل کر فرش کو رنگین کر رہا ہے بھیانک منظر دیکھ کر میں پھر سے دہشت زدہ ہو گیا تخیل میں میں نے لڑکی کو خنجر اپنے جسم سے نکال کر اپنے جسم میں پیوست کرتے دیکھا تو ایک بار پھر دہشت سے میری بھیانک آواز نکلی اور میں چکرا کر اسی طرح بے ہوش ہو گیا بے ہوش سے قبل میں نے اس دھویں والے انسان کو اپنی طرف بڑھتے دیکھا تھا اور مجھے لگا کہ اب میری آنکھ قبر میں ہی کھلے گی کیونکہ اس وجود کے ارادے مجھے اچھے نہ لگے تھے جب دوبارہ آنکھ کھلی تو میں کسمسا کر آہستہ آہستہ آنکھیں کھول کر اور ہاتھ سے ٹٹول کر یہ چیک کرنا چاہا کہ میں زندہ بھی ہوں یا میرا رام نام ست ہو گیا ہے مگر خدا کا شکر تھا کہ میں اسی طرح اڑا تر چھا اپنے کمرے میں لیٹا ہوا تھا پھر جب ذرا ہوش ٹھکانے آئے تو مجھے رات والا منظر یاد آ گیا میں اچھل پڑا مجھے لگا کہ جیسے ابھی وہ دھویں والا وجود پھر سے کہیں سے نمودار ہو گیا ہو گا اور مجھے موت کے گھاٹ اتار دے گا۔ مجھے اس مکان سے خوف آنے لگا مکان کا سایہ مجھے اپنے اندر سمونے لگا میں تیزی سے اٹھا میں تیزی سے اٹھا اور تقریباً دوڑتا ہوا کمرے سے باہر نکل کر گیٹ کی طرف بڑھا اچانک میں نے قبر کی طرف دیکھا تو ایک دفعہ پھر میرے ہوش اڑ گئے کیونکہ سامنے ایک کی جائے دو قبریں تھیں دو قبریں دیکھ کر اپنے آپ ہی میرے چلنے کی رفتار کچھ زیادہ ہو گئی اور میں ڈورتا ہوا گیٹ سے ایسے نکلا کہ وہ یا یہ جیل خانہ ہو جہاں میں بس سال بعد نکل رہا ہوں گھر سے باہر روڈ پر آ کر میں ٹھنڈا سانس لیا اور مڑ کر دیکھا جو شاید میری بے بسی پر مسکرا رہا تھا مجھے اپنی خوش بختی پر رونا آنے لگی کہ شکر ہے کہ میں ٹائم سے اس منحوس گھر سے نکل آیا ورنہ جانے وہ عفریت میرے ساتھ کیا حال کرتی اور وہ ایک قبر والی مصیبت کیا کم تھی جو اوپر سے دو دو قبریں نمودار ہو گئی تھیں اور دو قبروں کا مطلب دو بل مصیبت تھا ہانپتا اور کانپتا ہوا اور خود کو تسلی دیتا ہوا میں عبداللہ کے گھر کی طرف آ گیا مگر وہاں پر تالا لگا ہوا تھا حسب معمول میرا منہ چڑا رہا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ وہ آج بھی گھر نہیں آئے تھے پھر اچانک میرے ذہن میں پارک والی حسینہ کا خیال آیا تو جیسے سارا ڈر اور ساری میری پریشانی رخصت ہو گئی میں تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا پارک میں آ گیا اور بھوکے عقاب کی نگاہوں کا پینترہ بدل بدل کر اس حسین فاختہ کو تلاش کرنے لگا مگر وہ اس سے ادھر موجود نہ تھی شاید وہ آگے چلی گئی تھی یا اس کے آنے میں ابھی سمے تھا میں شدید انداز میں اس کا انتظار کرنے لگا مگر دو گھنٹے گزر گئے وہ نہ آئی تو میں شدید مایوسی کے عالم میں اٹھا اور پارک سے ہوتا ہوا پکی سڑک کراس کرنے لگا مگر دور سے آتی ہوئی تیز رفتار کار کے تیز ہارن کی وجہ سے مجھے رکنا پڑا سفید

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material
www.bookstube.net
www.urdutube.net
www.urdumovies.net

رنگ کی مرسڈیز ڈپلومیٹ کار تھی میں نے حسرت سے کار کو دیکھا مگر ڈرائیور والی جگہ پر اسی قاتل حسینہ کو دیکھ کر میں جیسے دنگ رہ گیا وہ سفید مرسڈیز کار کسی اور کی نہیں تھی بلکہ اسی قاتل حسینہ کی تھی جسے وہ بڑی تیز رفتاری سے چلا رہی تھی اور شاید اس کی تیز رفتاری میرے لیے باران رحمت بن گئی تھی کیونکہ اس حسینہ نے اسی تیز رفتاری کی وجہ سے مجھے اپنے حسن کی خیرات سے نواز دیا تھا۔ چند ثانیے کے لیے اس کی اور میری نظریں چار ہوئیں اور مجھے ایک کرنٹ سا لگا اپنی نظروں کو خیرہ کرتا ہوا میں اس کار کے چلے جانے کے بعد چل دیا پارک سے گزرنے کے بعد میں سیدھا عبداللہ کے گھر گیا مگر ان کا گھر ابھی تک بند تھا جس کا مطلب تھا کہ وہ ابھی نہیں آئے تھے وہاں سے مایوس ہو کر میں اخبارات کے سٹال تک گیا اور ایک ہفتہ وار میگزین لے کر یونہی ورق گردانی کرنے لگا مگر ایک صفحے پر نظریں پڑتے ہی میری نظر وہیں تک گئیں میں نے دیکھا وہ اشتہار تھا ایک عامل کا جس کا نام تھا حاجی بابا جلال جلالی ادھر کال ادھر دھمال محبوب بولے آپ کی بولی ادھر رسم ادھر ڈولی ہر وہ کام لیں جو دوسرے چھوڑ جائیں مجھے وہ مقصد بتائیں جو ملتا نہیں وہ عمل بتائیں جو چلتا نہیں وہ انسان بتائیں جو مانتا ہی نہیں قوت ایمانی کرے ہر مشکل میں آسانی میں نہ نجومی ہوں نہ ہاتھ دیکھنے والا ہوں بس میرے پاس آئیں اپنا نام بتائیں پھر میں وہ سب کچھ کر دوں گا جو آپ چاہتے ہیں کیونکہ خبیث جنات بھی ہمارے ہاتھ کا دیا ہوا کھاتے ہیں میرے عمل کو جعلی ثابت کرنے والے کو دس لاکھ کا انعام۔ جادو ٹونہ محبت میں ناکامی بیرون ملک سفر پرائز بانڈ غرض ہر قسم کے مسائل کا حل میرے پاس ہے اگر کوئی دل ہے جس پر آپ قابو پانا چاہتے ہیں تو آجائیں حاجی بابا جلال جلالی۔ کے پاس ہر کام اڑھائی سیکنڈ اڑھائی منٹ اور اڑھائی دن میں ہوگا آزمائش شرط ہے۔

یہ اشتہار پڑھ کر میں تذبذب کا شکار ہو گیا۔ حاجی بابا جلال جلالی نے بڑے تیکھے انداز میں اپنی جوانمردی کے قصے اس اشتہار میں شائع کرائے تھے اشتہار پڑھ کر لگتا تھا کہ گویا سارے جہاں کے دکھی مائی باپ ہیں میں سوچنے لگا کہ اس جلالی بابا کے پاس جانا چاہیے کہ نہیں ٹائم گزرتا جا رہا تھا اور میں ابھی فیصلہ نہیں کر پایا تھا کہ مجھے اس آسیب زدہ گھر میں جانا چاہیے کہ نہیں اسی کشمکش میں میں نے ہوٹل سے کھانا کھایا اور وہیں چائے پیتے ہوئے میں نے طویل سوچ بچار کے بعد فیصلہ کیا کہ مجھے گھر جانا چاہیے مگر رات کے واقعات یاد آتے ہی تمام فیصلے پر جیسے اوس پڑ گئی اور مجھے لگنے لگا کہ گزشتہ رات تو شاید اس چاقو بردار روح نے میرا لحاظ کر لیا تھا۔ مگر اگر آج میں ادھر گیا تو میرا رام نام ست یا ہو جائے گا اور شاید میری بھی قبر اسی باغ میں بنے گی جس پر میرے نام کا کتبہ لگے گا اور پھر میں بھی روح بن کر لوگوں کو ڈراؤں گا یہ سوچ کر میرے بدن میں جھرجھری لی بجرحال شام ہو گئی اور میں کسی فیصلہ پر نہ پہنچ سکا تب مجھے اسی عامل کا خیال آیا کہ چلو ایک بار ان کے جلال سے فیض یاب ہوتے ہیں میں رکشے میں بیٹھا اور مدراس کی گلیاں گھومتا ہوا جلالی بابا کے جلال خانے آ گیا جلال خانہ کیا ایک دو منزلہ مکان تھا جس پر بڑے سے ٹین کے ڈبے کو کاٹ کر اک ٹینوس نما بورڈ بنایا گیا اور اس پر بڑے حروف میں عامل کا نام اور نیچے انکے طوفانی کارنامے لکھے ہوئے تھے میں سر جھکا کر دستک دیتا ہوا اور ایک میاں مٹھو کی سی شکل والے خادم کی ہمراہی میں جلالی بابا کے سامنے موجود تھا جلالی بابا کی شکل سے ہی جلال ٹپک رہا تھا وہ ایک نہایت ہی لمبوتری شکل کے مالک تھے جن کی آنکھیں الو کی طرح گول گول اور سر کے بال بڑے بڑے تھے وہ زمین پر آرام دہ قالین پر براجمان تھے کچھ لوگ اور بھی تھے جو ان کو اپنا مسئلہ بتا رہے تھے جن کو وہ یا تو جھاڑ پھونک سے رام کر لیتے

www.pdfbooksfree.pk

یا پھر ایک تعویذوں والی تھیلی میں ہاتھ ڈال کر ایک تعویذ تھما دیتے مگر میں نے غور کیا تو مجھے پتہ چلا کہ اگر کوئی ہلکے اور چھوٹے نوٹوں سے ان کی تواضع کرتا تو وہ نہایت ہی غصہ سے جھاڑ پھونک کرتے مگر بڑے نوٹ دیکھ کر ان کا ہاتھ مقناطیس کی طرح تھیلی میں رینگ جاتا اور چہرے پر گویا بہار آجاتی میری باری آئی تو میں ادب سے اٹھا اور ان کے سامنے دوزانو ہو کر تفصیل سے اپنا مسئلہ بیان کیا تو وہ عجیب سی شکل کا آدمی سوچ میں پڑ گیا اور اک کاپی پنسل لے کر مجھ سے اس مکان کا پتہ پوچھ کر نوٹ کر لیا اور نہایت ہی بھدی آواز میں بولا۔

ٹھیک ہے آپ چلے جائیں مسٹر آریان احسن صاحب کام ہو جائیگا مگر کام کافی مشکل ہے آپ کی باتوں سے لگتا ہے کہ کافی سخت اور ضدی جن ہے اتنی آسانی سے نہیں مانے گا مجھے سخت ریاضت کرنا ہوگی اور ریاضت پر آپ کو پتہ تو ہے کہ سوکل کا چائے پانی بھی رکھنا پڑتا ہے جیسے کہ کالا بکرا زعفران وغیرہ وغیرہ تو آپ ایسا کریں کہ مزید پریشان ہونے کی بجائے آپ مبلغ پچاس ہزار کیش نقد ابھی عنایت کر دیں تو ہمارے قول کے مطابق آپ کا کام اڑھائی سیکنڈ اڑھائی منٹ اور اڑھائی دن میں ہو جائے گا پچاس ہزار کا سن کر میرے کانوں سے دھواں نکلنے لگا اور میں اپنی جگہ سے تقریباً اچھل پڑا جلالی صاحب نے اپنا جلال کچھ زیادہ ہی جھاڑ دیا تھا جس سے فیض یاب ہونا کم از کم میرے لئے ناممکن تھا۔

جلالی صاحب میں نے روحوں کو بھگانا ہے مبادا یہ نہیں کہ ان کو اپنی زوجیت میں لینا ہے آپ کچھ نظر ثانی کریں میں اتنے پیسے نہیں دے سکتا۔

یہ سن کر جلالی بابا اپنی گول مٹول آنکھوں سے مجھے گھورتے ہوئے بولے دیکھو برخوردار چڑیلوں کو گھر سے بھگانا کوئی آسان کام نہیں ہے نہ ہی گڈے گڈی کا کھیل ہے جب ان کو گھر سے ہٹوائیں گے تو کم از کم روپے تو لگیں گے اور ویسے بھی میرے موکلات ان سے جنگ کریں گے اور تم کو پتہ ہے خالی پیٹ مرغا اچھا لڑتا ہے مگر لڑنے کے بعد اس کی سیوا کرنی پڑتی ہے نا۔

نم مگر جلالی صاحب خدارا کچھ تو شفقت کریں میرے نازک سی جان پر میں کسمساتے ہوئے بولا بحر حال وہ کہتے ہیں نا کہ بھاگتے چور کی لنگوٹی ہی سہی تو معاملہ دس ہزار میں فکس ہو گیا۔

تو ٹھیک ہے آپ جائیں میں دو گھنٹے میں حاضر ہوتا ہوں

جلالی بابا بولے تو میں منمناتے ہوئے بولا باباجی میں اکیلا اس گھر میں بذات خود قدم رجیدہ نہیں کر سکتا میادہ ایسا نہ ہو کہ آپ کو اپنے موکلات کی سیوا کے لیے رقم دینے والا خود موکل نہ بنا کھڑا ہو سمجھا کرو نا باباجی۔ میں بڑی مشکل سے ادھر سے بھاگ کر آیا ہوں اور دوبارہ میں آپ کے ہی ہمقدم نفیس جاؤں گا میں نے عامل کے پاؤں پکڑ لیے تو وہ شاید کچھ جوش میں آگئے اور بولے۔

ہوں برخوردار اگر یہ بات ہے تو ایسا کرو تم باہر دروازے پر ہمارا انتظار کرو ہم اپنے موکلات کو تیار کروا کر آتے ہیں میں نے خوشی کا اظہار کیا اور پھر وہاں سے اٹھ کر نیچے والے کمرے کے دروازے کے پاس آکر کھڑا ہو گیا اور انتظار کرنے لگا کہ کب عامل صاحب اپنے موکلات کی بقول انکے تیاری کروا کر تشریف کے نوکرے سمیت قدم آبہ کرتے ہیں دو گھنٹے گزر گئے مگر عامل صاحب کی تیاری کچھ زیادہ ہی لمبی ہو گئی تھی میں سوچنے لگا کہ لگتا ہے کہ عامل صاحب اپنے موکلات کو گویا زرہ بکتر پہنا رہے ہیں اور نہیں صلاح الدین ایوبی کے ہم رکاب جنگ پر روانہ کرنا چاہتے ہیں سرد سے میری قلفی جم گئی تھی اور دانت ایسے بج رہے تھے گویا گویا شہر کا گھنٹہ خدا خدا کر کے عامل صاحب کے چہرے کا دیدار نصیب ہوا

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material

اور مجھے تسلی ہوئی کہ عامل صاحب کے کندھے پر ایک بڑا تھیلا لٹکا ہوا تھا اور اس بند تھیلے میں نہ جانے کیا چیز تھی جو اچھل کود کر رہی تھی اس کے بعد تھیلے میں سے کبھی غراہٹیں ابھرتیں کبھی پھڑ پھڑاہٹ اور کبھی کبھی چیخنے کی آواز بھی آتی تھی نجانے کون سے اجسام تھے جن کو عامل صاحب نے اپنے جلالی رتبے سے موکلات کی شکل میں ڈھال کر تیاری کروا کے تھیلے میں بند کر دیا تھا ہم نے رکشہ لیا اور اسمیں بیٹھ کر اپنے گھر یعنی میدان جنگ کی طرف روانہ ہو گئے تھوڑی دیر بعد ہم اپنے مین گیٹ پر تھے میں نے کھلا ہوا گیٹ دیکھا جس کو میں بھاگتے ہوئے کھلا ہی چھوڑ آیا تھا اور پھر جلالی بابا کی ہمرائی میں گھر میں قدم رکھ دیئے سب کچھ جوں کا توں تھا مگر اس قبر پر دیا اسی طرح روشن تھا میں نے ڈرتے ڈرتے جلالی صاحب کی توجہ اس جانب مبذول کروائی تو وہ بھی چونک اٹھے اور پھر داڑھی پر ہاتھ پھیر کر سر ہلاتے ہوئے بولا۔

اچھا تو چالو آسیب ہے مگر میرا نام بھی عامل جلالی بابا ہے میں اپنے جلال سے اسی چالو چھلاوے کو بھر نشٹ کر دونگا کمرے میں آ کر میں نے جائزہ لیا۔

جلالی جی کیا لینا پسند کریں گے آپ۔

ارے کچھ نہیں۔ آپ بس مجھے وہ کمرہ دکھا دیں جو کبھی حجرہ عروسی تھا اور ادھر رہ کر میرا انتظار کریں میں تین گھنٹے بعد آپ کے کمرے سے نکلوں گا اور پھر آپ دیکھنا تین گھنٹے کے اندر میں وہ کر دکھاؤں گا جو کوئی تین سال میں نہ کر سکے میرا مطلب ہے کہ آپ کو اس چھلاوے سے نجات ملنے والی ہے تب آپ میرا کیش تیار رکھنا کیونکہ وہ تم نے سنا ہی ہوگا برخوردار کہ باپ بڑا نہ بھیا سب سے بڑا روپیہ ہے

یہ کہہ کر وہ مجھے آنکھ مارتا ہوا میرے بیڈ روم کی طرف بڑھا اور میں حیران پریشان کھڑا یہ سوچتا رہا کہ نجانے اب کیا ہوتا ہے میں نے ٹائم دیکھا رات کے نو بج چکے تھے بھوک بھی مجھے کافی لگی ہوئی تھی گھر میں اس وقت کھانے کو صرف دو تین بسکٹ کے ڈبے پڑے ہوئے تھے جن کو یقیناً میں چائے کے ساتھ نوش کر سکتا تھا جلالی بابا کو مکمل پورا کرنے میں ابھی تین گھنٹے تھے اور تین گھنٹوں میں آرام سے میں کھانا پکا سکتا تھا میں کچن میں گیا اور پانی گرم کرنے لگا چائے بنانے کے لیے بیڈ روم میں مکمل سکوت طاری تھا ایسے لگتا تھا کہ جیسے عامل بابا سو چکے ہوں بہرحال میں نے چائے بنائی اور پھر بسکٹ کے ساتھ چائے پینے لگا اور سوچنے لگا۔

اچھی خاصی میری زندگی میں یہ بھونچال کیسے آ گیا کتنا خوش خرم تھا میں شاید مجھے حکیم صاحب کی بددعا لگی ہے اسی لیے میرے ساتھ یہ سب کچھ ہو رہا ہے ورنہ اس سے پہلے تو کبھی ایسا نہیں ہوا تھا اس حکیم کے بچے نے ہی مجھے اس حال میں لا کھڑا کیا ہے حکیم کے بچے میں بھی تجھے اسی گھر میں رہ کر دکھاؤں گا۔ میں نے چائے ختم کی تو میں نے بسکٹس کی طرف دیکھا سوچوں کے بھنور میں میں ایسا جکڑا تھا کہ میں چار ڈبے بسکٹ کے پھونک چکا تھا حالانکہ اس سے پہلے میں دو ڈبے بمشکل کھاتا تھا یہ سب حکیم صاحب سے میری عداوت کا کمال تھا کہ میں ان کی عداوت میں اتنے بسکٹ پھونک گیا تھا۔ اور مجھے پتہ ہی نہیں چلا تھا۔

برتن وغیرہ دھو کر جب میں واپس کمرے میں آیا تو ساڑھے دس ہو چکے تھے یعنی جلالی بابا کو لگے ہوئے پورا ایک ڈیڑھ گھنٹہ گزر گیا تھا مگر ابھی تک انکا جلال نہیں ابھرا تھا شاید وہ بقول ان کے چالو چھلاوے سے مذاکرات میں مصروف تھے ہر طرف خاموشی تھی اور ایسے لگتا تھا کہ جیسے انجانی روحیں خاموشی سے بین کر رہی ہیں ایک خیال کے تحت میں نے جب کھڑکی کے پٹ کھول کر قبر کی طرف دیکھا تو دیا روشن تھا مگر اچانک وہ بجھ گیا اور اس طرف اندھیرا چھا گیا تھا مجھے ایسا محسوس ہوا کہ جیسے جلالی بابا سے

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material
www.booksfree.net
www.urdutube.net
www.urdumovies.net

مذاکرات ناکام ہوگئے ہوں اور وہ لڑکی اب ایکشن میں آگئی ہو اور ایسا ہی ہوا تھا کمرہ میں اچانک غراہٹوں کی آواز ابھری جس سے میں اچھل پڑا غراہٹوں کے ساتھ اچانک جلالی بابا کی آواز ابھری وہ کچھ کہہ رہے تھے مگر مجھے سمجھ نہ آیا اچانک کمرے میں کسی چیز کے دھپ سے گرنے کی آواز سنائی دی اور پھر غراہٹوں اور دھپ سے گرنے کا سلسلہ جیسے چل نکلا کمرہ میدان جنگ بن گیا میں حیران و پریشان کھڑا سوچنے لگا کہ خاموشی کے سمندر میں یہ طلاطم کیسے پیدا ہوگیا پھر رونے کی آواز سنائی دی۔

میں نے غور کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ یہ آواز کسی لڑکی کی نہیں بلکہ جلالی بابا کی ہی ہے۔ ابھی میں اسی خیال میں تھا کہ اچانک بیڈروم کا دروازہ ڈھرام سے کھلا اور کوئی چیختا ہوا تیزی سے ہوا میں معلق تیزی سے اڑتا ہوا میری طرف آیا اور آن کی آن میں مجھ سے ٹکرا کر زمین پر آرہا۔ میرے منہ سے بھیانک چیخ نکلی تو ٹکرانے والے وجود نے بھی جواباً ایک بھرپور ڈراؤنی چیخ سے مجھے اینٹ کا جواب پتھر سے دیا۔ مجھ سے اس وجود کو اپنے اوپر سے اٹھانا دوبھر ہوگیا تھا کیونکہ جس تیزی سے وہ میرے اوپر گرا تھا مجھے اتنا تو یقین تھا کہ میری کم از کم چار پسلیاں مجھے داغ مفارقت دے چکی ہیں۔ وہ وجود تیزی سے اٹھا تو میں نے گھوم کر دیکھا وہ جلالی بابا ہی تھے اور اس وقت ان کا چہرہ مارے خوف کے تندور بن چکا تھا میں نے سوالیہ نظروں سے ان کی طرف دیکھا تو انہوں نے سنسناتے ہوئے مجھے دیکھا اور تیزی سے اٹھ کر کمرے سے بھاگ کھڑے ہوئے میں نے حیرانگی سے انکو بھاگتا ہوا دیکھا تو میں تیزی سے اٹھا اور بیڈروم کی طرف آکر اندر کا دہشت ناک منظر دیکھ کر میری روح فنا ہوگئی میرے سامنے کمرے کا انتہائی خونخوار اور کراہت آمیز منظر تھا کمرے میں ہر طرف خون ہی خون تھا ایک طرف کٹے پھٹے جانور کا مرکب پڑا ہوا تھا ان میں سے کچھ اجزا کتے کے تھے کیونکہ اس کی تھوتھنی برابر پڑی تھی کمرے میں پانچ چھ چمگادڑیں بھی سکڑی ہوئی مردہ حالت میں پڑی تھیں ان کے جسم کسی نوکدار چیز سے چیرے ہوئے تھے اور اتنے بھیانک انداز میں کہ انکی آنتیں تک کٹی ہوئی تھیں یہ منظر اس قدر دہشت ناک اور خونچکاں تھا کہ میں کانپ کر رہ گیا اچانک کمرے میں دھواں سا بھرنے لگا اتنے میں میری نگاہ بلی کے کٹے ہوئے سر کی جانب پڑی تو مجھے گمان ہوا کہ جیسے بلی کی اکلوتی آنکھ جھپکی ہو اکلوتی اس لیے کہ دوسری آنکھ کی جگہ خالی گڑھا سا موجود تھا۔ پھر اچانک جو اگلا منظر ابھرا اسے دیکھ کر میری رگوں میں دوڑتا ہوا لہو سرد دل کی دھڑکن مدھم اور دل سینے کا حصار توڑ کر راہ فرار اختیار کرتا ہوا محسوس ہوا کیونکہ میرے سامنے جو مردہ جانوروں کے اعضا بکھرے پڑے تھے وہ ایک دم سے جیسے زندہ ہوگئے اور حرکت کرنے لگے مردہ چمگادڑیں جن کا سر ایک طرف بدنصیبی کی داستان رقم کر رہا تھا اور آنتیں دوسری طرف بے بسی کا رونا رو رہی تھیں اک دم سے اڑیں اور کمرے کے چکر کاٹنے لگیں بلی کی باہر نکلی ہوئی زبان جیسے کسی نے نہایت مہارت سے درمیان میں سے کاٹ کر دو شاخہ بنا دیا بالکل سانپ کی زبان کی طرح وہ تیزی سے اندر باہر ہونے لگی یہ دیکھ کر میرے پاس اس کے علاوہ کوئی اور چارہ نہیں تھا کہ میں جلالی بابا کی طرح اپنے مخصوص جلال میں آکر یہاں سے نو دو گیارہ ہو جاؤں۔ تب مجھ پر یہ روح فرسا انکشاف ہوا کہ قدموں نے دماغ کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا ہے اچانک میرے پاس موجود کالے رنگ کے کتے کی کھوپڑی جانے کیسے زندہ ہوئی اور میرے قدموں سے چمٹ گئی جیسے یہ التجا کر رہی ہو کہ خان صاحب ہمیں اکیلا چھوڑ کر کہاں چل دیئے کھوپڑی کو چمٹتا ہوا دیکھ کر خوف واذیت کے احساس نے گویا میرے اوسان پر بجلی گرادی میں نے تیزی سے اس کھوپڑی کو جھٹکا اور اتنی تیزی سے بھاگا کہ

www.pdfbooksfree.pk
www.urdunovels.net
www.urdustube.net

جلالی بابا کے آستانہ جلال پر جا کر ہی دم لیا میرا سانس دھونکنی کی طرح چل رہا تھا اور تھکاوٹ کے مارے مجھ سے سیدھا کھڑا بھی نہیں ہوا جا رہا تھا۔ میں ایک جگہ بیٹھ گیا اور حواس درست کرنے لگا پندرہ منٹ بعد جب میرے اوسان بحال ہوئے تو میں دستک دی اور تھوڑی دیر بعد جلالی بابا کا خادم خاص نے اندر سے آواز لگائی۔

کون ہے۔

آریان احسن جلالی بابا سے ملنا تھا مجھے ارجنٹ میں نے تیزی سے کہا۔

چلے جایئے جلالی بابا اس وقت نہیں مل سکتے۔ وہ آرام فرما رہے ہیں

میں نے کافی کوشش کی مگر خادم ٹس سے مس نہ ہوا اور میں عامل جلالی سے نہ مل سکا ظاہر تھا کہ جس انداز سے وہ میدان جنگ میں اپنے اچھل کود کرتے موکلات کو شہید ہونے کے لیے بے یار و مددگار چھوڑ گئے تھے اب وہ مجھ سے کیسے مل سکتے تھے چار و ناچار میں وہاں سے واپس آیا اور ہوٹل کی طرف چل دیا ہوٹل میں آ کر میں نے ایک کمرہ بک کروالیا اور سو گیا صبح دس بجے کے قریب میں ناشتہ کر کے وہاں سے دوبارہ عامل جلالی کے آستانے پر چلا گیا اور میری توقع کے عین مطابق خادم نے مجھے ان سے ملانے سے انکار کر دیا تب میں مایوس ہو کر عبداللہ کی طرف چل دیا اس گھر کی طرف جانے سے پہلے میں پارک آیا تو حسب معمول میں نے اس حسینہ کو بیٹھے دیکھا تو جیسے میرا سارا ڈر ساری پریشانی رفو چکر ہو گئی میں کن انکھیوں سے اس کے دیدار کا شربت پینے لگا اس نے بھی مجھے دیکھا مگر اس بار اس نے منہ دوسری طرف نہ کیا بلکہ وہ تھوڑی دیر بعد مجھے دیکھنے لگی تیر ٹھیک نشانے پر لگا تھا اور مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ آگ برابر لگی ہوئی ہے ورنہ وہ مجھے ایسے نہ دیکھتی۔ تھوڑی دیر بعد رنگ میں بھنگ پڑ گئی جب ایک اور تتلی نجانے کہاں پر سے منڈلاتے ہوئے ادھر آ دھمکی اور اس سے باتوں میں مشغول ہو گئی میں کافی دیر تک اس بین میں رہا کہ شاید وہ دوبارہ میری طرف دیکھے مگر ایسا کچھ نہ ہوا اور وہ تھوڑی دیر بعد دونوں وہاں سے اٹھ کر چل دیں تو میں بھی وہاں سے اٹھا اور عبداللہ کے گھر آیا گھر میں تالہ نہیں تھا جس کا مطلب تھا کہ وہ لوگ گھر میں موجود تھے میں تیزی سے اندر گیا اور سب کو ملا ان کے گھر میں کچھ مہمان آئے ہوئے تھے جس کی وجہ سے میں ان سے کوئی نہ کر سکا اور ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگا اس کی امی نے مجھ سے نئے گھر کے بارے میں پوچھا۔

کیسا ہے

میں نے بظاہر خوش دلی سے انکا دل رکھنے کے لیے کہہ دیا کہ ہاں یہ گھر بہت اچھا ہے میں نے لفظ اچھا کو تھوڑا لمبا کرتے ہوئے کہا تھا۔ شاید اس لیے کہ اس کی اچھائی کی وجہ سے میں ادھر تھا میں ان کے گھر زیادہ دیر تک نہ رک سکا اور دوپہر کا کھانا کھا کر واپس آ گیا گھر جانے کو میرا من نہ کر رہا تھا۔ ایویں ای آوارہ گردی کرتا رہا۔ گھر میں کیا تھا وہاں وحشت تھی خوف تھا عامل جلالی بھی اپنے جلال سمیت وہاں سے رفو چکر ہو گئے تھے اب میرے پاس ایسا کوئی بھی ذریعہ نہ تھا کہ جس کو بروئے کار لا کر میں کم از کم اس مصیبت سے نجات حاصل کرتا۔ جاؤں بھی تو کہاں جاؤں کس سے فریاد کروں وہ آسیب یا جن یا جو کچھ بھی تھا کافی خونخوار تھا اور ویسے بھی مردہ جانوروں کے وہ اعضا جو نہ جانے کیسے زندہ ہو گئے تھے وہ ایک نئی مصیبت تھے میں اسی سوچ میں تھا کہ اب کیا کروں کسی نئے عامل کو تلاش کروں یا نیا گھر لوں میری جیب میں پیسے تو کافی تھے مگر میں بنا کوئی کام کیسے کیسے ادھر رہ سکتا تھا اس طرح تو وہ پیسے بھی خرچ ہو جاتے۔ میں کافی دیر سوچتا رہا مگر ہاتھ کچھ نہ آیا آخر تنگ آ کر میں نے ارادہ کر لیا کہ چاہے کچھ

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material
www.bookstube.net
www.urdutube.net
www.urdumovies.net

بھی ہو جائے میں اسی گھر میں رہوں گا وہ جن یا بلا اگر مجھے مارنا چاہتی ہے تو بے شک مار ڈالے میں اسی گھر میں جاؤں گا یہ سوچ کر میں نے اپنے دل میں آئے ڈر کو ختم کیا اور آہستہ سے قدم اٹھاتا ہوا گھر آ گیا دروازے سے داخل ہوتے وقت میری ساری بہادری رفو چکر ہو گئی مگر میں نے دل بڑا کیا اور بیڈ روم میں آ کر چوروں کی طرح جھانکا وہاں کچھ بھی نہ تھا سب کچھ غائب تھا میں اس اچنبھے پر بڑا حیران ہوا کہ وہ تمام جانوروں کا قیمہ کہاں گیا مگر مجھے کیا جس نے ان کی ایسی درگت بنائی تھی شاید اسی نے بعد میں ان کا جیسے بھی کر کے کریا کرم کر دیا تھا میں واپس پلٹنے والا تھا کہ اچانک میری نظر کینوس کے بورڈ پر پڑی جس پر کچھ لکھا ہوا تھا میں تیزی سے بورڈ کی طرف آیا تو وہاں لکھا تھا۔

یہ میرا گھر ہے اگر تم کو اس دنیا میں رہنا ہے تو اردگرد جو بھی ہوتا رہے تم اپنے کام سے رکھنا اور ہاں اگر دوبارہ کسی عامل کو بلایا تو ہم تمہاری ہڈیوں کا چورن بنا کر کھا جائیں گے۔

یہ تحریر پڑھ کر مجھے کافی سکون ملا وہ جو بھی تھے شاید ان کو میری بے بسی پر رحم آ گیا تھا اسی لیے تو وہ مجھے اس گھر میں رہنے پر راضی ہو گئے تھے باقی گھر میں جو ہوتا تھا وہ تکلیف دہ تو تھا ہی مگر میں یہ سوچ کر چپ ہو گیا کہ میں نیا گھر تلاش کر لوں گا۔

اگلے دن میں رانا صاحب کو ارجنٹ تصویر بنا کر دی سب کچھ تقریباً ٹھیک ہو گیا تھا البتہ کبھی کبھار ایسا لازمی ہوتا تھا کہ ڈراؤنی آوازیں آتیں اور رونے کی آواز بھی آتی تھی مگر میں ہولے ہولے ان سب کا عادی ہو گیا اور پھر ایک ہفتہ اسی طرح گزر گیا میں نے نیا گھر تلاش کرنے کا ارادہ ترک کر دیا اور یہ سوچ لیا کہ اب مجھے اسی گھر مین رہنا ہے کیونکہ جلالی بابا کے جلال نے تو وہ نہ کیا جو میری ہمت نے کر دیا اب میری کسی سے بھی تصویر میں تبدیلی نہ آتی اور میں سکون سے کام میں لگا رہتا ایک رات میں بارہ بجے سویا کیونکہ مجھے ایک جاننے والے کو ارجنٹ تصویر بنا کر دینا تھی۔ تصویر میں نے مکمل کی اور بیڈ پر آ کر لیٹ گیا۔ نجانے کتنی دیر میں سویا پھر اچانک مجھے ایسا محسوس ہوا کہ مجھے میرے نام سے پکار رہا ہے یہ آواز میں نے دو تین دفعہ سنی تو میں نے کسمسا کر آنکھیں کھولیں تو سامنے کا منظر دیکھ کر دنگ رہ گیا میرے سامنے ایک خوبرو حسینہ اپنی تمام تر حشر سامانیوں کے ساتھ بیڈ پر موجود تھی وہ بلا کی حسین خوبصورت تھی اگر میں اسے پرستان کی پری سے تشبیہ دوں تو شاید غلط نہ ہوگا میں حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر اسے تک رہا تھا میں یہ بھی بھول گیا تھا کہ میں کہاں ہوں میں تو بس اسی کے حسن کے سمندر میں غوطہ زن تھا سرخ رنگ کے جوڑے میں ملبوس چمکتا دمکتا چہرہ لیے وہ مجھے خود کو یوں حیرانگی سے تکتا ہوا دیکھ رہی تھی

کہیے آریان صاحب کیا حال ہیں۔۔ وہ بولی تو یوں لگا کہ جیسے ساز بج اٹھے ہوں۔

تم۔ تم کون ہو۔

وہ ہنسی تو گویا آبشار کا سا حسین منظر نظر آ گیا میں میں مہارانی ہوں آریان صاحب آپ کے گھر کی پارٹنر یا یوں کہہ لیں اس گھر کی مالک میں نے ہی وہ تحریر لکھ کر رکھی تھی کہ تم اس گھر میں رہ سکتے ہو اس نے یہ الفاظ کہے تو گویا میری سماعتوں پر ایٹم بم گرا دیا میں تخیل کی دنیا میں واپس آ گیا۔

تم۔۔ تم وہی ہو۔ وہی قبر والی بدروح۔ خوف کے سائے مجھ پر حاوی ہو کر چھانے لگے اور مجھے اس کی شکل میں عذرائیل نظر آنے لگا جو کسی بھی وقت میری جان نکال سکتا تھا میں دہشت زدہ ہو گیا۔ تت۔ تم لگ کیا چاہتی ہو۔ میں ڈرتے ہوئے بولا۔

ارے کچھ نہیں آریان صاحب تم مجھے اچھے لگنے لگے ہو اس لیے میں خود چل کر تمہارے پاس آئی ہوں رخ۔ رخ۔ خدا کے لیے مجھے مت مارو مجھے مت

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material
www.bookstube.net
www.urdutube.net
www.urdutubegames.net

ماروں میں نے کیا کیا ہے ایسا میں رودینے لہجے میں بولا وہ مسکرائی اور بولی۔

ارے رے خان صاحب ڈریئے مت میں آپ کو کچھ نہیں کہوں گی نہ ہی میں اس ارادے سے آئی ہوں اگر مارنا ہی ہوتا تو کب کا اب تک تم کو مار چکی ہوتی میں صرف تمہاری وجہ سے اس عامل کو خالی وارننگ دی تھی ورنہ اس کو بھی میں آسمانوں پر پہنچا دیتی میں تم کو ہر روز کام کرتا ہوا دیکھتی تھی اور تم کو بھی پتہ نہیں ہوتا تھا کہ کوئی تم کو دیکھ رہا ہے۔

تم کیا چاہتی ہو۔ میں نے تیزی سے کہا۔

کچھ نہیں خان صاحب۔ بس تم سے دوستی کرنا چاہتی ہوں اور کچھ نہیں تم کتنے عجیب انسان ہو حالانکہ اس سے پہلے بھی کتنے لوگ اس گھر میں آئے مگر میں نے سب کو بھگا دیا مگر تم واحد انسان ہو اور مجھے اچھے لگے ہو اور میں نے خود تم کو اپنے ساتھ رہنے کی اجازت دی ہے تم کتنی محنت کرتے ہو ان تصویروں کو بنانے میں چند روپوں کے عوض۔ بجز حال تم اچھے انسان ہو کیا میری تصویر بناؤ گے منہ مانگا انعام دوں گی اس نے کچھ اس ادا سے کہا کہ میں مان گیا اور ہاں کر دی۔

تو ٹھیک ہے۔ تم سو جاؤ اور میری کل تصویر بنا دینا وہ یہ کہہ کر اٹھی اور کمرے سے نکل گئی میں حیران و پریشان اسے کمرے سے جاتا ہوا دیکھتا رہ گیا۔ مجھے اس کا آنا اور باتیں کرنا جیسے ایک خواب سا لگنے لگا میں اپنی کیفیات بیان نہیں کر سکتا جو اس وقت تھی بس اتنا کہہ سکتا تھا کہ اس جیسی حسین لڑکی کا یوں میری زندگی میں آنا میرے لیے باعث افتخار تھا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ یوں اچانک میری زندگی میں آئے گی مگر وہ روح تھی اور یہ ایک ایسی بھیانک حقیقت تھی کہ جسے میں جھٹلا نہیں سکتا تھا۔ بجز حال جو بھی تھا وہ میرے لیے اہم تھی اور اس کا یوں مجھے مل جانا میرے لیے قارون کا خزانہ تھا میں خود کو خوش قسمت سمجھنے لگا تھا مجھے مہارانی جیسی حسین لڑکی کا ساتھ نصیب ہوا تھا بجز حال میں اپنی اچھی خوش قسمتی پر ناز کرتا ہوا سو گیا اگلے دن اٹھا تو اس مہارانی کا کا سحر مجھ پر طاری تھا میں نے ناشتہ کیا اور پھر رات کو جو تصاویر مکمل کی تھی وہ بذریعہ کوریئر روانہ کر دیں۔ اور پھر واپس آ کر جیسے ہی میں کمرے میں آیا تو وہ حسینہ برا جمان تھی آج وہ حد سے زیادہ حسین دکھائی دے رہی تھی اسے دیکھ کر میری باچھیں کھل گئیں۔

آیئے خان صاحب آ گئے آپ وہ ایک ادا سے بولی تھی۔

جی۔ میں صرف اتنا ہی کہہ سکا۔

آپ کو اپنا وعدہ یاد ہے ناں۔ وہ تصویر والا۔

جی ہاں۔ مجھے یاد ہے اور میں بھلا کیسے بھول سکتا ہوں۔

تو پھر بنائیے ناں ہماری تصویر۔

اوہ ہاں۔ ابھی بنائے دیتا ہوں کس طرح کے پوز میں بناؤں آپ کی تصویر مطلب آدھی ہو یا مکمل جسم کے ساتھ۔

جیسے آپ کی مرضی بنا دیں۔ ہم تو آپ کی خوشی میں خوش ہیں۔

اس نے مسکراتے ہوئے تو میں نے کینوس میں رنگ بھرنے شروع کر دیئے وہ جتنی حسین تھی میرے ہاتھ اتنے ہی تیزی سے جنبش کر رہے تھے اس کا حسن لافانی تھا اک سحر میں جکڑا ہوا تھا اس جیسے میں کینوس پر منتقل کرنے کی اپنی سی کوشش کر رہا تھا جس میں میں کامیاب ہو گیا تھا دو گھنٹے بعد وہ نازنین میرے کینوس پر اپنی تمام تر وجاہت کے ساتھ موجود تھی۔

آئیں چیک کر لیں۔ میں نے کہا تو وہ اٹھی اور اس نے تصویر کا بغور جائزہ لیا اور کہا۔

آریان صاحب واؤ مزہ آ گیا واقعی جادو ہے آپ کے ہاتھ میں میں اتنی حسین تو نہیں ہوں جتنا آپ نے مجھے اس میں بنا دیا ہے۔

www.pdfbooksfree.pk

بہت اچھے کیا آپ کو پسند آئی ہے۔
بہت زیادہ خان صاحب۔
شکریہ۔ میں اس کے منہ سے اپنی تعریف سن کر پھولے نہ سمایا اب لگے ہاتھ ایک اور کام کرنا ہوگا۔
وہ کیا۔ میں نے پوچھا۔
جب تک میں تمہارے ساتھ ہوں تمہیں مجھ سے دوستی نبھانے کا وعدہ کرنا ہوگا۔
منظور ہے۔ میں نے بلا سوچے سمجھے کہہ دیا۔
اور تم ایک اچھے دوست کی حیثیت سے جو کچھ بھی مجھ سے مانگو گے میں دوں گی لیکن اس کے عوض میرا ایک کام کرنا ہوگا وہ کام میں خود نہیں کر سکتی۔
وہ کیا ہے۔ میں نے تیزی سے پوچھا۔
تم فی الحال وعدہ کرلو جب وقت آئے گا میں تب بتادوں گی۔
ٹھیک ہے میں وعدہ کرتا ہوں۔
اچھی طرح سوچ سمجھ لو۔ مہارانی کی لہراتی ہوئی آواز سنائی دی۔ اگر تم نے وعدہ خلافی کی تو یاد رکھنا ہماری دوستی دشمنی میں بدل جائے گی اور یہ بھی ممکن ہے کہ ہمیں تمہیں کوئی نقصان بھی پہنچادوں۔
اس کی نوبت نہیں آئے گی۔ میں نے تصویر کی نوک پلک سنوارتے ہوئے کہا میں وعدہ کرتا ہوں کہ تم جو بھی کہو گی میں اسے پورا کروں گا۔
سنو تم یہ چند روپوں کے لیے اتنی محنت کرنا چھوڑ دو مجھے اچھا نہیں لگتا ہے میں تمہارے لیے سرمایا فراہم کروں گی بس تم میرے کہنے پر عمل کرتے رہنا میری مرضی کے خلاف کوئی کام مت کرنا بس جو کچھ میں کہوں تم وہ کرتے جاؤ اس نے حکمانہ انداز میں کہا تو میں نے حیرت سے اسے دیکھا
کیا تم واقعی اتنی طاقتور ہو کہ مجھے پیسے دے سکتی ہو اگر یہ سب سچ ہے تو تب تو میرے وارے نیارے ہو سکتے ہیں۔
میں ایسا کر سکتی ہوں کسی بھی انسان کا ذہن پلٹ سکتی ہوں اس سے اپنی مرضی کا کام لے سکتی ہوں دیکھنا چاہو گے میرا کمال وہ ایک ادا سے بولی۔ میں نے خالی سر ہلایا۔ حالانکہ میں نے کسی جذبے کے تحت سر ہلایا تھا مجھے یاد نہیں تھا اور میرا ایسا کرنے کا ارادہ بھی نہ تھا میرے سر ہلاتے ہی وہ کمرے سے باہر نکلی اور پندرہ منٹ بعد میں نے ایک آدمی کو آتے ہوئے دیکھا وہ کون تھا میں اسے نہیں جانتا تھا وہ کسی سحر زدہ انسان کی مانند چل رہا تھا جیسے وہ کوئی روبوٹ ہو وہ تیزی سے اندر آیا اس کے ہاتھ میں ایک بیگ تھا اس نے میرے سامنے بیگ رکھا اور واپس مڑ کر اسی طرح گیٹ سے گزرا اور جدھر سے آیا تھا ادھر چل دیا۔
تھوڑی دیر بعد مہارانی بھی نمودار ہوئی اس کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔
بیگ کھولو۔
میں نے تجسس سے بیگ کی زپ کھولی تو میری آنکھیں چندھیا گئیں بیگ ہزار ہزار کے کرنسی نوٹوں سے بھرا ہوا تھا میں حیرت کے سمندر میں غوطہ زن ہو گیا میں نے کہا تھا کہ میں جو چاہوں وہ کر سکتی ہوں یہ پیسے تمہارے ہیں اور یہ اس تصویر کا ہلکا سا نذرانہ ہے اگر تم میرے کہے کے مطابق عمل کرو گے تو یہ دولت تمہارے قدموں کی باندھی بن جائے گی اتنی زیادہ دولت دیکھ کر مجھے ایسے لگا کہ جیسے میں کسی سینما ہال میں بیٹھ کر الہ دین اور اس کی جادوئی انگوٹھی کے کمالات کی کوئی فلم دیکھ رہا ہوں اتنے نوٹ میں نے پوری زندگی میں نہیں دیکھے تھے اور اب یہ رقم میری تھی کم سے کم جتنا میرا اندازہ تھا یہ کوئی ایک کروڑ روپے تھے میں نے خواب میں بھی ایسا نہ سوچا تھا کہ میں اتنا امیر کبیر انسان بن جاؤں گا میں نے فرط محبت سے مہارانی کی طرف دیکھا وہ مجھے اتنی بڑی خوشی دینے پر اسے گلے لگانے کو دل چاہا اور میں بنا سوچے سمجھے اٹھا اور اس کی طرف دوڑا مگر یہ کیا میں اس کے وجود سے آر پار ہو گیا اور میں اسے چھو نہ کر سکا یہ دیکھ کر میری

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material

ساری خوشی کافور ہونے لگی اور میری امیدوں پر جیسے اوس سی پڑ گئی۔

نہیں تم اور میں ہم چاہ کر بھی ایسا نہیں کر سکتے تم میرے قریب سے سرفراز نہیں ہو سکتے کیونکہ میں ایک ہوا ہوں تم کو نظر آ سکتی ہوں تم سے باتیں کر سکتی ہوں اپنی بیش بہا طاقت کے استعمال سے میں سب کچھ کر سکتی ہوں لیکن قرب میں کسی کا قرب حاصل نہیں کر سکتی لیکن تم پریشان نہ ہو میں اس سے تمہیں ملوا سکتی ہوں اس نے اسی قاتل حسینہ کے فوٹو کی طرف انگلی کا اشارہ کرتے ہوئے کہا میں ایسا چکر چلاؤں گی یہ حسینہ تمہیں مل جائے گی اس کا نام نوشین ہے میں جانتی ہوں تم اسے بے حد چاہتے ہو اور اس سے پیار کرتے ہو میں نے حیرانگی سے اسے دیکھا۔ کہ اسے کیسے پتہ چلا کہ مجھے اس لڑکی سے پیار ہے۔

لیکن تم کو کیسے پتہ چلا کہ میں اس سے پیار کرتا ہوں میں نے اسی حیرانگی میں کہا۔

میں۔۔۔ میں سب کچھ جانتی ہوں تمہارے اگلے پچھلے سب کاموں کا مجھے علم ہے آریان صاحب میرا نام مہارانی ہے ویسے تم اگر یہ نام برا لگے تو تم مجھے ساحل کے نام سے بلا سکتے ہو مجھے یہ نام اچھا لگے گا۔

ہاں ساحل۔ یہ ٹھیک رہے گا تو ساحل صاحبہ میں نوشین کو کیسے حاصل کر سکتا ہوں مجھے اس کے لیے کیا کرنا ہوگا۔

کچھ نہیں۔ صرف حکم کرنا ہوگا اور تمہاری نوشین تمہاری طرف دوڑتی ہوئی آئے گی۔

کیا۔۔ کیا ایسا ہو سکتا ہے۔ میں نے خوابیدہ لہجے میں کہا۔

ہاں اگر ایک بنک کا منیجر اپنے بنک کا اک کروڑ روپیہ تمہیں لا کر دے سکتا ہے تو آریان صاحب نوشین آپ کو مل سکتی ہے کیا سمجھے وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

پھر تو میں آج ہی نوشین کو حاصل کرنا چاہوں گا کیونکہ میں واقعی اس سے پیار کرتا ہوں اور اسے اپنی زندگی میں لا کر اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں میں نے تیزی سے کہا۔ تو ساحل مسکرائی۔

ہاں میں جانتی ہوں خاں صاحب۔ مجھ سے آپ کا کچھ بھی چھپا ہوا نہیں ہے۔ آؤ چلیں تمہاری نوشین کے پاس ساحل نے عامل جلالی کی طرح آنکھ مارتے ہوئے کہا تو میں بے اختیار قہقہہ لگانے پر مجبور ہو گیا۔

اگر ساحل میری زندگی میں نہ آئی ہوتی تو میں کبھی بھی نوشین کو حاصل نہ کر سکتا تھا مجھے ساحل کی بے پناہ شکتی پر اعتماد تھا کہ وہ میری سیڑھی بن سکتی ہے کیونکہ اس سے پہلے میں اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کیونکہ نوشین ایک امیر کبیر بات کی اولاد تھی جو کروڑ پتی تھا بہر حال میں ساحل کے ذریعے پارک میں جا بیٹھا۔ جہاں وہ پہلے سے موجود تھی اس نے جب مجھے دیکھا تو مجھے محسوس ہوا کہ جیسے اس نے مجھے دیکھ کر خوشی کا اظہار کیا ہو میں کن انکھیوں سے اسے دیکھنے لگا۔ وہ بھی وقفے وقفے سے مجھے دیکھنے لگی کافی دیر تک ہمارے درمیان یہ آنکھ مچولی ہوتی رہی پھر اچانک میں نے ایک خوبصورت نوجوان کو اس کے قریب جا کر بیٹھتے ہوئے دیکھا نوجوان وارد کے آجانے وہ کچھ پریشان ہو گئی میں نے اندازہ لگایا کہ وہ مرد اس کے لیے اجنبی نہیں تھا کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو وہ وہاں سے اٹھ گئی ہوتی اور اسکے ساتھ وہ بیٹھا بھی گوارہ نہ کرتی میں اپنی جگہ بیٹھا اس نوجوان کو چور نظروں سے دیکھ رہا تھا اور پھر وہ جس انداز میں مسکرا مسکرا کر نوشین سے باتیں کر رہا تھا اس نے میرے اندر جذبہ رقابت کو ابھار دیا تھا جانتے ہو تم یہ نوجوان کون ہے یہ نوشین کا منگیتر ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ تم اسے مار دو اٹھو آریان اسکو قتل کر دو۔ ساحل نے کہا۔ میں اٹھا اور اس کی طرف بڑھنے لگا۔ ساحل کون تھی کیا آریان خان ساحل کے کہنے پر اس کو قتل کر دے گا یہ سب جاننے کے لیے اگلی قسط پڑھنا نہ بھولئے گا۔

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material

خوبصورت چڑیل

---تحریر: معاویہ عنبر وٹو۔فیصل آباد

مجھے ایک چیخ سنائی دی اور تیزی سے کوئی وجود میرے اوپر گرا وہ وجود اتنا زور سے میرے اوپر گرا کہ میں اس میں دب کر رہ گیا۔ وہ وجود تیزی سے اٹھا تو میں نے گھوم کر دیکھا وہ جلالی بابا ہی تھے اور اس وقت ان کا چہرہ مارے خوف کے تندور بن چکا تھا میں نے سوالیہ نظروں سے ان کی طرف دیکھا تو انہوں نے منمناتے ہوئے مجھے دیکھا اور تیزی سے اٹھ کر کمرے سے بھاگ کھڑے ہوئے میں نے حیرانگی سے انکو بھاگتا ہوا دیکھا تو میں تیزی سے اٹھا اور بیڈ روم کی طرف آیا اندر کا دہشت ناک منظر دیکھ کر میری روح فنا ہو گئی میرے سامنے کمرے کا انتہائی خونخوار اور کراہت آمیز منظر تھا کمرے میں ہر طرف خون ہی خون تھا ایک طرف کٹے پھٹے جانور کا مرکب پڑا ہوا تھا ان میں سے کچھ اجزا کتے کے تھے کیونکہ اس کی تھوتھنی برابر پڑی تھی کمرے میں پانچ چھ چنگاڑیں بھی سکڑی ہوئی حالت میں پڑی تھیں ان کے جسم کسی نوکدار چیز سے چیرے ہوئے تھے اور اتنے بھیانک انداز میں کہ انکی آنتیں تک کٹی ہوئی تھیں یہ منظر اس قدر دہشت ناک اور خوفناک تھا کہ میں کانپ کر رہ گیا اچانک کمرے میں دھواں سا بھرنے لگا اتنے میں میری نگاہ ان کٹے ہوئے سر کی جانب پڑی تو مجھے گمان ہوا کہ جیسے بلی کی انگوٹی آنکھ جیسی ہوا انگوٹی اس لیے کہ دوسری آنکھ کی جگہ خالی گڑھا سا موجود تھا۔ پھر اچانک جو انکا منظر ابھرا اسے دیکھ کر میری رگوں میں دوڑتا ہوا لہو سرد دل کی دھڑکن مدہم اور دل سینے کا حصار توڑ کر راہ فرار اختیار کرتا ہوا محسوس ہوا کیونکہ میرے سامنے جو مردہ جانوروں کے اعضا بکھرے پڑے تھے وہ ایک دم سے جیسے زندہ ہو گئے اور حرکت کرنے لگے مردہ چنگاڑیں بدن کا سرا ایک طرف بدقسمتی کی داستان رقم کر رہا تھا اور آنتیں ۔ایک سنسنی خیز کہانی۔

ڈاکٹر پال اس شب دیر سے سویا تھا دن بھر اس کے مطب میں مریضوں کا تانتا بندھا رہا اور اسے دم لینے کی بھی مہلت نہ ملی لیکن اب صبح ساڑھے چار بجے سے چیخ رہی تھی سورج طلوع ہونے میں ابھی دیر باقی تھی اور چاروں اطراف گہرا سناٹا چھایا ہوا تھا اس سناٹے میں گھنٹی بجنے کی مسلسل آواز سنائی دے رہی تھی ڈاکٹر پال کو یوں محسوس ہوا تھا جیسے اس کے دماغ پر آہنی ہتھوڑے سے ضربیں لگائی جا رہی تھیں گرم گرم بستر سے اٹھنا اس وقت اس کے لیے سخت تکلیف دہ تھا وہ بے اختیار اپنے ملازم کو کوسنے لگا جو ایک روز پہلے بہانہ کر کے اپنے گاؤں چلا گیا تھا خدا معلوم کون بدبخت میری نیند حرام کرنے آ پہنچا ہے جہنم میں جائے۔اس نے بڑبڑا کر کہا اور لحاف اپنے اوپر لپیٹ کر سونے کی کوشش کرنے لگا مگر اب گھنٹی بجانے والا دروازے کو اس انداز میں پیٹنے لگا کہ پورے مکان میں بھونچال سا آ گیا کئی منٹ تک یہی کیفیت رہی اور جب ڈاکٹر پال کی نیند اڑ گئی اور اسے یقین ہو گیا کہ دستک دینے والا ٹلنے والی چیز نہیں تو وہ طیش میں آ کر بستر سے نکلا اور

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material
www.bookstube.net
www.urdumovies.net



www.pdfbooksfree.pk

ڈریسنگ گاؤن پہن کر لڑکھڑاتی چال چلتا ہوا صدر دروازے کی طرف گیا۔ دروازہ کھول کر جونہی اس نے باہر تاریکی میں جھانکا دفعتاً ایک شخص دروازے میں گھس کر مکان میں آ گیا اور زور سے دروازہ بند کر کے چٹخنی لگا دی پھر اس نے اپنے کانپتے ہوئے ہاتھ سے ڈاکٹر کا بازو پکڑ لیا ڈاکٹر نے جھٹکا دے کر اپنا بازو چھڑانا چاہا لیکن اجنبی نے اس کا ہاتھ اور سختی سے جکڑ لیا اور ہانپتے ہوئے بولا۔

مجھے بتایا گیا ہے کہ اس مکان میں ایک ڈاکٹر رہتا ہے ڈاکٹر پال۔ کیا تمہارا یہی نام ہے اگر تم ڈاکٹر نہیں تو مجھے ڈاکٹر کے پاس لے چلو۔

ڈاکٹر نے جواب دینے سے پہلے پراسرار اجنبی کا نہایت سکون اور بنظر غائر معائنہ کیا پھر مطمئن ہو کر کہ تشویش کی کوئی بات نہیں اس نے اجنبی کا ہاتھ پکڑا اور اسے اپنی لائبریری میں لے گیا جہاں آتش دان میں آگ کے مدھم شعلے ابھی تک رقص کر رہے تھے اور کمرہ خاصا گرم تھا اس نے لکڑی کا ایک موٹا سا ٹکڑا آتش دان میں جھونکتے ہوئے کہا۔

ہاں مجھے ہی ڈاکٹر پال کہتے ہیں۔

آہ۔۔۔ تب خدا کے لیے مجھے بتاؤ کہ میں کیا پاگل ہوں۔ ایک مرتبہ پھر ڈاکٹر نے اس بے وقت کے تلاتانی کو بغور دیکھا اس کا حلیہ بڑا عجیب تھا سر کے موٹے بال الجھے ہوئے تھے اور گرد آلود بدن کے کپڑے تار تار اور چہرہ جس کے نقوش صاف تھے خون سے تر تھا اس کی آنکھوں سے خوف و ہراس اور بھرائی ہوئی آواز میں کپکپاہٹ اور دہشت کا عنصر نمایاں تھا ڈاکٹر نے ایک کرسی کی طرف اشارہ کر کے اسے بیٹھنے کے لیے کہا جس پر اجنبی دھم سے گر گیا۔

تم زخمی بھی ہو۔ ڈاکٹر نے الماری کھول کر برانڈی کی بوتل نکالی اور گلاس بھر کر اجنبی کو دیتے ہوئے کہا پہلے اسے پی لو۔ اس نے ایک گھونٹ میں گلاس ختم کر دیا آہستہ آہستہ اس کے اوسان بحال ہونے لگے اور چہرے پر پھیلے ہوئے دہشت کے آثار رفتہ رفتہ غائب ہو گئے پندرہ منٹ تک کمرے میں خاموشی چھائی رہی آخر اجنبی کچھ اس طرح گویا ہوا۔

ڈاکٹر صاحب میرا نام فرینگ میتھون ہے اور میں لندن کا رہنے والا ہوں پیشہ فوٹو گرافی ہے اور میں ایک کمپنی میں ملازم ہوں کمپنی کے کام سے مجھے اس علاقے سے ایک جگہ پر میں چند تصویریں لینے کے لیے نکلا میں اس علاقے سے قطعی ناواقف ہونے کے باعث گذشتہ پندرہ روز سے مختلف دیہاتوں میں بھٹکتا رہا ہوں لیکن مجھے مطلوبہ تصویر حاصل کرنے میں کامیابی نہیں ہوئی آخر کار میں نے ورلنگٹن اور وائٹ ہیون کے رائل ہوٹل میں قیام کرنے کو تھا جس کے بارے میں میں نے سنا تھا کہ وہاں کھانے کی بہتر سہولتیں میسر ہیں چنانچہ گذشتہ رات میں اپنی موٹر سائیکل پر بیٹھ کر روانہ ہوا یہ تمام راستہ حد درجہ ویران سنسان اور دلدلی میدانوں پر مشتمل ہے رات بھی معمول سے زیادہ سرد اور تاریک تھی میں اپنی دھن میں مست موٹر سائیکل اڑائے ہوئے وائٹ ہیون کی طرف چلا جا رہا تھا دفعتاً میں نے محسوس کیا کہ موٹر سائیکل کی رفتار خود بخود دھیمی ہو رہی ہے تھوڑی دیر بعد وہ ہانپنے لگی اور آگے چلنے سے انکار کر دیا

میں نے موٹر سائیکل سے اتر کر اس کا معائنہ کیا اور یہ معلوم کر کے دل دھک دھک کرنے لگا کہ پٹرول کی ٹینکی تقریباً خالی ہو چکی ہے اس میں دراصل ایک ننھا سا سوراخ تھا جس میں سے پٹرول ٹپک ٹپک کر تمام راستے گرتا آیا تھا میں نے جلدی سے چیونگم کی گولی چبا کر اس کا ربڑ اس

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material
www.pdfbooksfree.net
www.urdutube.net
www.urdumovies.net

سوراخ پر لگایا تاکہ جو تھوڑا سا پٹرول باقی بچ رہا ہے وہ ضائع نہ ہو میری بدقسمتی دیکھئے کہ فالتو پٹرول کا ڈبہ جو میں ہمیشہ ایسے سفر کے لیے ساتھ رکھتا تھا بالکل خالی تھا۔ بالکل خالی تھا حالانکہ میں نے گیراج والوں کو ہدایت کردی تھی کہ وہ یہ ڈبہ پٹرول سے پر کردیں مگر وہ بھول گئے تھے خدا کا نام لے کر میں نے موٹر سائیکل دوبارہ سٹارٹ کی میں اس ویران علاقے سے بہت جلد نکل جانے کے لیے بے چین تھا مگر کیا معلوم تھا کہ قسمت کو کچھ اور ہی منظور تھا

ابھی میں بمشکل پون میل ہی گیا تھا کہ موٹر سائیکل نے پھر چلنے سے انکار کردیا میری پریشانی اور وحشت کا صحیح اندازہ نہ کرسکے گا کوئی جو اس وقت کے مطابق نزدیک کوئی گاؤں کم از کم چھ میل پر تھا میں نے جیب سے گھڑی نکال کر وقت دیکھا پورے دس بجے ہیں میرے چاروں اطراف گھپ اندھیرا چھایا تھا اور ہوا میں خنکی لمحہ بہ لمحہ بڑھتی جاتی تھی میں نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں اطراف پناہ لینے کے لیے کوئی مکان یا کسی کسان کی جھونپڑی تلاش کرنے کی کوشش کی مگر اس ہولناک سناٹے کو دیکھتے ہوئے معلوم ہوتا تھا کہ صدیوں سے اس ویرانے میں کسی انسان نے قدم نہیں رکھا اور پھر میں نے محسوس کیا کہ دھند کا ایک گہرا بادل ہے جو چاروں اطراف سے مجھے اپنے حلقے میں لینے کے لیے آہستہ آہستہ میری طرف بڑھ رہا ہے اس موقع پر اجنبی نے تھوڑی دیر توقف کیا پھر گویا ہوا۔

مجھے یہ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ اس دھند کو دیکھ کر میری وحشت اور اضطراب میں اور اضافہ ہوگیا میں نہیں جانتا تھا کہ اب کیا کروں اور کدھر جاؤں ایک سناٹا میرے گرد و پیش طاری تھا جیسے میں صدیوں پرانے کسی قبرستان میں کھڑا ہوں دھند نے آخر مجھے اپنی لپیٹ میں لے لیا اور میں یوں محسوس کیا جیسے کسی نادیدہ آسیبی قوت نے میرے اعصاب سلب کرلیے ہیں ڈاکٹر صاحب یقین کیجئے کہ اپنے دوستوں کے حلقے میں مجھے بزدل نہیں سمجھا جاتا اور کئی مرتبہ مختلف ڈراؤنے واقعات کے مراحل سے گزر چکا ہوں لیکن اس دھند میں اپنے آپ کو مقید پاتے ہوئے مجھے یہی یقین ہو رہا تھا کہ اس میں کسی آسیبی قوت کا دخل ضرور ہے اور میری چھٹی حس مجھے یہ بتاتی تھی کہ یہ قوت میرے ہی کہیں قریب موجود ہے پھر میں نے اپنے کندھوں پر ایک زبردست دباؤ محسوس کیا اور مجھے یوں معلوم ہوا کہ یہ نادیدہ آسیبی قوت مجھے ایک طرف بڑھنے کے لیے مجبور کررہی ہے میں نے بڑی کوشش کی کہ اس طرف نہ جاؤں لیکن بے بسی کا شکار ہونے پر مجبور ہونے لگا

ایک بے جان لاش کی مانند گھنی خاردار جھاڑیوں کی طرف بڑھنے لگا جن کے درمیان دروازے کی شکل صورت کا ایک وسیع شگاف مجھے قریب جانے پر دکھائی دیا جونہی میں اس شگاف میں داخل ہوکر دوسری جانب نکلا تو میرے کندھوں پر رکھا ہوا ناقابل برداشت بوجھ فوراً دور ہوگیا شاید اس آسیب نے میرا پیچھا چھوڑ دیا تھا میں نے دیکھا کہ وہ گہری دھند جسے دیکھ کر دہشت طاری ہوتی تھی آہستہ آہستہ فضا میں تحلیل ہوکر غائب ہوگئی میں نے اپنے چاروں اطراف دیکھنے کی کوشش کی اور پھر میرا دل جیسے خوشی اور مسرت سے ناچ اٹھا

اس ویرانے میں پناہ لینے کے لیے آخر ایک مکان دکھائی دے ہی دیا سرائے کی طرز کا ایک قدیم مکان تھا جس کے چاروں اطراف خاردار جھاڑیاں اور لمبی گھاس کثرت سے اگی ہوئی تھی

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material
www.bookstube.net
www.urdutube.net
www.urdumovies.net

افتادِ زمانہ کے باعث اس سرائے کی دیواروں کا رنگ سیاہ پڑ گیا تھا اس گھپ اندھیرے میں مجھے ہی سیاہ ہی نظر آیا بہرحال بیچارگی اور مصیبت کے وقت اس سرائے نما مکان کا دکھائی دینا میرے لیے سمندر میں روشنی کے مینار سے کہیں ہم تھا مجھے یقین تھا کہ یہ مکان ضرور آباد ہوگا اور بے شک رات کافی جا چکی ہے مگر مکان کا مالک یا کوئی بھی اس میں رہتا ہے ایک اجنبی کے لیے دروازہ کھولنے میں کوئی ناراضی محسوس نہ کرے گا اور عین ممکن ہے کہ اس تھکے ماندے اور بھوکے پیاسے مسافر کو کھانا بھی کھلا دے یہ خیال آتے ہی گرم گرم چائے ابلے ہوئے انڈے بکرے کی بھنی ہوئی ران اور شراب سے بھری بوتل کی تصویریں میری نظروں کے سامنے رقص کرنے لگیں مجھے اپنے آپ پر ہنسی آئی چند منٹ پہلے مجھے دہشت اور خوف کی جو زبردست کیفیت طاری تھی وہ اب سکون اور اطمینان میں بدل چکی تھی

انسان کی فطرت بھی عجیب ہے ہاتھ کو ہاتھ نہ دیکھنے والی اس تاریکی میں سرائے کا راستہ تلاش کرنا بھی کارِدارد تھا پھر قدم قدم پر خاردار جھاڑیاں لیکن جلد ہی مجھے سائے کو جانے والا راستہ نظر آ گیا۔ قریب پہنچ کر اس عمارت کے دھندلے نقوش واضح دکھائی دینے لگے دور سے وہ چھوٹی دکھائی دی تھی مگر اصل میں یہ عظیم عمارت تھی اس کے بلند دروازے پر کچھ لکھا ہوا تھا۔ جو میں کوشش کے باوجود پڑھ نہ سکا اونچے اونچے درختوں کے ایک زبردست جھنڈ نے عمارت کو اپنے حلقے میں لے رکھا تھا ایک عجیب بات میں نے دیکھی کہ عمارت کے چاروں اطراف وہی پراسرار دھند پھیلی ہوئی تھی لیکن یہ دھند اپنی جگہ پر رکی ہوئی تھی میں نے پوری دل جمعی کے ساتھ دروازے پر زور دے کر دستک دی اور ایک لمحے تک انتظار کیا کہ شاید دروازہ کھلے مگر اندر سے کوئی جواب نہ آیا تب میں نے کئی مرتبہ اور زور سے دروازہ کھٹکھٹایا اندھیرے میں اتنی دیر تک چلتے رہنے کے باعث میری آنکھیں گرد و پیش کی اشیا بخوبی دیکھنے پر قادر ہو چکی تھیں اور حیران تھا کہ عالی شان عمارت کا مالک یا تو نہایت بے پرواہ قسم کا آدمی ہے یا اسے اپنے گوشہ قناعت ہی سے نکلنے کا موقع نہیں ملتا کہ اس کی حالت درست کرنے پر توجہ دے

دفعتاً میری نگاہ عمارت کی پیشانی پر لگے ہوئے ایک بڑے سے سفید پتھر پر پڑی جس پر چند الفاظ لکھے ہوئے تھے پہلے میرا خیال تھا کہ شاید اس پتھر پر سرائے کا نام لکھا ہوا ہے لیکن بغور دیکھنے سے پتہ چلا کہ اس پر عجیب مضحکہ خیز الفاظ لکھے ہیں

یہاں آپ کا سفر ختم ہوتا ہے۔

میں سوچ بچار با آخر ان الفاظ کا مطلب کیا ہے مگر سوائے اس کے اور کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ پہلے پہل جس شخص نے یہ سرائے بنوائی وہ کوئی بڑا خوش مزاج اور زندہ دل قسم کا آدمی ہوگا ابھی میں اسی ادھیڑ بن میں لگا ہوا تھا کہ دفعتاً میرے کانوں میں ایسی آواز آئی جیسے مکان کے اندر کوئی شے حرکت کر رہی ہے پھر دائیں ہاتھ کی اونچی کھڑکی کی درزوں میں سے روشنی کی ہلکی ہلکی کرنیں دکھائی دیں اور فوراً یہ روشنی غائب ہو گئی شاید کوئی شخص دروازہ کھولنے آ رہا تھا لیکن یہ سوچ کر کے دستک دینے والا واپس چلا گیا وہ بتی بجھا کر اپنے بستر پر لیٹ گیا ہوگا

یہ خیال آتے ہی میں دروازے کو پیٹنے ہی والا تھا کہ مکان کے اندر پھر کسی کے ہولے ہولے چلنے پھرنے کی آواز کانوں میں آئی یہ آواز پیروں میں پہننے والے بھاری سلیپروں کے فرش پر گھسٹنے کی آواز سے ملتی جلتی تھی آہستہ آہستہ یہ آہٹ مکان کے اندرونی حصے سے دروازے کی آہنی

www.pdfbooksfree.pk

زنجیر کی دل خوش کن کھڑکھڑاہٹ سنی اور لکڑی کا بنا ہوا مضبوط اور بلند دروازہ آہستہ آہستہ کھلنے لگا دروازہ کھلا اور مجھے پہلے اپنے سامنے ایک آدمی کھڑا دکھائی دیا اسے دیکھتے ہی میرے بدن میں خوف کی ایک جھرجھری سی دوڑ گئی اور مجھے یوں محسوس ہوا کہ جیسے میری ریڑھ کی ہڈی پر کسی نے برنالی انگلی رکھ دی ہے

وہ ایک پستہ قامت اور چھوٹے شانوں والا مضبوط جسم کا آدمی تھا جس کا گول چہرہ دودھ کی مانند سفید اور روشن تھا اور گنجی کھوپڑی اندھیرے میں چاندی کی طرح چمک رہی تھی گردن سے لے کر ٹخنوں تک اس نے سیاہ رنگ کے موٹے کپڑے کا چغہ پہن رکھا تھا مگر ان تمام عجیب باتوں کے علاوہ جس شے نے میرے جسم پر لرزہ سا طاری کر دیا وہ یہ تھا کہ اس شخص کے چہرے پر نہ بھویں تھیں نہ آنکھیں اس عجیب و غریب شخص کی پشت پر میں نے ایک نوجوان اور بے حد خوبصورت عورت کو دیکھا جو قدیم طرز کا شمع دان ہاتھ میں لیے کھڑی تھی مرد جتنا بدصورت اور بدوضع تھا عورت اتنی ہی حسین اور دلکش تھی اس کا جسم سڈول تھا اور سیاہ آنکھیں جن میں سمندروں کی سی گہرائی تھی بے پناہ چمکیلی تھیں کالے لباس میں اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی مانند دمکتا تھا۔

آہ۔ میں اس کا چہرہ کبھی نہ بھول سکوں گا مگر اس خوبصورت اور دل کش چہرے پر ایک شے ایسی تھی جسے دیکھتے ہی میرے دل میں اس عورت کے لیے نفرت اور کراہت کے شدید ترین جذبات پیدا ہو گئے خدا جانے کیوں اور وہ شے تھی اس کے ہونٹ شمع کی مدھم روشنی میں اس کے پتلے پتلے ہونٹ کبوتر کے خون کی مانند سرخ تھے جیسے وہ تھوڑی دیر پہلے کسی کا خون پی کر آئی ہو میں نے محسوس کیا کہ مجھے دیکھتے ہی عورت کا چہرہ پہلے سے زیادہ روشن ہو گیا اور اس کی آنکھیں تارے کی مانند چمکنے لگیں وہ مجھے ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے لگی اس کی نظروں کی تاب نہ لا کر میں نے فوراً اپنی نظریں پھیر لیں ان دونوں کا جائزہ لینے میں ایک منٹ سے زیادہ نہیں لگا

میں نے رک رک کر اپنا حال سنایا اور صرف ایک رات کے لیے مکان میں پناہ لینے کی درخواست کی جتنی دیر میں بولتا رہا وہ دونوں بے حس و حرکت کھڑے میری بات سنتے رہے اور جب میں چپ ہوا تو ایک لمحہ انتظار کے بعد بغیر آنکھوں والے مرد پراسرار نے اپنی لمبی لمبی سفید انگلیاں آگے بڑھائیں اور میرے چہرے کو ٹٹولنے لگا شاید وہ یہ اندازہ لگا رہا تھا کہ میں کوئی اٹھائی گیرا یا بدمعاش تو نہیں۔ مگر فوراً ہی اس حسین عورت نے جھک کر مرد کے کان میں آہستہ سے کہا

کافی ہے اسے اندر آنے دو۔

میں نے یہ فقرہ سن لیا مگر سمجھ نہ سکا کہ کافی ہے۔ سے اس عورت کی کیا مراد تھی مرد ایک طرف ہٹ گیا اور مجھے مکان میں داخل ہونے کا اشارہ کیا اگرچہ میں اس مکان کی ہیبت اس میں رہنے والے ان دو پراسرار افراد کی شکل صورت لباس اور انداز گفتگو سے کسی قدر سراسیمہ ہو گیا تھا

تاہم اب میرے لیے مکان میں داخل ہونے کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ تھا کیا میں اپنے آپ کو اس ویران اور دلدلی علاقے کے رحم و کرم پر چھوڑ دیتا اور صبح ادھر سے گزرنے والے سردی سے اکڑی ہوئی میری لاش پاتے خدا کا نام لے کر میں مکان میں داخل ہو گیا مجھے معلوم نہیں کہ وہ سفید چہرے والا پراسرار مرد کس طرف کو چلا گیا البتہ عورت نے مجھے اپنے پیچھے پیچھے آنے کا اشارہ

www.pdfbooksfree.pk

کیا اور پہلی منزل کے ایک کمرے میں لے گئی

میں نے دیکھا کہ چلتے ہوئے اس کے پیروں سے ہلکی سی آہٹ بھی پیدا نہ ہوتی تھی ابتدا میں بے شمار بڑے بڑے کمرے تھے وہ مجھے جس کمرے میں لے گئی شاید وہ خواب گاہ کے طور پر استعمال ہوتا تھا کیونکہ میں نے ایک ہی نظر میں دیکھ لا کہ کمرے کے ایک گوشے میں نہایت آرام دہ بستر موجود تھا اور وہ مسہری جس پر بستر بچھا تھا فرش زمین سے کئی فٹ اونچی اور اتنی ہی بڑی تھی کہ اس پر بیک وقت چار پانچ افراد آسانی سے سو سکتے تھے عورت کمرے سے داخل نہیں ہوئی بلکہ دروازے ہی میں رک گئی اس کے لبوں پر ایک عجیب پراسرار مسکراہٹ نمودار ہوئی اس نے گردن کے اشارے سے رخصتی سلام کیا اور واپسی مڑنے ہی والی تھی کہ میں نے جلدی سے نہایت عاجزانہ انداز میں درخواست کی۔

کیا کھانے کے لیے کچھ مل سکتا ہے عورت نے نفی میں سر ہلایا میری یہ درخواست بے کار ثابت ہوئی اس کے سرخ سرخ لبوں پر مزید تبسم چھا گیا یہاں تک کہ مجھے اس کے سفید چمکیلے دانت دکھائی دیئے جو غیر معمولی طور پر لمبے اور نوکیلے تھے پھر اس نے دروازہ بند کیا اور چلی گئی۔

اب میں کمرے میں تنہا تھا میں نے کمرے میں چاروں اطراف گھومتی ہوئی نظر ڈالی یہ ایک وسیع اور عریض کمرہ تھا ایک گوشے میں ہاتھ منہ دھونے کی ایک چھوٹی سی میز لگی ہوئی تھی جس کے قریب ہی چند تولیے لٹک رہے تھے جنوبی دیوار کے ساتھ ساتھ پرانی طرز کی کئی بڑی بڑی کرسیاں بھی ایک قطار میں رکھی تھیں اور اس کے مقابل کی دیوار کے ساتھ شاہ بلوط کی لکڑی کی بنی ہوئی ایک بے حد مضبوط اور بھاری الماری کھڑی تھی مسہری کا ذکر میں پہلے ہی کر چکا ہوں کمرے کی مغربی دیوار کے ساتھ کونے میں ایک ہی کھڑکی تھی جو مجھے بند دکھائی دی اور اسی طرف وہ دروازہ تھا جس سے میں کمرے میں داخل ہوا تھا بستر کے قریب کونے میں تانبے کا بنا ہوا ایک نہایت وزنی اور کئی فٹ اونچا لیمپ بھی پڑا تھا جس پر گرد کی موٹی تہیں جمی ہوئی تھیں زرد روشنی میں کمرے کی تمام چیزیں مجھے ایک خواب کی مانند دکھائی دے رہی تھیں مشرقی دیوار کے ساتھ کوئی شے نہ تھی البتہ ایک چھوٹا سا دروازہ ضرور دکھائی دیا جس میں قفل لگا تھا میں نے ایک سوراخ میں سے جھانک کر دیکھنے کی کوشش کی مگر کچھ دکھائی نہ دیا کہ اس کمرے میں کیا ہے کیونکہ وہاں بڑا اندھیرا تھا

شدید تھکن کے باعث میرا جسم ٹوٹ چکا تھا اور میرے کپڑے خاک دھول میں اٹ گئے تھے میں نے سوچا اگر اس وقت گرم گرم پانی سے نہالوں تو کیا ہی اچھا ہو مگر افسوس کہ یہاں نہانے کا انتظام نہیں میں نے سونے کی تیاریاں شروع کیں اور اپنا کوٹ اتارا تب مجھے پھر حسینہ کا خیال آیا جو مجھے اس کمرے میں پہنچا گئی تھیں میں نے اپنے دل میں سوچا کہ سمجھ میں نہیں آتا آخر ایسی حسین اور جوان عورت اس اندھے مرد کے ساتھ اس ویران مکان میں کیوں اور وہ آدمی تو مجھے اس دنیا کی مخلوق ہی معلوم نہیں ہوا رہا تھا ضرور کوئی بدروح ہے مگر اس بدروح کے ساتھ اس عورت کا کیا تعلق ہے

جسم کے ساتھ میرا ذہن بھی تھک گیا تھا اس لیے میں اپنے ہی سوال کا کوئی تسلی بخش جواب نہ دے سکا البتہ میں نے یہ طے کیا کہ صبح ضرور اس عورت سے اس معمے کا حل دریافت کرنے کی کوشش کروں گا بستر پر لیٹتے ہوئے ایک دفعہ پھر میرے دل میں گرم گرم غسل کی زبردست خواہش پیدا ہوئی تب مجھے یاد آیا ممکن ہے وہ چھوٹا سا

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material
www.booksfree.net
www.urdutube.net
www.urdunovels.net

دروازہ جس میں قفل لگا ہے کسی غسل خانے کا دروازہ ہو اسے کسی ترکیب سے کھلنا چاہیے میں بستر سے اٹھ کر اس دروازے کے قریب گیا اور دروازے کا بغور معائنہ کیا پھر ہاتھوں کی پوری قوت سے اسے کھولنے لگا مگر اس میں اندر کی طرف قفل لگا تھا میں ہمیشہ کئی قسم کی چابیوں کا گچھا اپنے ساتھ رکھتا ہوں میں نے کوٹ کی جیب سے یہ گچھا نکالا اور باری باری ہر چابی تالے کے سوراخ میں آزمانے لگا یہ کوشش آخر بار آور ثابت ہوئی اور ایک چابی سے قفل کھل گیا۔ دروازہ کھلتے ہی دل خوش ہوگیا کیونکہ یہ واقعی غسل خانہ تھا مگر تھا بے حد غلیظ خدا معلوم کتنے عرصہ سے اس میں صفائی نہیں ہوئی تھی اس لیے میں نے یہاں موم بتی تلاش کرنی چاہی مگر آپ کو معلوم ہے انسان کو وقت پر وہی شے نہیں ملتی جس کی اسے ضرورت ہوتی ہے میں نے سوچا لعنت بھیجو اگر روشنی نہ ہی تو کیا عنسل ہو جائے گا کیا غسل اندھیرے میں نہیں کیا جاسکتا یہ سوچ کر میں نے ٹنکی میں لگی ہوئی ٹونٹی کھول دی نہایت مدھم روشنی میں میں نے دیکھا کہ ٹونٹی میں سے پانی کی پتلی سی دھار نکل کر غسل کرنے کے بڑے ٹب میں گری مگر آہ گیدلا اور سیاہ رنگ کا جس میں سے دنگ کی بو آرہی تھی اور پھر پانی کی ٹنکی اور لوہے کے پائپوں میں سے خرخر خرخر کی عجیب آواز نکلنے لگی اب میں نے نہانے کے ٹب پر نظر ڈالی یہ بھی قدیم طرز کا تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے صدیوں سے اسے کسی نے استعمال نہیں کیا پہلے تو میں نے سوچا نہانے کا ارادہ ترک کر دینا چاہیے مگر کپڑے اتار چکا تھا لہٰذا طے کیا کہ کم از کم ہاتھ پیر ہی صاف کرلوں جو بے حد گرد آلود تھے پس میں نے پتلون اور جرابیں بھی اتار لیں اور اپنے بستر پر رکھ کر واپس غسل خانے میں آیا میرے دل میں سے اب اس مکان کی ویرانی اور بدروحوں کا سارا خوف دور ہو چکا تھا میں خوشی سے سیٹی بجاتا ہوا پانی کے ٹب میں بیٹھ گیا۔

میرے سر پر پانی کی پتلی سی دھار پڑنے لگی مگر دفعتاً میرا سانس جہاں تھا وہیں رک گیا خدایا کی پناہ یہ کیا چیز تھی جو میرے بدن پر چپک رہی تھی میں نے غور سے ٹب میں دیکھا اور پھر جیسے میری روح کھنچ کر حلق میں آگئی کیا دیکھتا ہوں کہ ٹب کے پیندے اور چاروں کناروں پر تازہ خون کی گہری تہہ جمی ہوئی ہے میرے منہ سے ہلکی سی چیخ نکلی اور میں اچھل کر ٹب میں سے باہر نکلا اور پھر مجھے کچھ خبر نہیں رہی کہ میں کہاں ہوں خدا جانے میں کتنی دیر بے ہوش رہا شاید دس یا پندرہ منٹ جب ہوش آیا تو میں نے اپنے آپ کو اسی مکروہ اور غلیظ ٹب کے پاس پڑے ہوئے پایا میرے ہاتھوں پیروں پر خون جم کر سخت ہوگیا تھا مجھے فوراً احساس ہوا کہ یہ خون حیوانی نہیں انسانی ہے۔ اس اچانک اور لرزہ خیز دریافت نے میرا ذہن قطعی ماؤف کر دیا چند لمحے تک میں سر پکڑے اسی طرح بیٹھا رہا۔

ایک ویران مکان کے اندر آدھی رات کو انسانی خون سے بھرے ہوئے ٹب میں غسل کرنے کا حادثہ اتنا بھیانک اور دہشت انگیز تھا کہ اس نے میری تمام ذہنی و جسمانی قوتیں سلب کر لی تھیں۔ میں اسے یقیناً ایک وہم یا خواب سے زیادہ اہمیت نہ دیتا اگر خون کے جمے ہوئے لوتھڑے سے میرے بدن پر چمٹے نہ ہوتے مگر یہ خون اس امر کی شہادت دیتا تھا کہ میرے ساتھ حقیقتاً ایسا معاملہ پیش آیا ہے چند منٹ بعد جب میرے اعصاب کچھ پرسکون ہوئے تو میں اٹھا اور کمرے میں جا کر تولیے سے ہاتھ پیروں پر جما ہوا خون بمشکل صاف کیا بلاشبہ یہ انسانی تھا اور بالکل

www.pdfbooksfree.pk

تازہ اب میں نے سوچنا شروع کر دیا کہ یہ خون کہاں سے آیا اور جو بدنصیب مارا گیا ہے اس کی لاش کہاں چھپائی گئی ہے بستر پر کپڑا بنا ہوئے میں خدا جانے کتنی دیر تک اسی فکر میں گم رہا شاید پانچ یا دس منٹ مگر یوں محسوس ہوتا تھا کہ جیسے ایک زمانہ بیت گیا ہے دہشت سے میرے جسم کا ہر رونگٹا کھڑا ہو گیا تھا اور دل دھک دھک کر رہا تھا میں نے اپنے کپڑے دوبارہ پہنے کیونکہ اب آنکھوں سے نیند غائب ہو چکی تھی اور ایک ایسی بھیانک جگہ جہاں انسانی خون بکھرا ہوا تھا کسی شخص کا سونا قطعی ناممکن تھا خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ کون بدنصیب تھا جس کا خون بہایا گیا ہے اور کسی نے بہایا ہے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے کسی قوی الجثہ جونک نے اس کا خون چوسا ہو اور پھر اسے ٹب میں خارج کر دیا ہو۔

جونک ۔۔۔ بجلی کی مانند میرے ذہن میں یہ خیال چمکا اور پھر اس سفید چہرے والے اندھے کی بھیانک شکل آنکھوں کے سامنے گھومنے لگی مجھے کمرہ گھومتا ہوا نظر آیا اف خدایا۔ کیا اس کی شکل جونک سے مشابہت نہیں رکھتی خون سرد ہو کر میری رگوں میں جمنے لگا اس عفریت کا اگلا شکار کون ہوگا میرا بدن خشک ٹہنی کی مانند کانپنے لگا میں اٹھا اور لپک کر کھڑکی کی طرف بڑھا اور اسے کھولنے لگا فرار کا یہی راستہ تھا پوری قوت جگے ساتھ میں نے کھڑکی کے دونوں پٹ کھولے مگر آہ اس راستے سے باہر جانے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا کیونکہ اوپر کی چوکھٹ سے لے کر نیچے کی چوکھٹ تک کھڑکی میں ڈیڑھ انچ موٹی چھ ہنی سلاخیں لگی ہوئی تھیں جنہیں شاید ہرکولیس بھی اپنی جگہ سے جنبش نہ دے سکتا وہاں سے میں دروازے کی طرف لپکا مگر بے سود دروازہ باہر سے مقفل تھا اب میں دروازے کے قریب کھڑا اس سوچ میں غرق تھا کہ فرار ہونے کے لیے کیا طریقہ اختیار کروں۔

دفعتاً مکان میں پھر کسی کی قفل و حرکت کی ہلکی سی آواز کانوں میں آئی۔ جیسے کوئی دبے پاؤں چل رہا ہو یہ آواز آہستہ آہستہ قریب آ رہی تھی یہاں تک کہ میرے کمرے کے باہر پہنچ کر ایک لخت تھم گئی میں دہشت سے آنکھیں پھاڑے دروازے کی طرف دیکھتا رہا پھر میں نے ایسی آواز سنی کہ دروازے کے اندرونی قفل میں چابی گھمائی جا رہی ہو اور پھر میری طرف دروازے میں لگا ہوا گول دستہ آہستہ آہستہ گھومنے لگا اور دروازہ بغیر آہٹ پیدا کیے ہوئے دو تین انچ کے قریب کھل گیا مجھے یوں محسوس ہوا جیسے کمرے کے فرش نے میرے پیر جکڑ لیے ہیں اور میں کوشش بھی کروں تو اپنی جگہ سے جنبش نہیں کر سکتا میرا کلیجہ اچھل کر حلق میں آ گیا تھا اور مفلوج جسم پسینے سے تر ہو رہا تھا۔

آہ وہ ہیبت ناک اور بھیانک خاموشی مجھے ساری عمر یاد رہے گی یہاں تک کہ خوف سے میرے دانت بجنے لگے غسل کی ٹنکی میں سے پانی قطرہ قطرہ ٹب میں گر رہا تھا اور اس کی آواز بڑی دراؤنی تھی دروازہ تھوڑا سا اور کھلا اور میں پوری قوت جمع کر کے چلایا۔

جو یہاں جو کوئی بھی ہو فوراً چلا جائے۔

یہی الفاظ تھے جو میرے حلق سے ایک باریک اور لرزتی ہوئی آواز بن کر بمشکل ادا ہوئے تھے پھر میں نے پاگلوں کی طرح کھلے ہوئے دروازے پر اپنا پورا بوجھ ڈال کر اسے زور سے بند کر دیا دروازے کے باہر قدموں کی چاپ ایک مرتبہ پھر سنائی دی جو آہستہ آہستہ دور ہوئی اور پھر غائب ہو گئی میں دروازے کے ساتھ چمٹا ہوا بری طرح ہانپ رہا تھا جب میں نے پورا اطمینان کر لیا کہ باہر کوئی نہیں تو میں نے دروازہ کھولنا چاہا مگر وہ

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material
www.bookstube.net
www.urdutube.net
www.urdumovies.net

باہر سے بند تھا میں اب ہر قیمت پر یہاں سے نکل جانا چاہتا تھا مگر سوال یہ تھا کیسے عین ممکن تھا کہ وہ خون آشام جونک جو انسانی شکل میں تھی دوبارہ اس طرف رخ کرتی دفعتاً میری نظر کمرے میں رکھی ہوئی لکڑی کی بھاری الماری پر پڑی میں نے سوچا کہ یہ الماری دروازے کے ساتھ لگا دینی چاہیے نہایت مشکل سے وہ بھاری الماری گھسیٹ گھسیٹ کر دروازے کے قریب لایا اور اسے دروازے سے اب کوئی آسانی کے ساتھ نہ آسکے گا کمرے میں لیمپ بدستور جل رہا تھا میں نے جیب سے گھڑی نکال کر دیکھی پورے بارہ بجے تھے اور صبح ہونے میں کئی گھنٹے باقی تھے میں اب بستر پر لیٹ گیا اور صبح ہونے کا انتظار کرنے لگا جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں مسہری بہت بڑی تھی اور اس کے چاروں اطراف گہرے سرخ پردے لکڑی کے بانسوں کے ساتھ لٹک رہے تھے اور مسہری کے اوپر چھت گیر ایک بہت بڑا چھتر تھا جیسا کہ پرانے زمانے میں بستر کی خوبصورتی کے لیے استعمال ہوتا تھا میں بستر پر لیٹا ہوا اس خوبصورت سائبان کو دیکھنے میں محو تھا کہ اچانک میری نگاہ ایک ایسی شے پر پڑی جسے دیکھ کر مجھے ہمیشہ کراہت ہوتی ہے یہاں ایک بہت بڑی لکڑی تھی جس نے میرے سر کے عین اوپر چھتر کے درمیان لگی ہوئی ایک لمبی اور نوکیلی آہنی سلاخ سے لے کر مسہری کے ایک کونے تک وسیع جالا تان رکھا تھا میرا خیال تھا کہ چھتر کے درمیانی لوہے کی یہ نوکیلی سلاخ شاید لالٹین یا لیمپ وغیرہ لٹکانے کے کام میں آتی ہوگی مکڑی اب جالے کے عین درمیان میں بیٹھی ہوئی تھی اور مجھے دیکھ رہی تھی میں اسے دیکھتا رہا دیکھتا رہا یہاں تک کہ میری آنکھیں نیند سے بھر بوجھل ہونے لگیں۔

سچ کہا کہ نیند تو سولی پر بھی آجاتی ہے میں نے آنکھیں کھلی رکھنے کی ہزار کوشش کی مگر بے سود اور چند لمحوں بعد میں بے خبر سو رہا تھا دفعتاً میری آنکھ کھلی کہ وہ بڑی مکڑی اپنے جالے سے گر کر میرے دائیں گال پر آن پڑی اور پھر رینگتی ہوئی گردن کی طرف بڑھی میں دہشت زدہ ہو کر ایک طرف اچھلا اور عین اسی لمحے چھتر میں سے لوہے کی بھاری نوکیلی سلاخ سنسناں ہوئی نکلی اور بستر میں کھب گئی اگر ایک سیکنڈ کی تاخیر ہو جاتی تو وہ سلاخ میرے سینے میں پیوست ہو چکی تھی مگر اس مکڑی نے میری جان بچائی اور تب میں نے محسوس کیا کہ چھتر کے درمیان میں اس آہنی سلاخ کو لگانے کا اصل مقصد کیا ہے۔

آہ کسی بدنصیب کو حالت خواب میں قتل کرنے کی اس سے بہتر ترکیب اور کوئی نہیں ہو سکتی تھی اب میں نے غور سے لوہے کی اس نوکیلی سلاخ کو دیکھا جو بستر میں گڑی ہوئی تھی اس کی بناوٹ بالکل نیزے کی دھارانی کی مانند تھی اور غالباً لکڑی کی وہ چھتر جس میں انی کسی ترکیب سے لگائی گئی ہوگی چھتر کے اندر ہی رہ گئی تھی انی جب گری تو مکڑی کا جالا ٹوٹ گیا اور یقیناً مکڑی کو پہلے سے پتہ چل گیا ہوگا کہ چھتر کی سلاخ میں جنبش ہو رہی ہے اور پھر مکڑی خوفزدہ ہو کر میری گردن پر آن گری اور میں نیزے کی انی سے ہلاک ہوتے ہوتے بچا۔ اب میں کمرے کے درمیان کھڑا سوچ رہا تھا کہ مصیبت سے بچنے کے لیے کیا کرنا چاہیے کہ دفعتاً دروازے کے باہر میں نے پھر نقل و حرکت کی وہی پراسرار آواز سنی جو اس سے پہلے دو دفعہ سن چکا تھا مگر فوراً ہی ہلکی آواز سنی تو پھر وہ غائب ہو گئی مجھے خیال آیا شاید یہ وہم میرے اعصاب کے باعث پیدا ہوا ہے۔ چنانچہ کئی لمحے تک میں سانس روکے اور دروازے سے کان لگائے یہی آواز دوبارہ سننے کی کوشش کرتا رہا

www.pdfbooksfree.pk

اور تب وہی آواز بلاشبہ سنائی دی مگر اس مرتبہ یہ آواز اس دیوار کے عقب سے آئی تھی جس کے ساتھ مسہری لگی ہوئی تھی اور یوں سنائی دیا جیسے دیوار کھرچی جارہی ہو اس میں سے کوئی شے نکالی جارہی ہو۔ اور پھر کوئی بٹن دبائے جانے کا کھٹکا بھی سنائی دیا میں نے گھوم کر اس طرف دیکھا آہستہ آہستہ دیوار میں ایک چھوٹا شگاف نمودار ہورہا تھا جس میں سے مدھم روشنی کی کرنیں کمرے میں داخل ہورہی تھیں میں نے پلک جھپکتے میں کمرہ عبور کرلیا اور جلتے ہوئے لیمپ کو گل کردیا اور کوشش کی کہ دہشت سے اپنے اعصاب کو بجائے رکھوں پھر میں لپک کر اس غسل خانے میں گھس گیا جہاں جاتے ہوئے روح فنا ہوتی تھی اور دروازے کی اوٹ سے دیکھنے لگا کہ اب کیا واقعہ ظہور میں آتا ہے میں نے دیکھا دیوار میں نمودار ہونے والا شگاف آہستہ آہستہ اتنا چوڑا ہوگیا ایک آدمی اس میں سے بخوبی نکل سکتا تھا پھر مجھے دو سفید ہاتھ دکھائی دیے جو اس شگاف کو ٹٹول رہے تھے اور دوسرے ہی لمحے بغیر آنکھوں والا وہ مہیب انسانی شکل میں تھا کمرے میں داخل ہوگیا ایک لمحے کے لیے وہ بے حس و حرکت کھڑا کان لگائے کچھ سنتا رہا پھر فضا میں ادھر ادھر ہاتھ چلاتا ہوا بغیر آہٹ کے میرے بستر کی طرف بڑھا پھر میں نے دیکھا شگاف کے پیچھے وہی خوبصورت چڑیل ہاتھوں میں شمع دان لیے کھڑی ہے اس کا چہرہ ان سفاکانہ حرکتوں کے باعث چمک رہا تھا اور شیطانی آنکھیں دمکتے ہوئے انگاروں کی طرح سرخ تھیں جنہیں دیکھ کر میں کانپ کر رہ گیا آدمی اب بستر کے قریب پہنچ چکا تھا اس نے آہستہ آہستہ سے اپنا نرم ہاتھ بستر پر یوں پھیرا جیسے کچھ پکڑنے کی کوشش کررہا ہو پھر اس کے ہاتھوں نے لوہے کی انی کو چھوا اور فوراً یہ محسوس کرکے جس لاش کو وہ ڈھونڈ رہا تھا بستر اس سے خالی ہے اندھا شیطان بلی کی مانند غرایا اور پیچھے ہٹا اس کی آواز سن کر چڑیل بھی کمرے میں آگئی اور پہلی نظر میں ڈالتے ہی اسے صورتحال کا صحیح اندازہ ہوگیا تب عورت نے مرد کا بازو پکڑتے ہوئے آہستہ سے کہا۔

جلدی کرو غسل خانے میں۔

یہ سنتے ہی وہ مڑا اور دبے پاؤں غسل خانے کی طرف بڑھا اب وقت ضائع کرنا لاحاصل تھا مجھے ہر قیمت پر اپنی جان بچانی تھی میں نے اس مختصر سے غسل خانے میں اوپر نیچے چاروں اطراف دیکھا ٹنکی کے اوپر کوئی شے چمکتی ہوئی دکھائی دی یہ تو کھلے آسمان پر ایک تارا چمک رہا تھا پھر تیلی بلی کی مانند میں پائپ کے سہارے چڑھ کر اس سوراخ تک پہنچ گیا جس میں اتنا شگاف تھا کہ میں مڑ تڑ کر اوپر چھت تک پہنچ سکتا تھا اس شگاف تک پہنچنے میں میرا سانس پھول گیا میں ایک لمحے کے لیے رکا تعفن اور سراند کا ایک ناگوار چکر مجھے اپنے نتھنوں میں گھستا ہوا محسوس ہوا۔ اتنے میں عورت اور مرد دونوں غسل خانے میں داخل ہوئے پہلے عورت نے ٹب میں جھانکا اور کمر سیدھی کرکے کھڑی ہوگئی اور مرد سے کچھ کہا اب میں نے دیکھا اس کے ایک ہاتھ میں تیز چمکتی ہوئی ایک کلہاڑی بھی ہے اور پھر وہ نہایت بھیانک انداز میں قہقہے لگانے لگی۔

نیچے اترو۔ عورت نے دھاڑ کر کہا۔ اس کمرے میں رہنے کا معاوضہ تمہیں ادا کرنا ہوگا۔

اور جب میں نے کوئی حرکت نہ کی تو عورت کا وحشیانہ پن عود کر آیا اس نے ایک ہاتھ میں پکڑی ہوئی شمع مرد کے ہاتھ میں تھمادی اور پھرتی سے پائپ پر چڑھنے لگی ایک سیکنڈ اور دیر ہوتی تو اس نے مجھے ٹانگ سے پکڑ کر گھسیٹ ہی لیا تھا مگر

www.pdfbooksfree.pk

میرا جسم آسانی سے اس سوراخ میں داخل ہوگیا اور میں نے بغیر سوچے سمجھے باہر چھلانگ لگادی اف خدایا کیا بیان کروں میں گوشت اور ہڈیوں کے عظیم ڈھیر پر گرا دس پندرہ لاشیں جن کے عضو عضو جدا تھے خدا جانے کب سے پڑی سڑ رہی تھیں میں اندھا دھند دوڑتا ہوا چلا گیا عورت چیختی چلاتی اب میرے تعاقب میں تھی لکڑی کا ایک زینہ دوسری منزل کو جاتا تھا میں فوراً اس پر چڑھتا ہوا دوسری منزل کی چھت پر پہنچ گیا اب میرے سامنے فرار کی تمام راہیں مسدود ہوگئیں خوبصورت چڑیل یہ سمجھ کر کہ اب یہ بچ کر کہاں جائے گا مجھ سے دس فٹ کے فاصلہ پر رک کر وحشیانہ انداز میں قہقہے لگانے لگی اور کلہاڑی گھمانے لگی میرا سارا جسم برف کی مانند سرد پڑ گیا عورت اپنے سفید چمکتے دانت پیستی ہوئی آہستہ آہستہ میری طرف بڑھی میں نے مضطرب ہوکر چاروں طرف دیکھا ایک اونچے درخت کی چند شاخیں چھت سے دو تین فٹ کے فاصلہ تک پھیلا رکھی گئی تھیں میں نے دیوار پر ایک ہاتھ رکھا اور دوسرے ہاتھ سے شاخ کو پکڑ لیا۔ دوسرے ہی لمحے وہ بلا مجھ پر جھپٹی اس نے کلہاڑی گھمائی اور مجھے یوں محسوس ہوا کہ جیسے دیوار پر رکھا ہوا میرا دایاں ہاتھ کٹ کر گیا ہے درخت کی شاخ میرا بوجھ سنبھال نہ سکی اور تڑاخ سے ٹوٹ گئی میں دھڑام سے گھنی جھاڑیوں پر گرا چوٹ کا خدشہ کس بدنصیب کو تھا میں اٹھا اور پاگلوں کی طرح جنگل میں بھاگا اور ایک دو میل تک بھاگتا رہا آخر پیچھے مڑ کر دیکھا تو جس مقام پر سرائے تھی وہاں آسمان سرخ ہو رہا تھا اور پھر میں نے اونچے اونچے شعلے دیکھے جنہوں نے سرائے کی عمارت کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا میرا خیال یہ ہے کہ عورت نے وہ شمع اندھے کے ہاتھوں میں پکڑا دی تھی اور پھر کسی طرح اس کے سیاہ چغے نے شمع کی لو کو چھو لیا ہوگا اندھے نے اپنے بچنے کی تدبیر کی ہوگی لیکن کمرے کے دوسرے سامان نے بھی آگ پکڑ لی ہوگی دفعتاً ایک جھٹکے کے ساتھ اس نے اپنا دایاں ہاتھ کوٹ کی جیب سے نکالا اور ڈاکٹر کی آنکھوں کے سامنے کر دیا اس کی چاروں انگلیاں کٹی ہوئی تھیں اور ہاتھ بے ترتیبی سے بندھی ہوئی ڈھیلی پٹیوں پر تازہ تازہ خون جما ہوا تھا۔

قارئین کرام کیسی لگی میری یہ کہانی اپنی رائے سے مجھے ضرور نوازئے گا مجھے آپکی رائے کا شدت سے انتظار رہے گا۔

غزل

محبت کے کنول کھلا کر دل میں کیا کریں گے
اندھیر راہوں میں چاہت کے چراغ جلا کر کیا کریں گے
درد ہے دھوکہ ہے آوارہ بادل ہے دنیا
اپنے آپ سے نہ بنی دنیا سے بنا کر کیا کریں گے
کہیں تم اپنی قسمت کا لکھا تبدیل کر لیتے
تو شاید ہم بھی اپنا راستہ تبدیل کر لیتے
اگر ہم واقعی کم حوصلہ ہوتے محبت میں
مرض بڑھنے سے پہلے ہی دوا تبدیل کر لیتے
تمہارے ساتھ چلنے پر جو دل راضی نہیں ہوتا
بہت پہلے ہم اپنا فیصلہ تبدیل کر لیتے
تمہیں ان موسموں کی کیا خبر ملتی اگر ہم بھی
گھٹن کے خوب سے آب و ہوا تبدیل کر لیتے
تمہاری طرح جینے کا ہنر آیا تو پھر شاید
مکان اپنا وہی رکھتے پتہ تبدیل کر لیتے
جدائی بھی نہ ہوتی زندگی بھی مسہل جاتی
جو ہم اک دوسرے سے مسئلہ تبدیل کر لیتے
ہمیشہ کی طرح اس بار بھی ہم بول اٹھے ورنہ
گواہی دینے والے واقعہ تبدیل کر لیتے

حماد حسین، بانیانوالہ

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material
www.bookstube.net
www.urdutube.net
www.urdumovies.net

بکھرے موتی

۔۔تحریر۔کاشف عبید کاوش۔بھہ موڑی بٹگرام۔

فیاض ایک سال سے گھر سے گم ہو گیا تھا اصل میں وہ گم نہیں بلکہ خود اپنا گھر چھوڑ کر کسی دوسرے شہر میں چلا گیا تھا وہاں اس نے ایسے شخص کی خدمات حاصل کی جو جادو ٹونہ عمل کرنا دشمن کو زیر کرنا جانتا تھا فیاض نے اُنہی سے بھاری معاوضے کے عوض ایک ایسا عمل سیکھا جس سے وہ مہوش کو وقار قریشی سے جدا کر سکے ساتھ ساتھ اس نے ایک سال میں بہت عملیات دیکھ لیے یعنی اب وہ بھی ایک قسم کا جادوگر بن گیا تھا مگر جب اپنے گاؤں آیا تھا خود کو وہی پہلا والا فیاض ظاہر کرنے لگا تھا وہ مہوش سے بدلہ لینا چاہتا تھا کیونکہ مہوش نے کچھ سال پہلے انہیں تھپڑ مار کر ہمیشہ کے لیے ان سے جدا ہو گئی تھی فیاض کے دل میں وہی پچھلا والا واقعہ اب بھی آباد تھا۔ بدلا لینے کے لیے اس نے گاؤں کے قبرستان میں تین راتیں بھی گزاریں تھیں پھر موقع دیکھ کر مہوش کے گھر کے چاروں طرف دم کی ہوئی ریت بھی ڈالی ان کے والدین کے نام پر ٹوٹے قبر میں کالے کپڑوں قام کے انڈے بھی دفن کیئے کچھ عمل کر کے پھر اس نے مہوش اور وقار کے نام پر دو پتھر ندی میں پھینک دیئے اس کے بعد اس نے کچھ ورد کا غذ پر لکھ کر ایک پرانے درخت کے ساتھ جڑوں میں دفن کر دیئے اس کے ساتھ جب کافی پورا ہوا تو فیاض نے خبردار کرنے کے لیے مہوش کو ڈرانا شروع کیا اب وقار اور مہوش کی بھی ایک نہیں ہو سکتے مہوش کو وہم و خوف میں مبتلا کر کے فیاض گھر آ کر آخری خط ناٹک مکمل پورا کیا وہ پھر گھر سے چند دنوں کے لیے بھاگ جانے بنایا ۔ایک خوفناک کہانی۔

وہ دن خاصا خنک تھا صبح سے آسمان میں بادل ادھر ادھر کھیل رہے تھے ابھی خوش گوار کے حد سے زیادہ تھی سورج کبھی چمکتا تو کبھی بادلوں کے اوٹ میں چھپ جاتا یہ مارچ کا پہلا ہفتہ آخری دنوں میں چل رہا تھا ایک آدھ پھول پودے نے بھی نئی جنم جا بجا ہوئی تھی ہر طرف ہر ذی روح اب بہار کے انتظار میں تھا سردی کا کٹھن موسم کے کٹھن دن رات گزار کر ہر ذی روح اب دلبرداشتہ ہو گیا تھا اب بس انتظار تھا تو صرف بہار کا اور بہار تھا کہ اپنی معمول کے مطابق سست رفتاری سے آنے کا عادی تھا بس ہر کوئی تاک میں بہار کے بیٹھا تھا ایسے میں مظفر آباد شہر کے علاقہ رحیم کوٹ میں ایک برابر درجے کے اسکول میں جو کہ صرف دھم تک تھا میں کلاس نہم میں کلاس ٹیچر کے ساتھ ایک خوبصورت لڑکی داخل ہوئی جو آج نئی آئی تھی آج اس کا پہلا دن تھا داخلہ کرنے کے بعد سے نہم کلاس کے کلاس ٹیچر کے نگرانی میں اپنے متعلقہ کلاس تک آئی تھی وہ نزدیکی گاؤں سے پڑھنے کی غرض سے آئی تھی لڑکی کو کلاس میں لڑکیوں کے پاس بٹھا کر استاد نے پہلا پیریڈ لگایا پیریڈ ختم ہونے کے بعد کلاس ٹیچر نے نئی آئی ہوئی لڑکی کا نام مہوش ریاض بتایا اور کہا کہ یہ بڑی ذہین لڑکی ہے قریبی گاؤں سے آتی ہے۔

اس کلاس میں لڑکے اور لڑکیاں دونوں ایک ساتھ تعلیم سے فیض یاب ہوتے تھے لڑکیاں تقریباً

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material
www.booksfree.net
www.urdutube.net
www.urdumovies.net



www.pdfbooksfree.pk

ساٹھ تھیں جبکہ لڑکے پچیس کے قریب تھے ان لڑکوں میں اٹھارہ سالہ وقاص قریشی اور انیس سالہ عدنان قریشی بھی تھا مگر وقاص قریشی آج نہیں آیا تھا البتہ عدنان قریشی ضرور آیا تھا۔

کلاس میں سارا دن لڑکوں کی نظریں مہوش پر جمی رہی تھی ہر لڑکا اور لڑکی اس کو شک بھری نگاہوں سے دیکھتے رہے کیونکہ وہ اسی تھی کے دل کھینچنے لگے بار بار نگاہیں اس کی جانب بے اختیار اٹھ جاتی جبکہ مہوش کو یہ حرکتیں کہ وہ انہیں اپنی جانب متوجہ کرنے کی کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے جبکہ مہوش کو یہ پسند آتی کلاس میں اور بھی لڑکیاں موجود تھی مگر مہوش سب پر بھاری رہی سارا دن لڑکے مہوش کو اپنی جانب متوجہ کرنے کی ہزار ٹکے آزماتے مگر سب بے کار جاتے مگر مہوش نے کسی لڑکے کو گھاس تک نہیں ڈالا اور لڑکیوں سے باتیں کرتی رہتی

یار وقاص تم آج سکول کیوں نہیں آئے عدنان قریشی نے اپنے کزن وقاص قریشی آج سکول نہ آنے کی وجہ پوچھی تھی عدنان قریشی کزن وقاص قریشی کزن وقاص قریشی کے گھر آیا تھا ان کے کمرے میں اس کے سامنے بیٹھ کر ان سے ہمکلام تھا شام کا وقت تھا وقاص قریشی نے چاہے سے چسکی بھری اور بالا آج بس ذرا سا بیکار تھا تو اس لیے ویسے ہی تم ایسے کیوں پوچھ رہے ہو وقاص نے جواب دینے کے ساتھ سوال بھی پوچھا

میں تو س ایسے ہی عدنان قریشی نے صفائی پیش کی۔ ویسے یار آج کلاس میں نئی لڑکی آئی ہے قریشی گاؤں سے بڑی انہیں ہر کوئی اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش میں لگے رہیں مگر شاید وہ تو باشرما رہی تھی یا انہیں لڑکوں کی یہ حرکتیں پسند نہ آئی تھیں عدنان قریشی تفصیل سے بیان گو تھا۔

اچھا تو تمہیں بھی وہ پسند آئی میں ابھی جا کر بھابی سے تمہاری شکایت کرتا ہوں پھر ہو گا تماشہ یہ نئی محبت کا وقاص نے ساری بات سن کر عدنان قریشی کو چھیڑا۔ نا بھئی نا۔۔ عدنان قریشی نے جلدی سے اپنی طرف سے صفائی پیش کرنے کی کوشش کی تمہاری پیاری بھابی بھی مجھے کافی ہے میں صرف ان سے ہی محبت کرتا ہوں اور ان سے ہی شادی کروں گا پھر کیا ضرورت دوسری سے پنگے لڑانے کی عدنان قریشی نے اپنی طرف سے کوشش کی کہ وہ بات کا بتنگڑ نہ بنا میں اتنا تو پھر ٹھیک ہے میں کل اسکول جان کر اس حسن کی پری کو دیکھوں گا کہ یہ واقعی اتنی خوبصورت ہے کہ ہر لڑکے کی نظریں آج اس پر جمی رہی ہیں وقاص قریشی نے مزاقاً کہا ایک جانب دیکھنے لگا عدنان قریشی بغیر کچھ کہے اس کا منہ تکنے لگا تھا۔

تم نے مجھے چھونے کی کوشش بھی کیسے کی بے شرم بے غیرت بے حیا مہوش ریاض نے ایک جھٹ سے فیاض کی تھپڑ رسید کر کے اسے خود سے دور کرنے کی کوشش کی۔

فیاض جو مہوش ریاض کا نیا نیا فرینڈ بنا تھا کچھ دن پہلے کراچی سے آیا تھا مہوش ریاض کے دور کا رشتہ دار تھا آج گاؤں سے ذرا دور دو گھنے میدان میں ان دونوں کی تیسری ملاقات تھی لوگوں کی نظروں سے پناہ ہو کر دونوں نے تیسری بار بھی یہاں کا انتخاب کیا تھا آج فیاض نے باتوں باتوں میں جب دیکھا کہ مہوش ریاض کے رخساروں پر سنہرے بالوں کی لٹ جھول رہی ہے تو اس نے پیار سے ہاتھ آگے بڑھا کر بالوں کو کان کے پیچھے کرنے کی کوشش ہی کی تھی کہ مہوش ریاض ہاتھ کا لمس محسوس کرتے ہی پیچھے ہٹ کر کھڑی ہو گئی اس کے ساتھ فیاض گھبرا کر کھڑا ہو گیا وہ سمجھا تھا کہ کوئی

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material

آفت آن پڑی مگر اگلے ہی لمحے مہوش کا ہاتھ اس کے گال پر تیزی سے چھو کر واپس پہلو میں آ گیا تھا اور ساتھ ہی وہ منہ سے گالی دے کر فیاض کی طرف حقارت بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

فیاض کے خیال میں یہ خلاف توقع ہوتا وہ دونوں تو ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے دونوں کے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے محبت کا شعلہ بھڑک رہا تھا محبت کی شدت کے آگے مجبور ہو کر دونوں کی یہ تیسری ملاقات تھی محبت اتنی تھی کہ دوسری ملاقات تیسری ملاقات میں دونوں بالکل قریب بیٹھے تھے ایک دوسرے سے الگ نہ ہونے کی قسمیں کھا رہے ہوتے تھے آج جب فیاض نے ذرا رومانوی انداز اپنایا تو اس کا یہ نتیجہ نکلا۔

مم۔۔مم۔۔۔مہوش کیا ہوا تمہیں۔

وہ منمناتے ہوئے بولا۔ میں ایسی کون سے غلطی کی ہے جو تمہیں ناگوار گزری فیاض نے گال کو سہلاتے ہوئے مہوش سے تھپڑ رسید کرنے کی وجہ پوچھی۔

تم کیا سمجھتے ہو میں تمہارے محبت بھرے لہجے سے اور رومانوی انداز سے مانوس انسانیت اور اخلاق کے تمام حدیں پار کر جاؤں گی یہ غنیمت جانو کہ تمہارے ساتھ بات تک کرتی محبت کا دعویٰ کیا ہے اگر کچھ غلط کیا تو لوگوں کو منہ دیکھانے کے قابل نہ رہوں گی تم تو لڑکے صورت تجھے نہیں مجھے برا کہے گا اب تک جو ہوا بھول جاؤ اسے اور آئندہ ایسی خلاق سے گری ہوئی حرکت کرنے کی کوشش نہ کرنا۔

اتنا کہہ کر مہوش نے نفرت سے منہ پھیر لیا اور ساتھ ہی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی فیاض ہکا بکا رہ گیا سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کای کریں اس نے ایسے کوئی حرکت نہ کی تھی محض بال گال سے ہٹانے کی کوشش کی تھی اس پر مہوش اتنے غصے میں آ گئی تھی کہ خدا پناہ۔

کافی حد تک تو مہوش بھی ٹھیک ہی کہہ رہی تھی کہ وہ زمانے میں بدنام و مشہور ہونے سے ڈرتی تھی تو پھر ملاقاتیں کیوں کیسی محبت کا دعویٰ کیوں کیا تھا جدا ہونے کی ٹھان کیوں تھی اگر اتنی ہی بزدل تھی تو پھر گھر میں ہی پڑی رہتی چپکے چپکے ملاقاتوں کے لیے ویرانوں کا رخ کرتی کیوں ہے فیاض نے ایک شانیتے میں بیٹھ کر کچھ کہہ دیا تھا پلیز مہوش میری محبت میری زندگی تم ایسے نہیں تھی اگر تم واقعی ٹھیک کہہ رہی ہو تو میں ہمیشہ کے لیے تم سے بات تو تک نہیں کروں گا دور ہو جاؤں گا تجھ دے محض ترتمہاری خوشی کے لیے فیاض جذبات سا ہو کر بغیر سانس لیے سب کچھ کہہ رہا تھا مہوش دوسری طرف بدستور منہ کیے ہوئے تھی کہ اس نے بہانا ختم کر دیا تھا وہ اب ایک پرسکون انداز میں کھڑی تھی پھر فیاض کی طرف مڑی اور بولی ہاں میں ٹھیک کہہ رہی ہوں ڈرتی ہوں زمانے سے تمہاری گندہ حرکتوں سے دور رہو مجھ سے ہاتھ مت لگانے کی کوشش کرنا تم مجھ سے محبت کرتے ہو مگر میں تمہارے ساتھ وقت گزاری۔

اتنا کچھ کہہ کر مہوش نے پھر منہ پھیر لیا اور آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی ہوئی ٹھیلے سے اترنے لگی۔

فیاض پر قیامت ہی ٹوٹ پڑی تھی اس نے خود اپنے کانوں سے سنا تھا کہ آنکھوں سے کھا تھا کہ وہ مہوش ہی کہہ رہی ہے کہ وہ اس سے وقت گزری کرتی ہے اس نے کہا ارے سن تو سہی بات تو سنو مگر مہوش اس سے دور ہوتی جا رہی تھی اس نے فیاض کی آواز سن کر بھی اسے جواب نہیں دیا فیاض نے ٹھیلے سے چھلانگ لگا کر مہوش کے قریب ہو گیا جلدے اس کے سامنے ہو کر بولا میں بھی کل جا کر قریبی گاؤں میں تمہارے سکول میں داخلہ

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material
www.bookstube.net
www.urdutube.net
www.urdumovies.net

نویں کلاس میں لوں گا جہاں تم آج گئی تھی میرا خیال ہے کہ والدین کے ساتھ یہاں ہی ہمیشہ کے لیے سکونت اختیار کروں شاید پھر کراچی نہ جاؤں یہاں تو تم نہیں مل سکتی پھر۔۔مگر کلاس میں تمہیں تو دیکھتا رہوں گا بیشک باتیں نہ کرو مگر نفرت بھی تو نہ کرو نا پلیز۔

مہوش فیاض کی بات سننے کے لیے چند لمحے رک گئی تھی پھر بغیر کچھ کہے سامنے سے دائیں جانب ہوگئی اور چل پڑی وہ مہوش سے بات کررہا تھا اور مہوش اپنی رفتار میں معصوم سے قدم اٹھاتی ہوئی درختوں کی حدود سے نکل گئی تھی فیاض نے جب مڑ کر پیچھے دیکھا تو مہوش کافی دور چلی گئی تھی۔

ارے کب آئے گی حسن کی پری میں تو تھک گیا ہوں انتظار کرتے ہوئے وقاص نے طویل انتظار سے بیزار ہوکر کزن کی طرف دیکھا پوچھا یہ دونوں لفنگے صبح ہی سکول آگئے تھے سکول بیگ کلاس روم میں رکھ کر سامنے گراؤنڈ کے ایک بنچ پر بیٹھے تھے جہاں سے سکول کی حدود دروازہ با آسانی سے دیکھا جاسکتا ہے۔

صبر کرو بھائی اچھی چیز دیکھنی ہو تو انتظار تو کرنا ہی پڑتا ہے وقاص قریشی کو دلاسہ دیکر عدنان قریشی صدر دروازے کی جانب دیکھنے لگا کچھ اپنی کچھ ادھر ادھر کی باتیں کرتے ہوئے کافی وقت گزر گیا باتوں باتوں میں جب عدنان قریشی کی نظریں اچانک سکول گیٹ پر پڑیں تو ایک دم خاموش ہوگیا۔

دیکھو۔۔۔آگئی مہوش۔۔عدنان قریشی نے گیٹ کی جانب نظر ہٹا کر وقاص قریشی کو دیکھ کر کہا۔

وقاص قریشی نے بھی زیرلب آہیں کی تو ایک دم ہکا بکا رہ گیا تھا ارے ہوں یہ تو واقعی حسن پری ہے کاش یہ ہماری ہو جائے وقاص قریشی نے ہنکارتے ہوئے مہوش کی تعریف کی کیوں اچھی لگی ناں عدنان نے سوال کیا۔ہاں یار واقعی یہ تو بہت بہت ہی خوبصورت ہے پہلی نظر دیکھتے ہی اس سے پیار ہوگیا ہے تم ٹھیک ہی کہہ رہے تھے کہ مہوش حسن پری ہے خدا کرتے کہ یہ حسن پری میری قسمت میں ہو۔وقاص نے تعریف کے ساتھ اسے خدا سے بھی مانگا تھا چلو بہت ہوگیا اسمبلی شروع ہونے والی ہے عدنان قریشی نے اسے اسمبلی یاد دلا کر جلدی چلنے کو کہا تھا ہاں یار چلتے ہیں وقاص قریشی اٹھ کر بوجھل قدموں اٹھاتا ہوا چلتا بنا عدنان قریشی بھی اس کے پیچھے ہی چلتا بنا۔

یار ادھر دیکھو کوئی نیا لڑکا آیا ہے آج عدنان نے وقاص کو ادھر دیکھنے کو کہا وقاص عدنان جونئی آتی ہوئی لڑکی مہوش کو بدستور دیکھے جارہا تھا عدنان نے کزن کے نصیب میں مہوش جیسی نگاہ ڈالی حیرت کی بات یہ تھی کہ دونوں ہی ایک دوسرے کو بنا کسی کا پرواہ کیے دیکھے جارہے تھے اور دونوں محبت بھری نظریں ایک دوسرے سے مل چکی تھی شاید دونوں دنیا سے بے گانہ ہوگئے تھے اچانک کزن عدنان قریشی کے بات کرنے ار جھنجھوڑنے پر وقاص جیسے ہوش میں آگیا اور بولا ۔۔۔۔۔آ۔۔۔یا۔۔۔ہاں ہاں کہو کیا ہے کون نیا آیا ہے وقاص قریشی نے بمشکل پوچھا یار ادھر دیکھو نیا لڑکا آیا ہے کلاس میں اس کا نام فیاض ہے تم تو شاید کچھ زیادہ ہی مہوش میں دلچسپی لینے لگے ہو کہیں اس کو ہی دیکھتے ہوا تنا بھی نہ دیکھو کہ کسی کو شک ہو جائے۔

عدنان قریشی نے گزشتہ بات دہرانے کے ساتھ نصیحت بھی کی۔

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material
www.booksfree.net
www.urdutube.net
www.urdumovies.net

اچھا ٹھیک ہے مگر وہ تو بس ایسے ہی وقاص قریشی نے ٹال مٹول سے کام لیا عدنان قریشی جانتا تھا کہ وہ جھوٹ بال رہا ہے اچھا پتا ہے مجھے تجھے پیار ہو گیا ہے مہوش سے مگر یہ خیال بھی رہے کہ فیاض مہوش کا گزرا ہوا بوائے فرینڈ ہے اب دونوں میں جھگڑا ہوا ہے دونوں بات نہیں کرتے ایک دوسرے سے عدنان قریشی نے وضاحت کی تو تمہیں کس نے کہا ہے وقاص نے پوچھا وہ مہوش کا پڑوسی نبیل نے کہا ہے اس نے یہ بات راز داری سے کہا کہ اور کسی کو نہیں کہنا سوائے وقاص کے عدنان قریشی نے راز داری کی بات دہراتے ہوئے کیا ہو گا۔

وقاص نے پوچھا کچھ نہیں! تم مہوش سے پیار کرتے پھرو مگر کسی کو شک نہ ہو اور کوشش کرو فیاض مہوش سے دور ہی رہے۔

عدنان نے ایک مشورہ دیا وقاص نے ہاں ٹھیک ہے میں سر ہلا دیا۔

کلاس کے شب و روز تیزی سے گزر رہے تھے اس دوران کافی سی ساری تبدیلیاں آئی تقریباً ایک سال گزر گیا وقت کی دھند میں ہر چیز دھندلا گئی تھی مگر مہوش اور وقاص کی محبت اب محبت نہ رہی تھی پیار محبت نے اب عشق کا روپ دھار لیا تھا دونوں نے ایک دوسرے سے اقرار عشق و محبت بھی کر لیا دونوں میں پیار کم نہیں روز بروز بڑھتا رہا تھا فیاض بھی ایک دو بار مہوش سے معافی مانگ چکا تھا دوسری طرف عدنان اور اس کی پڑوسن فریال کے پیار میں عشق کا لبادہ اوڑھ لیا تھا دونوں ہی کزن اپنی اپنی گرل فرینڈ سے بے پناہ محبت کرتے تھے دونوں نہیں چاہتے تھے کہ ان کی گرل فرنڈ ان سے الگ راہ اختیار کریں اسی طرح ہی کلاس 9 ختم ہو گئی تھی کلاس 10 بھی آخری دنوں سے گزر رہی تھی یہاں دوستالوں میں کوئی نئی بات نہیں ہوئی تھی کلاس دہم کے بورڈ کے امتحان دیکر چاروں گھروں میں بیٹھ گئے تھے اب انتظار تھا تو صرف چاروں کو رزلٹ کا وہ دن بھی آ گیا جب چاروں کا رزلٹ دیکھنے تھا نتیجہ دیکھ کر چاروں خوش ہو گئے تھے کیونکہ ودنان وقاص اور مہوش نے دہم کلاس کو اچھے نمبروں سے پاس کیا تھا جبکہ فریال اس لیے خوش ہو رہی تھی کیونکہ انہوں نے دو پیپر فیل کیے تھے وہ آگے پڑھنا نہیں چاہتی تھی لہذا کالج پڑھنے کی جھنجٹ سے رہ گئی تھی اور گھر میں ہی دب رہ گئی تھی فریال خوش تھی پرچے فیل ہونے انہیں غم نہ ہونے کے بجائے وہ خوش تھی عدنان نے انہیں بہت سمجھایا کہ آگے پڑھو پھر امتحان دو مگر فریال نے نہ عدنان کی سنی اور نہ والدین کی اور اسے گھر میں بے کار بیٹھ گئی تھی فریال کو سکھ میں دیکھ کر والدین کے ساتھ ساتھ عدنان نے بھی خاموشی اختیار کر لی۔

اچھے مارکس حاصل کر کے عدنان قریشی کے ساتھ ساتھ وقاص قریشی اور مہوش نے ایک ہی کالج میں داخلہ لے لیا جو کہ مظفر آباد سٹی میں تھا کالج میں بھی تینوں ساتھ ساتھ رہے مگر عدنان قریشی کو فریال اب بھی یاد آ رہی تھی بے قراری کے عالم میں عدنان یہ شب و روز بسر کر رہا تھا یہ تینوں جب سے کالج آئے تھے تو انہوں نے پھر گاؤں جانے کے بجائے ہاسٹل میں ہی رہائش اختیار کر لی جبکہ مہوش نے گرلز ہاسٹل میں رہنے کی ٹھان لی اور مہوش کا سابقہ دوست فیاض گاؤں میں ہی رہ گیا تھا۔

وقت کے پرندے نے خوب اڑان بھری تھی مہوش ریاض اس کا فرینڈ وقاص اور ان کے کزن

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material

عدنان نے تعلیم بھی مکمل کی اب تینوں اپنے اپنے گاؤں جا چکے تھے تعلیم اپنے اپنے گھر پہنچ کر سب خوش تھے فریال اپنے دوست عدنان کو واپس آتے دیکھ کر ہواؤں میں اڑنے لگی تھی وقاص اور اس دوست مہوش بھی گاؤں آ کر خوش مطمئن تھے کئی روز گزر رہے تھے کہ مہوش کو کسی گاڑ کے تحت اس کا گزشتہ گزرا سا دوست فیاض یاد آ گیا تو وہ سوچ میں پڑنے لگی کیونکہ فیاض کو مہوش نے دیکھا نہیں تھا۔

جب سے آئی تھی فیاض اس کو کہیں بھی دکھائی نہیں دیا تھا ویسے انہیں غم بھی نہیں تھا کیونکہ وہ تو اس سے ناراض تھی مگر پھر بھی وہ ذرا سی نروس ہو چکی تھی اس نے دل میں ارادہ کر لیا تھا کہ وہ پتا ضرور لگائے گی کہ فیاض جانے کہاں چلا گیا ہے وہ ایسے ہی کشمکش میں تھی پھر اگلے ہی لمحے اس نے اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنانے کا ارادہ کر لیا وہ اسی حالت اور اسی وقت گھر سے باہر نکلی فیاض کا گھر ان کے گھر سے ذرا ہی دور تھا کچھ دیر بعد وہ فیاض کے گھر کی دہلیز پر کھڑی تھی اندر پہنچ کر اسے پتہ چلا کہ فیاض تو ایک سال سے گھر سے بھاگ گیا ہے پھر گھر کی راہ بھی نہیں دیکھی یہ سب کچھ فیاض کی ماں نے روتے ہوئے مہوش کو بتایا تھا فیاض کی ماں نے بتایا کہ پتہ نہیں وہ کیوں گھر چھوڑ کر چلا گیا ہے اسے کوئی تکلیف بھی نہیں تھی انہیں یہاں بس ہمیں روتا دھوتا چھوڑ کر کہیں چلا گیا ہے۔

فیاض کی ماں کا غم وہ زیادہ تازہ نہیں کرنا چاہتی تھی مہوش ریاض بھی کچھ خفا ہو گئی تھی زیادہ نہیں تو کچھ دن دوست وہ اس کا رہا تھا فیاض کی ماں کو دلاسہ دیکر وہ بوجھل قدموں سے دل میں خفگی لیے گھر کی جانب چلتی بنی۔

دوسری صبح شور مچا آس پاس کے رہنے والے لوگوں کی زبان پر یہ بات سرِ عام تھی کہ کم از کم سال سے گم شدہ فیاض اچانک گھر آ گیا ہے فیاض کے گھر میں جیسے اچانک خزاں میں بہار آ گئی ہو گھر میں شور سا برپا ہو گیا تھا ماں باپ کے چہروں سے خوشی پھوٹ رہی تھی دونوں خود کو ہواؤں میں اڑتے محسوس کر رہے تھے فیاض زیادہ نزدیک رہتا تو مہوش نے انہیں دیکھ لیا تھا تو وہ حیران رہ گئی تھی اچانک خیالوں میں کھو گئی تھی انہیں فیاض کو غور سے دیکھنے لگی تھی کیونکہ فیاض اب پہلے جیسا نہیں رہا تھا وہ شہر سے کافی بدلا ہوا تھا پہلے جیسا چنچل شوخ لڑکا نہیں رہا تھا بس خود ہی گم سم تھا مہوش نے جب یہ حالت دیکھی تو کافی افسردہ سی ہو گئی فیاض سے پوچھنے لگی تھی کیونکہ دونوں میں پہلے ہی مڈبھیڑ ہوئی تھی لہٰذا وہ چپ ہی رہی فیاض سے والدین کے ساتھ ہمسایوں اور رشتہ داروں نے بھی پوچھا کہ وہ ایک سال کہاں گم تھا یا کہاں گیا تھا تو فیاض نے انہیں کچھ بھی نہیں بتایا لہٰذا معاف اتنا ہی کہا کہ وہ راستہ بھٹکا ہوا تھا صحیح وجہ نہ بتانے پر سب لوگ چپ رہی رہے۔

فیاض کی زندگی میں لوگوں نے زیادہ مداخلت اچھا اور ٹھیک نہیں سمجھا کیونکہ وہ تو کافی بدلا ہوا تھا بس اپنے آپ میں ہی گم رہتا تھا۔

ایک شام چاروں نے کسی سرسبز جگہ پر ملاقات کی پھر جب اندھیرا ہونے لگا تو ان چاروں مہوش ریاض اور وقاص قریشی فریال اور عدنان نے گھر کی راہ لینا مناسب سمجھا لہٰذا کافی وقت گزرنے کے بعد انہوں نے اس راستے پر چلنا شروع کر دیا جو ان چاروں کے گھروں تک جاتا تھا راستے میں مہوش الگ ہو گئی کیونکہ اس کا گھر تو مشٹمبہ میں تھا اور وہ تینوں رحیم کوٹ کی جانب مڑ گئے تھے اب مہوش ایک الگ راستے پہ

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material
www.booktube.net
www.urdutube.net
www.urdumovies.net

تنہا رہتی تھی جب آبادی کے قریب پہنچ گئی تو اسے فیاض دکھائی دیا جو سامنے سے آرہا تھا جب ایک دوسرے کے قریب پہنچ گئے تو مہوش کا خیال تھا کہ وہ فیاض سے دو چار باتیں کر لے گی فیاض بھی خود بے تاب ہوا ہوگا مہوش سے بات کرنے کے لیے مگر جب دونوں آمنے سامنے ہوئے تو فیاض نے مہوش کی جانب سے منہ موڑ لیا اور دوسری طرف دیکھنے لگا مہوش کے سوچ کے برعکس یہ ہوا تھا پھر مہوش نے بھی یہ واقعہ کچھ نہ سمجھا اور گھر کی طرف چلتی بنی رات کے وقت مہوش کا دم کچھ گھٹ رہا تھا دل ان کا کسی انجانے خوف میں مبتلا ہو گیا کسی پل چین نہیں آرہا تھا اسی حالت میں ہی وہ اپنے کمرے میں گئی اور سونے کے لیے لیٹ گئی کچھ دیر بعد اس کی آنکھ لگ گئی

رات کا نجانے کون سا پہر تھا کہ اس کی کسی آہٹ سے آنکھ کھل گئی وہ پہنچے میں شرابور تھی کمرے میں اس نے نگاہ پانچوں جانب دوڑائی مگر اسے کچھ دکھائی نہ دیا کمرے میں زیرو واٹ کا بلب روشن تھا موت کی وحشت چار سو پھیلی ہوئی تھی دور سے کتوں کے بھونکنے کی آوازیں بدستور سنائی دے رہی تھی مہوش نے آہٹ کو وہم سمجھ کر پھر آنکھیں بند کر لیں چند لمحوں بعد کوئی مہوش کے کانوں میں کچھ کہہ رہا تھا مہوش نے کسی مرد کی آواز میں یہ الفاظ سنے مہوش میں آ گیا ہوں اپنا بدلا لینے تم نے مجھے ٹھکرا دیا میں تمہارے دوست سے ہمیشہ کے لیے جدا کر دوں گا تم تیار رہو تم دونوں کبھی بھی ایک دوسرے کے نہ ہو سکو گے جیسے ہی مہوش نے یہ الفاظ سنے تو اس نے فوراً آنکھیں کھول دیں تو اس کے سامنے فیاض کھڑا تھا فیاض اب فیاض نہیں رہا تھا وہ کسی درندے کی طرح دکھائی دے رہا تھا آنکھیں اس کی سرخ بال بکھرے ہوئے اور دانت بڑے بڑے باہر نکلے ہوئے تھے جیسے ہی مہوش نے یہ منظر دیکھا تو اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا فیاض تو سامنے تھا مگر آواز اس کی ایسی تھی جیسے بادل گھر گھڑا رہے ہوں مہوش پر پہلے سے زیادہ پسینہ آ رہا تھا وہ کچھ بول نہیں پا رہی تھی فیاض کو تکے جا رہی تھی فیاض آرام سے یہ سب کہہ کر کھڑکی کی طرف گیا پھر ان سے ایک عقاب نما پرندہ بن گیا اور کھڑکی سے باہر کی جانب پرواز کرنے لگا مہوش اب ترک گم سم سی بھی حلق سے کچھ نہیں نکل رہا تھا آخر کار ڈر کی وجہ سے ایک بلند چیخ ماری اور بے ہوش ہو گئی۔

فیاض ایک سال سے گھر سے گم ہو گیا تھا اصل میں وہ گم نہیں ہوا بلکہ خود اپنا گھر چھوڑ کر کسی دوسرے شہر میں چلا گیا تھا وہاں اس نے ایسے شخص کی خدمات حاصل کی جو جادو ٹونہ عمل کرنا دشمن کو زیر کرنا جانتا تھا فیاض نے اس سے بھاری معاوضے کے عوض ایک ایسا عمل سیکھ لیا جس سے وہ مہوش کو وقار قریشی سے جدا کر سکے ساتھ ساتھ اس نے ایک سال میں بہت عملیات سیکھ لیے یعنی اب وہ بھی ایک قسم کا جادوگر بن گیا تھا مگر جب اپنے گاؤں آیا تھا خود کو وہی پہلا والا فیاض ظاہر کرنے لگا تھا وہ مہوش سے بدلا لینا چاہتا تھا کیونکہ مہوش نے کچھ سال پہلے اس کو تھپڑ مار کر ہمیشہ کے لیے ان سے جدا ہو گئی تھی فیاض کے دل میں رہی پچھلا والا واقعہ اب بھی آباد تھا۔

بدلا لینے کے لیے اس نے گاؤں کے قبرستان میں تین راتیں بھی گزاریں تھیں پھر موقعہ دیکھ کر مہوش کے گھر کے چاروں طرف دم کی ہوئی راکھ بھی ڈالی ان کے والدین کے نام پر ٹوٹے قبر میں دو مخصوص قسم کے انڈے بھی دفن کیئے کچھ عمل کر کے پھر اس نے مہوش اور وقار کے نام پر

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material

دو پتھر ندی میں پھینک دیئے اس کے بعد اس نے کچھ ورد کا غذ پر لکھ کر ایک پرانے درخت کیساتھ جڑوں میں دفن کر دیئے اس کے ساتھ جب عمل پورا ہوا تو فیاض نے خبر دار کرنے کے لیے مہوش کو ڈرا کر بتایا کہ اب وقار اور مہوش کبھی بھی ایک نہیں ہو سکتے مہوش کو ڈر و خوف میں مبتلا کر کے فیاض گھر آ کر آخری خطرناک عمل پورا کیا اور پھر گھر سے چند دنوں کے لیے بھاگنے کا پلان بنایا۔

مہوش جو لاکھوں میں ایک تھی اب وہ پچھلی والی مہوش نہ رہی تھی فیاض کا عمل رنگ لایا تھا اب مہوش گھر میں ہی رہ کر سکون محسوس کرتی تھی اس نے لوگوں سے ملنا جلنا ترک کر دیا تھا وہ بہکی بہکی باتیں کرنے لگی تھی لوگ اسے پاگل کہنے لگے کیونکہ یا تو وہ گھر میں ہی رہتی یا گھر سے جب باہر جاتی تو پھر گھر جانے کا نام ہی منہ پر نہ لاتی تھی کبھی کبھی تو زور سے ہنستی یا پھر رونے دھونے سے اس کا کام تھا کھانا نہیں کھاتی تھی اگر بیٹھ جاتی کھانا کھانے تو بس کرنے کا نام ہی نہیں لیتی تھی بس ایسی حالت میں تھی کہ پاگل بھی کہلاتی اور ٹھیک بھی کہلاتی کئی بار وقاص قریشی نے اسے ملنے کا کہا مگر آگے سے وہ پاگلوں جیسے باتیں کرتی وقاص اسے اپنے آپ سے بھی زیادہ پیار کرتا تھا جب ان کی یہ حالت دیکھی تو دیکھتا ہی رہ گیا بہت روتا کئی بار اس نے والدین کو مہوش کے گھر بھی بھیجا تھا وہ مہوش کا ہاتھ مانگیں مگر آگے سے مہوش کے والدین صاف انکار کر دیتے پہلے پہلے تو مہوش اور قاص دونوں کے والدین خوش تھے کہ ان دونوں مہوش اور وقاص کی شادی ایک دوسرے سے کریں گے مگر جب مہوش نیم پاگل ہوتی تو دونوں کے والدین نہیں چاہتے تھے کہ دونوں بچوں کی زندگی خراب ہو جائے کئی بار فریال بھی مہوش کو سمجھانے گئی تھی مگر وہ بھی ناکام لوٹی تھی مہوش کے والدین نے ڈاکٹر سے بھی ان کا علاج کروایا پیر ملاؤں کو بھی دکھایا مگر نتیجہ وہی کا وہی مہوش تھی کہ ٹھیک ہونے کا نام بھی نہیں لیتی تھی۔

وقاص کو ایک اللہ والے متقی بندے کو ذریعے پتہ لگ گیا تھا کہ یہ سب کچھ فیاض کا کیا دھرا ہے سب لوگوں نے فیاض کو بہت ڈھونڈا مگر وہ گھر سے پھر بھاگ گیا تھا کسی کے ہاتھ بھی نہیں لگا فیاض کا کیا ہوا عمل برقرار تھا کوئی بھی عامل اس عمل کو ختم نہیں کر سکتا تھا کیونکہ وہ بہت ہی سخت عمل تھا جو فیاض نے ایک سال میں سیکھا تھا۔

انہی حالات میں وقاص کے والدین نے لاہور بھیج دیا جہاں اس نے ایک ہوٹل میں عارضی طور پت کام کرنا شروع کر دیا تا کہ اس کا دل بھی بہل جائے کیونکہ مہوش اسی حالت میں تھی جو پہلے جیسے تھی وقاص کے لاہور جانے کے بعد بھی مہوش کے والدین نے اس کا بہت علاج کروایا وہ وہی کی وہی رہی کبھی کبھی وقاص کو یاد کر لیتی ہے یا تو ہنستی ہے یا بہت روتی ہے جو بھی مہوش کا یہ حال دیکھتا ہے ان کی آنکھیں نم ہو جاتی ہیں عدنان قریشی کے والدین ان کے لیے فریال کا ہاتھ مانگتے ہیں مگر عدنان نے فوراً منع کر دیا کہ وہ اور وقاص ایک ساتھ شادی کریں گے آگے سے مہوش کا یہ حال تو وقاص کیا خاک شادی کرے گا والدین نے وقاص سے کہا کہ تمہاری شادی کسی اور سے کروا دیتے ہیں مگر وہ فوراً انکار کر دیتا ہے اگر شادی کرنی ہے تو صرف اور صرف مہوش سے تو والدین خاموش ہو جاتے ہیں۔

دوسری طرف عدنان کے والدین بھی دونوں لڑکوں کے لیے سخت پریشان ہیں فریال کے والدین بھی کچھ مکر گئے تھے شاید وہ اپنی بیٹی کی

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material
www.booksfree.net
www.urdufree.net
www.urdufavories.net

شادی عدنان سے کروانے کے لیے تیار نہیں وقاص ابھی تک لاہور میں ہے جبکہ عدنان کبھی کبھی گاؤں تو کبھی وقاص کے پاس لاہور میں ہوتا ہے فریال سخت اذیت میں جبکہ مہوش کبھی ٹھیک تو کبھی نیم پاگل رہتی ہے اور فیاض ویسے ہی فرار ہے ان کی تلاش جاری ہے مگر نہیں مل رہا عدنان کے مطابق فیاض نے فریال کے گھر انے پر بھی کچھ عمل کیا ہے جس کے نتیجے میں فریال کے والدین ہاں تو کبھی ناں کر دیتے ہیں عدنان اور وقاص دونوں سخت پریشان ہیں کہ کب خدا ان پر مہربان ہوگا اور حالات کے ساتھ ساتھ ان دونوں کی قسمت بھی جاگ جائے کہ وہ اپنی اپنی محبوباؤں سے مل جائیں گے۔

ایک فیاض نے چار گھر انوں کے چار تیوں کو ان کی لڑی سے الگ کر کے بکھیر دیا ہے چار موتی یعنی وقاص مہوش عدنان اور فریال اب بھی اپنی اپنی قسمت پر رو رہے ہیں میری دعا تو یہی ہے کہ خدا فیاض کو ان سے ملوا دے تاکہ وہ چاروں کے درمیان میں عمل کو ختم کر دے یا خدا ہی کچھ ایسا کرے کہ وہ چاروں یعنی بکھرے ہوئے موتی پھر سے لڑی میں بند ہو جائیں۔

غزل

اگر دیکھی زمانے میں شرافت اس کی دیکھی ہے
ہمارے دل کو جو بھائی وہ صورت اس کی دیکھی ہے
انداز گفتگو اس کا بڑا شیریں و فراست ہے
شجاعت بھی ملی اس میں عقیدت اس کی دیکھی ہے
اصولوں سے ہے جنگ اس کی شہرت وہ نہیں کرتا
خوش ہے اپنی زیست میں سکونت اس کی دیکھی ہے
یوں لگتا ہے کہ جیسے وہ گئے وقتوں کا حاکم تھا
پرکھا جب اسے ہم نے سیاست اس کی دیکھی ہے
اسے کھونا نہیں چاہتے کرن دنیا کی رسموں میں
محبت اس میں دیکھی ہے رفاقت اس کی دیکھی ہے

غزل

یہ شعر سخن میرے یہ ایک غنائیت ہے
ہر ورق بھی سونا ہے ہر باب حقائق ہے
ہے وقت اڑان ایسی ہر اک کو اڑاتا ہے
پیچھے وقت کو چھوڑ آئے یہ اپنی زیست ہے
اک ریت کا گھر تھا میرا لہروں نے مٹا ڈالا
اس کے دل میں اب تو میری پختہ عمارت ہے
جیون کے سمندر میں بہا ڈالیں سبھی خواہشیں
دھاروں سے بچایا ہے سب اس کی عنائت ہے
یوں ٹوٹے کے بکھرے ہیں نہیں اپنی پہچان کوئی
کرن ڈھونڈنا چاہیں تو اب اس سے شناخت ہے
کشور کرن پتوکی

شیطان سے حفاظت کی تدبیر

حضرت عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب رات شروع ہو تو اپنے بچوں کو باہر نکلنے سے روک دیا کرو۔ کیونکہ اس وقت شیاطین فتنہ پھیلانے کے لئے زمین پر پھیلتے ہیں۔ جب ایک گھڑی گزر جائے تو بچوں کو چھوڑ دیا کرو اور اپنے گھر کے دروازے بھی بند کر دیا کرو اور بند کرتے وقت اللہ کا نام لے لیا کرو۔ کیونکہ اس طرح بند شدہ دروازہ شیطان نہ کھول سکتا ہے۔ اپنے برتنوں کو ڈھانپ دیا کرو اور ان کو ڈھانپتے وقت بھی اللہ کا نام لیا کرو۔ چاہے کچھ بھی ملے۔ برتنوں پر رکھ لیا کرو اور اپنے چراغ بجھا دیا کرو۔ ایسا نہ ہو کہ کسی جن یا چوہے کی شرارت سے کسی چیز کو آگ لگ جائے۔

مراسلہ: خولہ بنت سلیمان۔ صابر ناز۔ سرائے عالمگیر

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material
www.urdutube.net
www.urdumovies.net

طلسمی جادوگر

--تحریر--ازمیر اعوان--گل ڈھولک--

تم کو یہی طلسم جو میں نے رات کو تمہیں بتایا تھا وہ پڑھ کر جس لڑکی کے اوپر بھی تم پڑھ کر پھونکو گے وہ مدہوش ہو جائے گی اور تم نے اٹھا کر میرے پاس لانا ہے جلدی کرو سخاوت چل پڑا اور جب وہ دوسرے گاؤں پہنچا تو راستے میں ایک قبرستان تھا وہ اس قبرستان میں سے نکل کے سیدھا قبرستان کی سطح سے نکل کر گاؤں میں پہنچ گیا گاؤں پہنچ کر ایک لڑکی کہیں گاؤں سے گھاس کاٹ کر لا رہی تھی سخاوت نے اس کو اوپر کچھ پڑھ کر پھونکا تو لڑکی مدہوش ہو گئی سخاوت اسے اٹھا کر جادوگر کے پاس لے گیا اور جب جادوگر نے سخاوت کے کندھے پر لڑکی کو دیکھا تو جادوگر خوش ہو گیا اور کہا سالک تمہیں میں بڑی مشکل دوں گا تم اس لڑکی سے اپنی مرضی کے مطابق زندگی گزار سکو گے اور جادوگر نے اس لڑکے کو حطے خانے میں بند کر دیا سخاوت کو کہا تم جاؤ دوسرے کمرے میں سخاوت دوسرے کمرے میں چلا گیا وہاں پر بیٹھ کر سوچنے لگا کہ کب تک میرا یہ وقت ختم ہو گا اور کب میں اپنے مقصد کو حاصل کروں گا خیر وقت گزرتا رہا سخاوت روزانہ لڑکیاں لاتا رہا آج ساتویں دن تھا سخاوت چلے میں مصروف ہو گیا تھا تو اچانک ایک خوفناک قسم کا اژدھا حاضر ہوا اور سخاوت کو کہا انسانی آواز میں اے پتہ نکل آ اس حصار سے ورنہ تیری موت یقینی ہے ایک سنسنی خیز کہانی۔

ہر روز کی طرح آج بھی گاؤں میں ایک حسین لڑکی غائب تھی کسی کا یہ کام ہو سکتا ہے حسن۔ سہیل۔ اویس۔ مونیب۔ مجاہد مونا۔ یہ سب دوست بیٹھ کر سوچ رہے تھے کہ کیا چکر ہے کہ ہر روز کوئی نہ کوئی غائب ہوتا ہے اور غائب ہونے والوں میں سے صرف بیس سال کی لڑکی ہوتی منیب نے فیصلہ سنایا۔

پہرہ دیا جائے کہ اس خوفناک کام میں کس کا ہاتھ ہو سکتا ہے

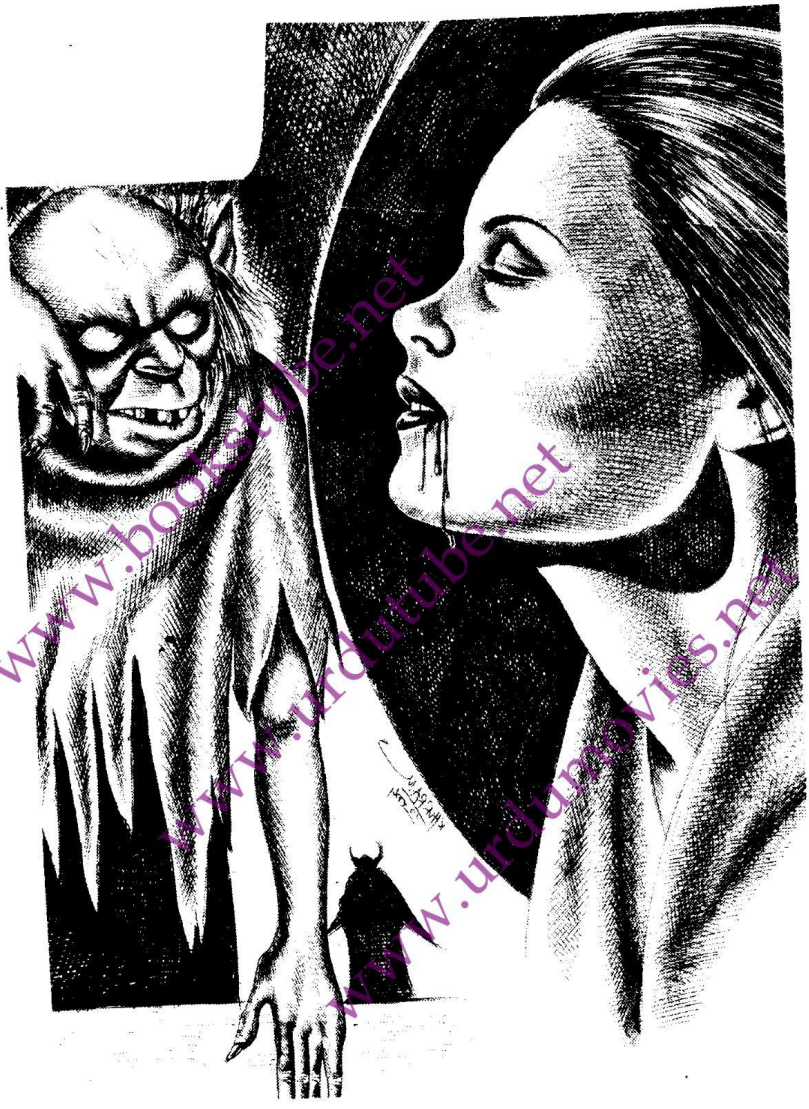
یہ سب اس بات سے حیران تھے کہ اتنا عرصہ ہو گیا ہے مگر اس اغوا کرنے والے مجرم کا ابھی تک کوئی پتا نہیں لگا سکتا سب دوستوں نے پہرہ دینے کا فیصلہ کر لیا۔

سخاوت ایک کپڑے کی فیکٹری میں کام کرتا ہے جو کہ فیصل آباد میں ہے اس لیے سخاوت کو کئی کئی ماہ تک گھر سے دور ہی رہنا پڑتا تھا عید کے روز سخاوت اپنے گاؤں آیا تو وہ حیران رہ گیا تھا کیونکہ ان کے محلے میں ایک گھر کا اضافہ ہو چکا تھا بہر حال وہ اپنے گھر میں داخل ہوا والدین سے ملا۔۔۔ سب سخاوت سے مل کر بہت خوش ہوئے تھے سخاوت نے کپڑے تبدیل کیے اور کھانے کی میز پر آ گیا کھانے کے دوران اس نے ابو سے پوچھا۔

ہمارے محلے میں یہ نیا مکان کس کا ہے۔

ابو نے کہا۔ بیٹا یہ لوگ ایبٹ آباد سے آئے ہیں ان کا نام عامر سلیم ہے اور یہاں آتے ہی رہتے ہیں خیر سخاوت رات کو جلدی سو گیا تھا صبح وہ تقریباً سات بجے اٹھا منہ ہاتھ دھو کر ناشتہ کیا پھر وہ قریبی پہاڑوں میں سیر کرنے کے لیے چلا گیا

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material
www.booksfree.net
www.urdutube.net
www.urdumovies.net



www.booksqube.net
www.urdutube.net
www.urdumovies.net
www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material

کیونکہ سیر گاہ میں زیادہ پہاڑ ہی تھے خیر سخاوت ایک پتھر پر بیٹھ گیا اچانک سخاوت کی نظر بہتی ہوئی ندی پر پڑی جہاں ایک دوشیزہ پانی پینے میں مصروف تھی وہ کوئی جنت سے اتری ہوئی حور لگ رہی تھی سخاوت ڈرتے ڈرتے اس کے پاس گیا اور مشکل سے صرف اتنا ہی کہا۔

مم۔۔ مجھے سخاوت کہتے ہیں

دوشیزہ نے غور سے دیکھا اور شرماتے ہوئے بولی میرا نام سنا ہے ہم ایبٹ آباد میں رہتے تھے اب یہاں آ گئے ہیں۔

سخاوت حیرت سے بولا۔ وہ نیا مکان آپ کا ہے۔

جی ہاں سنا نے جواب دیا

سخاوت کہنے لگا۔ ایک بات کہوں برا نہیں مانو گی۔

سنا نے کہا۔ نہیں جان من

سخاوت کہ دل کی دھڑکن تیز ہو گئی اس نے کہا سنا میں تم سے پیار کرنے لگا ہوں خدا کہ لیے میری محبت کو مت ٹھکرانا۔

سنا نے کہا سخاوت مجھے بھی تم سے محبت ہے لیکن

لیکن کیا سناؤں۔ سخاوت نے بات کاٹ کر کہا

لیکن میں چند راہ کی مہمان ہوں

وہ کیوں سخاوت نے کہا

اس لیے کہ میرے ہر طرف دشمن ہی دشمن ہیں وہ کبھی میری خوشی کو نہیں دیکھ سکتے۔

سخاوت نے کہا فکر مت کرو میں انشاء اللہ تم کو حاصل کر کے رہوں گا آپ چلئے

وہ دونوں اپنے اپنے گھر چلے گئے سخاوت حقیقت میں سخت پریشان تھا وہ پھر اٹھا اور اپنے دوستوں مہران کے پاس گیا مہران سخاوت کو دیکھ کر بہت خوش ہوا اور کہا

چلو یار اندر آؤ۔

سخاوت نے کہا یار مجھے تم سے ایک کام ہے چلو میرے ساتھ

مہران اپنے گھر والوں کو بتا کر سخاوت کے ساتھ چل پڑا تھا راستے میں سخاوت نے تمام بات اسے بتا دی

مہران نے کہا رات تمہارا اس کام میں ساتھ دوں گا تمہارے گھر والوں کو راضی کرنا میرا کام ہے مگر یار ایک مسئلہ بھی بنا ہوا ہے گاؤں میں

سخاوت نے کہا کیا

مہران نے کہا ہر روز کوئی نہ کوئی لڑکی پر اسرار طریقے سے غائب ہو جاتی ہے پتا لگانے کے باوجود بھی کوئی حال نہ نکلا

سخاوت نے کہا پھر کیا کیا جائے

مہران نے کہا میں ایک بزرگ کو جانتا ہوں جو ہمیں اس مشکل سے نکال سکتا ہے

سخاوت نے کہا یار جلدی بتاؤ بزرگ کہاں ہے

حوصلہ رکھو سخاوت صاحب اتنی جلدی اچھی نہیں ہوتی۔

سخاوت نے کہا۔ جلدی کرو کیونکہ یہ پورے گاؤں کا مسئلہ ہے۔

مہران نے کہا یار کل چلے جائیں گے۔

سخاوت نے کہا تمہارا کوئی کام ہے تو وہ بے شک تم نہ جاؤ مگر میں ابھی جاؤں گا تم خود بتا دو۔

مہران نے کہا تم سنو یہاں سے تقریباً 9 6 0 کلو میٹر دور شمال کی جانب ایک دریا بہتا ہے دریا کے پار ایک خوفناک گھنا جنگل ہے اس جنگل کے درمیان میں ایک کمرہ ہے اس کمرے میں بزرگ رہتے ہیں

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material
www.urdutube.net
www.urdumovies.net

بہت شکریہ مہران بھائی آپ کا میں آج ہی بالکل ابھی سے تیار ہوتا ہوں اور سنو میرے گھر والوں کو اور ثناء کو پتا نہیں چلنا چاہئے اب مجھے اجازت دیں مہران نے سخاوت کو گلے سے لگایا اور سخاوت اپنے گھر کی طرف چل دیا اس نے گھر آ کر والدین سے کہا۔

میری چھٹی ختم ہوگئی ہے میں چلتا ہوں

والدین نے سخاوت کو رخصت کیا سخاوت نے اللہ حافظ کہہ کر اپنی منزل کی طرف جانے لگا اس نے ایک گھوڑا لیا اور جاتے جاتے ثناء سے ملنا اس نے مناسب نہ سمجھا اور وہ ثنا کے گھر کے باہر اس کا انتظار کرنے لگا تو ثناء جب باہر آئی تو سخاوت اسے ملا اور سب کچھ اسے کہا اور کہا۔

اس کام میں ہمارے کئی سال بھی لگ سکتے ہیں تم نے میرا انتظار کرنا ہے

ثنا سن کر رونے لگی اور کہا سخاوت میں آپ کو کبھی نہیں جانے دوں گی تم مجھے تنہا چھوڑ کر مت جانا خدا کے لیے

سخاوت نے کہا ثنا میری بات سمجھنے کی کوشش کرو میں ایک نیک کام کے لیے جا رہا ہوں بہت جلدی واپس آجاؤں گا بس آپ حوصلہ رکھو میری جان میرا انتظار کرنا سخاوت نے حوصلہ کر کے خود میں بھی ہمت پیدا کی اور اسے بھی منایا اور اس سے خوشی خوشی اجازت لی اور وہ اس کے سامنے پریشان ہونا نہیں چاہتا تھا کیونکہ پھر اس نے اجازت بھی نہیں دینی تھی۔

دوسری طرف سہیل اور اویس بھی جان توڑ کوشش کے باوجود بھی اس قاتل اور اغوا خور کا سراغ نہ لگا سکے اس لیے اویس نے ایک بزرگ کے پاس جانے کا فیصلہ کیا اور بزرگ دوسرے گاؤں میں رہتے تھے سہیل اور اویس جب بزرگ کے پاس پہنچے تو بزرگ نے کہا

کیا بات ہے بیٹا تم کیوں اتنے پریشان ہو انہوں نے سب بات بابا جی کو بتائی تو بزرگ نے کہا بیٹا میری بات غور سے سنو یہاں سے تقریباً دو کلو میٹر دور پہاڑ پر ایک جن رہتا ہے وہ ایک طاقتور جادوگر کا غلام ہے اور وہ جادوگر کے کہنے سے یہ سب کچھ کر رہا ہے بیٹا جادوگر نے چوبیس لڑکیاں ذبح کر دی ہیں اگر اس نے چودہ لڑکیاں اور شیطان کے کہنے پر ذبح کر دیں تو وہ اس دنیا کا بہت بڑا جادوگر بن جائے گا پھر اس کو ختم کرنا مشکل نہیں بلکہ ناممکن ہو جائے گا ابھی بھی اس کے پاس ایک بہت بڑی طاقت ہے اس کے پاس ایک خونی پرندہ ہے وہ اس خونی پرندے کے ذریعے ہر مشکل کام فوراً سرانجام دلوا لیتا ہے۔

سہیل نے ایک دم کہا بابا اس کی صورت کا راز کیا ہے بابا نے کہا

تم ایسا کرو تم آج رات یہاں ہی رہو میں چلہ کر کے آپ کو اس جادوگر کی موت کا راز بتا دوں گا دونوں نے اثبات میں سر ہلا دیا

رات کو کافی دیر ہوگئی تھی مگر ابھی تک بابا چلے میں مصروف تھے سہیل اور اویس انتظار کر کر کے تھک چکے تھے پھر اچانک دل ہلا دینے والی چیخ بلند ہوئی جب انہوں نے بابا کی طرف دیکھا تو بابا کا جسم طلسمی آگ میں جل رہا تھا تو اویس نے کہا

بابا جی کیا ہو گیا ہے۔

بابا نے کہا بیٹا میں چلے کے دوران حصار بنانا بھول گیا تھا اس وجہ سے اس شیطان کی خونی زنجیر نے مجھے مار ڈالا بیٹا تم ایسا کرنا میری الماری میں سے پرانی والی کتاب ہے اس میں کچھ چلے ہیں وہ کر لے آپ نے اس جادوگر کو ختم کرنا ہے پھر ایک دم خونی زنجیر نے اسے جھلسا دیا چند منٹ بعد بابا جی کی لاش پڑی ہوئی تھی

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material
www.bookstube.net
www.urdutube.net
www.urdumovies.net

سخاوت کو گئے ہوئے کئی دن ہو گئے تھے مگر سخاوت کا کوئی پتا نہیں تھا اس کی فیکٹری سے بھی کئی کالز آ رہی تھیں کہ سخاوت کو بھیجو مگر وہ سب حیران تھے کی سخاوت گیا تو کدھر گیا ہے۔

سخاوت جب ایک دریا کنارے بیٹھا کچھ سوچ رہا تھا کہ اب کیا کرنا ہے اسے بزرگ کا گھر ملے گا بھی یا نہیں وہ کافی دنوں کا تھکا ہوا تھا اچانک چلتے چلتے اسے بزرگ کا گھر ایک درخت کی اوٹ میں نظر آیا سخاوت خوش ہو گیا اس کے گھر کے قریب پہنچ گیا تھا اور اس نے دروازے پر دستک دی تو اندر سے ایک کڑک آواز آئی

اندر آ جاؤ سخاوت جب اندر داخل ہوا تو اس نے دیکھا تو ایک خوبصورت آدمی آلتی پالتی مارے ہوئے بیٹھا ہوا تھا گلے میں کھوپڑیوں کا ہار تھا تو اس بزرگ نے جو دراصل جادوگر تھا اس نے سخاوت کو ایک طرف بیٹھنے کا کہا تو سخاوت بیٹھ گیا تو بزرگ اس بارے میں سوچ رہا تھا کیونکہ وہ شکل سے جادوگر لگ رہا تھا تو سخاوت نے سب روداد بزرگ کو بتا دی تو اس نے کہا کہ بالکل مجھے سب پتا ہے اس کام کے لیے تمہیں ساتھ لڑکیوں کو خون اور دل لانے ہوں گے جن کے اوپر میں چلا کر کے جادوگرنی بنوں گا تو سخاوت نے کہا

کیا مطلب تو بابا نے کہا کہ کچھ کہنے کی ضرورت نہیں روزانہ کی موت سے تو بہتر یہ نہیں ہے کہ ایک بار ہی اس مسئلے کو نپٹایا جائے بالکل اگر تم نے اس کو ختم کرنا ہے تو جو میں کہتا ہوں وہ کرو ورنہ اپنا راستہ پکڑو مجھے بھی ڈسٹرب نہ کرو اور اپنا ٹائم بھی ضائع نہ کرو سخاوت کو پتا نہیں کیا ہو گیا تھا

اس نے کہا۔ اے بابا میں آپ کی ہر بات ماننے کو تیار ہوں لیکن بابا خدا کہ لیے کچھ کریں تو بابا نے کہا تم دوسرے کمرے میں چلے جاؤ میں ایک چلہ کرتا ہوں تو سخاوت دوسرے کمرے میں چلا گیا تو جادوگر کچھ پڑھ کر پھونکا تو ایک چڑیل حاضر ہوئی ایسی خوفناک چڑیل جس کہ دو دانت منہ باہر نکلے ہوئے تھے گوشت اس کے منہ سے ٹپک کر زمین کی طرف آ رہا تھا بال اس کے اتنے لمبے تھے کہ زمین کو چھو رہے تھے آنکھوں کی جگہ دو گھڑے اور غار کی طرح اس کی زبان خون سے ایسے سرخ تھی جیسے ابھی کسی کا خون پیا ہو وہ کڑک دار آواز میں بڑبڑائی

کیا حکم ہے میرے آقا تو جادوگر جس کا اصل نام تھا جادوگر تھا اس نے کہا شی

اے چڑیل میں تم کو ایک مزے کی بات بتانا چاہتا ہوں شیلہ چڑیل ہماری برسوں کی خواہش پوری ہونے والی ہے میں آج بہت خوش ہوں

شیلہ نے کہا آقا ایسی کون سی آپ کی خوشی پوری ہونے والی ہے جو مجھے نہ سمجھ آ رہی ہے پہیلیاں نہ بجھواو بلکہ صاف صاف بتا دو کیا بات ہے۔

جادوگر نے کہا چلو سنو پر آج ایک آدم زاد مجھے بزرگ سمجھ کر میرے پاس آ گیا ہے۔

ایک دم چڑیل بولی واہ آقا واہ کیا بات ہے اس کا مطلب یہ آج گھر میں ہی ملے گی۔

جادوگر ایک دم بول اٹھا تمہیں اپنے پیٹ کے علاوہ کچھ اور بھی ہے اپنے پیٹ کے بارے میں ہی سوچتی رہتی ہو میرے کہنے کا مطلب ہے سخاوت اس لڑکے کا نام ہے یہ بڑے کام کا بندہ ہے اس سے میں نے شکلہ کام کروانے ہیں جو میں خود بھی نہیں کر سکتا اور تم بھی نہیں کر سکتی کا کام کے لیے سخاوت کو ہی میں نے چنا ہے

اس نے کہا کہ ایسا کیا کام ہے آقا جو میں نہیں کر سکتی اور وہ بے کشش اور بے کس بندہ وہ کام کرے گا آقا اگر آپ مجھے سخاوت کا خون پینے دیں تو میں آپ کا کام ہر کام کروں گی۔

www.booksfree.net
www.urdutube.net
www.urdumovies.net
www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material

جادوگر بولا کیا مطلب ہے چڑیل تمہارا
کیا مطلب ہے میں سخاوت کو تمہارے حوالے کردوں اور تم اس کا خون کردو میرے سب کام ادھورے رہ جائیں نہیں شیلہ چڑیل نہیں یہ کبھی نہیں ہوسکتا یہ صرف تمہاری سوچ ہے اس کو اپنی سوچ تک ہی محدود رکھنا اس کو حقیقت کہ سامنے لانے کی کوشش نہ کرنا ورنہ نا تم رہو گی اور نہ تمہارے یہ سب اس قسم کا کام ہے اچھا میری بات سنو میرا ارادہ ہے اس لڑکے سے سات لڑکیاں قتل کروا کر شیطان کے قدموں میں اس کی بلی دوں گا۔

اس نے چڑیل کو کہا تم سخاوت کے پاس جاؤ وہ پلک جھپکتے ہی غائب ہوگئی دوسری طرف جب اویس نے طلسمی کتاب کو ہاتھ لگایا تو ایک دم وہاں پر ایک جن حاضر ہوگیا سہیل جن کو دیکھتے ہی بے ہوش وہ گیا اور اویس تھر تھر کانپنے لگا۔ اویس دور زور سے کانپ رہا تھا تو ایک دم جن آگے بڑھا اور اویس کے قریب ہوگیا تو اویس فورا بول پڑا

ہم نے تمہارا کیا بگاڑہ ہے اور جو تم ہماری زندگی کے پیچھے پڑے ہوئے ہو تو جن نے کڑک دار آواز میں کہا

اے آدم زاد تم نے اس کتاب کو چھو کر بڑی غلطی کی ہے میں دشمال جادوگر کا غلام ہوں تم اگر اپنی زندگی چاہتے ہو تو اس کتاب کو اٹھا کر فورا مجھے دے دو ورنہ ورنہ اپنی موت کا انتظار کرو اویس یہ سن کر بوکھلا گیا اور کہا اے جادوگر کے غلام جن ہم وہی کریں گے جو تم کہو گے مگر ہمیں کچھ کہنا مت۔

اس جن نے کہا تم مجھے فورا یہ کتاب دے دو
اویس نے کہا شرط پر تم کو وہ کتاب دوں گا۔
جن فورا بولا کیا شرط۔
اویس نے کہا تم اتنا بتا دو کہ جو جن ہمارے گاؤں سے لڑکیاں اٹھا کر لے جاتا ہے اس کا اصل ٹھکانا کہاں ہے۔

جن نے کہا سن میں تم کو بتانا نہیں چاہتا تھا مگر تم کو بتا دیتا ہوں اس کا نام جنابر جن ہے وہ چاڑیاں کہ پہاڑوں میں رہتا ہے وہی پر ایک غار ہے غار کے اندر ایک پتھر ہے جو بالکل سرخ رنگ کا ہے اس پتھر پر ایک دروازہ ہے دروازے کے اوپر سندھی زبان میں اسے کھولنے کا طلسم لکھا ہوا ہے اگر تم وہ طلسم پڑھے اور پھونک مارو گے تو وہ دروازہ فورا ہی کھل جائے گا مگر دھیان سے وہ دروازہ کھلنے وقت ایک فیصد بھی آپ کی آواز جن کو آگئی تو پھر آپ کی خیر نہیں اس کے بعد جنابر جن کی موت کا راز میں نہیں جانتا اور ہاں یہ مت سمجھنا کہ میں تم سے ڈر کر یہ سب کچھ بتا رہا ہوں نہیں بلکہ میں بھی جنابر جن کے غلام جن کا دشمن ہوں کیونکہ اس نے مجھ سے تمام طاقتیں چھین لی ہیں مجھے ایک عام سا جن بنا دیا ہے اور اس کے ہی کہنے پہ آقا وشال جادوگر نے مجھے قید کیا تھا اویس ایک دم بول پڑا اگر تم میری مدد کرو تو اس جادوگر سے تمہاری جان ہی چھڑوا سکتے ہیں تو جنابر جن سے بھی تمہارا انتقام لے سکتے ہیں نہیں ایک دن جن بولا۔

آپ کو پتا ہے کہ میں وشال جادوگر کوئی عام جادوگر نہیں ہے اس کے پاس بے طاقتیں ہیں اس کے پاس خونی زنجیر بھی ہے اور طلسمی زنجیر بھی ہے اور خونی پرندے بھی ہیں اور اویس نے ایک دم جلال کی حالت میں آکر درود شریف پڑھا اور کلمہ پڑھا جن نے جب نوارنی کیفیت میں اویس کے منہ سے کلمہ سنا تو اس کے دل کے اندر ایک کچھ بے چینی سے شروع ہوگئی جن نے کہا

اویس میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں آپ مجھے کلمہ پڑھا دیں اویس خوش سے جھوم اٹھا اس نے

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material
www.bookstube.net
www.urdumovies.net

فوراً جن کو کلمہ پڑھایا اور ارکان اسلام کہ متعلق بتایا او کچھ اسلامی معلومات بھی دیں۔ تو جن کا دل نرم پڑھ گیا اور جن نے کہا۔

اویس میں تم سے دوستی کرنا چاہتا ہوں جیسا سکون تم نے مجھے دیا ہے ایسا سکون آج تک میں نے اپنی زندگی میں نہیں لیا۔

اویس نے کہا نہیں میرے دوست یہ خدا کہ مہربانی ہے تم پر کہ اللہ نے تمہیں ہدایت کا راستہ دکھانا تھا سو دکھایا اللہ نے آپ نے دل میں سکون ڈال دیا ہے اب تم بے فکر ہو جاؤ اگر ایک ہزار بھی جادوگر آ جائیں گے تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے آپ بے فکر ہو جاؤ تم میرے ساتھ میرے گھر آؤ میں تمہیں کسی بزرگ کے پاس لے کر جاتا ہوں تمہیں وہ جادوگر کی قید سے نکلنے کا طلسم بتا دیں گے تم خود بخود ہی نکل جاؤ گے اب تم ایسا کرو کہ مجھے یہ بتاؤ کہ تم وہ کتاب کیوں لینا چاہ رہے تھے تو جن نے کہا۔

وشال جادوگر نے مجھے بھیجا تھا کہ میں کتاب کو حاصل کر کے آپ سے چھین کے لاؤں کیونکہ اس کے اندر جادوگر کی موت کا راز ہے اسی وجہ سے اس سے پہلے جادوگر اویس کو کچھ اور بتاتا کمرے میں دھواں ہی دھواں پھیلنے لگا اور پھیلتے پھیلتے زیادہ ہونے لگا تو جن نے کہا کہ یہاں سے آنکھیں بند کرو اویس اور اپنے دوست سہیل کا ہاتھ پکڑو جادوگر کو سب پتا چل گیا ہے اس نے طلسمی زنجیر کو بھیج دیا ہے جلدی کرو وقت بہت کم ہے اسے ضائع نہ کرو ورنہ آج موت یقینی ہو جائے گی۔

اویس نے اپنے دوست سہیل کا ہاتھ پکڑا اور آنکھیں بند کی تو اسے ایک جھٹکا سا لگا اور پھر جن کی آواز آئی آنکھیں کھولو تو انہوں نے جب آنکھیں کھولیں تو وہ اپنے گھر کے سامنے کھڑے تھے سہیل بھی ہوش میں آ چکا تھا جب پھر اس نے جن کو دیکھا پھر ڈرنے لگا اویس نے کہا ڈرو مت یہ ہمارا دوست ہے ہمیں کچھ نہیں کہے گا بلکہ ہماری مدد کرے گا سب کچھ سہیل کو بتایا جن یہ سب دیکھ کر مسکرا رہا تھا اور کہنے لگا سہیل تم بھی میرے دوست ہو آج سے آؤ میرے گلے ملو سہیل ڈرتے ڈرتے جن سے گلے ملا اور جن نے کہا۔

پاگل ڈرو مت کچھ نہیں ہوگا اگر اسی طرح ڈرتے رہے تو جادوگر کو کیسے ختم کرو گے اس لیے اپنے اندر ہمت پیدا کرو اور اس جن کو آپ نے ہی ختم کرنا ہے کیونکہ تمہارے پاس بھی کچھ طاقتیں ہیں مگر وہ خفیہ طاقتیں ہیں جو تمہیں کسی بزرگ کے پاس جانا ہوگا اگر ہم نے وقت ضائع کیا تو آپ کی جان بھی خطرے میں ہے میرے دوست جن اویس نے کہا تو جن نے کہا مجھے کوئی ڈر نہیں ہے میرے دوست جو رات قبر میں لکھی ہو وہ کبھی ہو کہ میں نہیں گزاری جاتی کچھ نہیں ہوتا خیر اگر آپ کہہ رہے ہیں تو میں چلا جاتا ہوں مگر آپ کو کسی بزرگ کے ٹھکانے کا پتہ ہے کیا سہیل نے کہا جھگڑنے کی دیر کا ڈر ڈر کر کوئی بات کرنے کی کوشش کر رہا تھا کیونکہ اس کے دل پر ابھی بھی دھڑکن کا کام بڑی تیزی سے جاری تھا۔

اویس نے کہا ہاں یار ایک بزرگ ہے جو میری مدد کریں گے ہمیں آج ہی جانا ہوگا ان بزرگ کے پاس تو سب چلنے لگے۔

ثناء کو آج سخاوت کی یاد بہت ستا رہی تھی وہ سوچ رہی کہ کب سخاوت آئے گا اور یہ نہ ہو کہ میرے گھر والے کسی اور سے میری شادی نہ کروا دیں ورنہ میں تو جیتے جی مر جاؤں گی سنا وہ سنا تھی جس نے کبھی زندگی میں دین والے کام کی طرف توجہ نہیں دی تھی وہ ہر وقت نیا نیا فیشن ڈھونڈتی

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material

رہتی تھی مگر جب سے سخاوت سے اسے پیار ہوا تھا اور سخاوت نے جب اسے جاتے وقت چاند جادوگر کے بارے میں بتایا تو وہ اس کے بعد پانچ وقت کی نمازی ہوگئی تھی ہر وقت اس کے ہاتھ میں پانچ سو دانوں والی تسبی ہوتی تھی ہر وقت وہ خدا سے یہی دعا کرتی تھی کہ اے اللہ اے میرے پروردگار میرے سخاوت کو کچھ مت ہونے دینا اس کا ہمیشہ ساتھ دینا ہر وقت اسکی مدد کرنا اس کے اوپر ہر غم ہر پریشانی ہر مصیبت کو ٹال دے اسے میرے خدایا وہ ہر وقت پریشان رہنے لگی تھی ہر وقت افسردہ سی رہتی اس کے گھر والے بھی اس کی اس حرکت سے پریشان تھے۔

سخاوت اپنے کام میں مگن تھا کہ ایک دم ایک خوبصورت لڑکی کمرے میں حاضر ہوئی اور سخاوت کو کہنے لگی جناب کدھر بزی ہو آپ سخاوت اچانک خوبصورت لڑکی کو اپنے پاس دیکھ کر ڈر گیا اور اپنا ڈر چھپانے کی کوشش کرنے لا اور کہا جی نہیں نہیں ویسے ہی بیٹھا ہوں مجھے کہاں بزی ہونا ہے جی مگر آپ ہو کون تو اس لڑکی نے کہا آپ برا نہ مانو تو بتاؤں تو سخاوت نے کا نہیں مانوں گا بتاؤ تو لڑکی نے کہا کہ میں دراصل آپ کی دوست آپ کی ہمراز ہوں سخاوت نے کہا کیا مطلب میں نے کچھ اور پوچھا تھا اس نے کہا میں اس بزرگ کی بیٹی ہوں اور سخاوت کے ساتھ زیادہ فری ہونے لگی سخاوت بھی اس کے جال میں آ گیا تھا وہ بھی اس کی بات پر ہاں سے ہاں ملاتا رہا دراصل وہ لڑکی ونام جادوگر کی غلام چڑیل تھی وہ ونام جادوگر کے کہنے پر سخاوت سے کچھ معلومات فراہم کرنے کے لیے آئی ہوئی تھی مگر اس کی کوشش کے باوجود بھی سخاوت کچھ نہیں بتا رہا تھا مگر خیر اس چڑیل نے سخاوت سے اجازت چاہی اور غائب ہوگیا چڑیل ایک ونام جادوگر کے پاس حاضر ہوئی کہا۔

آقا پتہ نہیں کیا بات ہے میں نے سخاوت سے پوچھنے کے لیے بہت کوشش کی مگر وہ کچھ بھی نہیں بتا رہا اپنے متعلق پتہ نہیں کیا ہوگیا ہے اس کے دماغ کو لگتا ہے اس کا دماغ اس کے کنٹرول میں نہیں ہے تو ونام جادوگر ہنسنے لگا اور کہا۔

شیلہ چڑیل دراصل میں نے سخاوت کا ذہن اپنے کنٹرول میں کرلیا ہے آپ وہ کچھ بھی نہیں کرسکتا کیونکہ میں نے آج رات کا چلہ کر کے اس کے ذہن کو قابو کرلیا ہے اس کو میں نے اپنا غلام بنالیا ہے اب وہ ساری زندگی میرے ہی قبضے میں رہے گا کچھ بھی نہیں کرسکتا وہ جتنا نہ انداز میں بننے لگا وہ اور شیلہ چڑیل تم آسکتی ہو جاؤ اپنا کام کرو اور رات کو پھر آنا۔ میرے پاس تم تک ایک کام ہے جو رات کو آپ سے مکمل کر کے اس کام کو کراؤں گا۔

چڑیل ایک دم غائب ہوگئی سخاوت اپنے ہی کمرے میں ٹہل رہا تھا تو وہی جادوگر کمرے میں آیا اور کہا اے بالک آج رات کو آپ نے ایک چلہ کرنا ہے تم پہلے ایسا کرو کہ میری بات غور سے سنو تم کو ایک چلہ کرنا ہوگا وہ بھی ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر لے کے دوران تم کو ہر طرح سے ڈرایا دھمکایا جائیگا مگر تم نے ثابت قدم رہنا ہے تم کو الو کا خون سے غسل بھی کرنا ہوگا اور شیطان کو سجدہ بھی کرنا ہوگا مگر کہتے ہیں کہ جب بندے کا ذہن کام کرنا چھوڑ دے تو بندہ اپنے نفع نقصان کو بھی بھول جاتا ہے یہی حالت سخاوت کی تھی اس کی عقل پر بھی پانی پڑ گیا تھا اس نے بھی ہاں میں ہاں کردی جادوگر نے سخاوت کو چلے کے حروف بتائے سخاوت ان کو یاد کرتا رہا آخر کار سخاوت کو یاد ہوگئے ایسی طرح رات ہوگئی رات کو سخاوت

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material
www.bookstube.net
www.urdutube.net
www.urdumovies.net

نے ایک دائرہ لگایا اور ایک پاؤں پر کھڑا ہو کر چلے کے ورد کو پڑھنے لگا پہلے دو تین گھنٹے تو خیریت سے گزر گئے لیکن پھر سخاوت نے دیکھا کہ دور سے ایک گھوڑا دوڑتا ہوا آرہا ہے اس گھوڑے پر ایک بزرگ بیٹھے ہوئے ہیں اور وہ جب سخاوت کے قریب پہنچے تو سخاوت کو کہا بیٹا اس چلے کو چھوڑ دو یہ شیطانی چلہ ہے تم کو تمہارے دوست نے غلط پتہ بتا کر اس جادوگر کے پاس بھیج دیا ہے یہ جادوگر اسلام کا دشمن ہے بیٹا آپ بھی ٹائم ہے نکل جاؤ حصار سے اللہ سے معافی مانگو اللہ تمہیں معاف کر دے گا وہ معاف کرنے والی بڑی کریم ذات ہے بیٹا نکل آؤ حصار سے سخاوت جب حصار سے نکلنے کے لیے پاؤں زمین پر رکھنے ہی والا تھا کہ اس کو اچانک جادوگر کی آواز سنائی دی بیٹا تم مت نکلنا خبردار یہ سب پیچ سازش ہے اپنے کام میں لگے رہو سخاوت نے ان کی پسند کرتی اور اپنے کام میں مگن ہو گیا۔ پھر بزرگ غائب ہو گئے ابھی کچھ ٹائم ہی گزرا تھا کہ زمین ہلنے لگی جیسے زلزلہ آگیا ہو زمین پھٹی اور ایک خوفناک چڑیل باہر آگئی اور کہا۔

اے لڑکے اس چلے کو چھوڑ دے یہ بکواس بند کر ورنہ میں تمہارا غصہ میں آگئی اور جب دیکھا کہ ہر طرح سے سخاوت میری بات نہیں مان رہا تھا تو پھر وہ غائب ہو گئی اور جیب دوبارہ وہ نمودار ہوئی تو اس کے ہاتھ میں سناٹھی اور کہا لڑکے باہر آؤ ورنہ اس لڑکی کا خون پی جاؤں گی جادوگر کی آواز آئی سالک یہ سب نظر کا دھوکہ ہے تم اپنے کام سے کام رکھو کچھ نہیں ہوگا سخاوت اصل میں بہت ڈر گیا تھا غصہ میں آکر اس کا خون پی لیا اس چڑیل نے اور غائب ہو گئی آخر کار سخاوت کا چلہ ختم ہو گیا اور جادوگر کے پاس گیا جادوگر کے کچھ اور ارادے تھے وہ سخاوت سے چلے کروا کر شیطان سے شکتی حاصل کرنا چاہتا تھا جب وہ شکتی حاصل کر لیتا تو سخاوت کو بھی ختم کر دیتا ہے جادوگر نے سخاوت کو کہا کہ تم آلو کا خون سے غسل کرو خون سخاوت کو دیا پھر شیطان کو تجدہ کیا پھر جادوگر نے سخاوت کو دل اور خون لانے کو کہا

وہ تیار ہو گیا گو وہ قتل سے ڈرتا تھا ساتھ ہی ایک گاؤں تھا جادوگر نے کہا۔

تم کو یہی طلسم جو میں نے رات کو تمہیں بتایا تھا وہ پڑھ کر جس لڑکی کے اوپر بھی تم پڑھ کر پھونکو گے وہ مدہوش ہو جائے گی اور تم نے اٹھا کر میرے پاس لانا ہے جلدی کرو سخاوت چل پڑا اور جب وہ دوسرے گاؤں پہنچا تو راستے میں ایک قبرستان تھا وہ اس قبرستان میں سے نکل کر سیدھا قبرستان کی سطح سے نکل کر گاؤں میں پہنچ گیا گاؤں پہنچ کر ایک لڑکی کہیں گاؤں سے گھاس کاٹ کر لا رہی تھی سخاوت نے اس کو اوپر پڑھ پڑھ کر پھونکا تو لڑکی مدہوش ہوئی سخاوت اسے اٹھا کر جادوگر کے پاس لے گیا اور جب جادوگر نے سخاوت کے کندھے پر لڑکی کو دیکھا تو جادوگر خوش ہو گیا اور کہا

سالک تمہیں میں بڑی شکتی دوں گا تم اس شکتی سے اپنی مرضی کے مطابق زندگی گزار سکو گے اور جادوگر نے اس لڑکے کو طے خانے میں بند کر دیا سخاوت کو کہا

تم جاؤ دوسرے کمرے میں سخاوت دوسرے کمرے میں چلا گیا وہاں پر بیٹھ کر سوچنے لگا کہ کب تک میرا چلہ ختم ہو گا اور کب میں اپنے مقصد کو حاصل کروں گا خیر وقت گزرتا رہا سخاوت روزانہ لڑکیاں لاتا رہا آج ساتوں دن تھا سخاوت چلے میں مصروف ہو گیا تھا تو اچانک ایک خوفناک قسم کا اژدھا حاضر ہوا اور سخاوت کو کہا

انسانی آواز میں اے پتر نکل آ اس حصار

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material
www.booksfree.net
www.urdumovies.net

سے ورنہ تیری موت یقینی ہے سخاوت روزانہ جن بھوت چڑیلیں دیکھ دیکھ کر عادی ہوگیا تھا مگر آج اسے اژدھا کو دیکھ کر ڈر لگ رہا تھا وہ اژدھا کو ڈراتا رہا مگر سخاوت نے ثابت قدم رہ کر اپنا چلہ پالیا تھا جب چلہ ختم ہوا تو ایک دم اندھی چلنے لگی اور سخاوت ہوا میں اڑنے لگا اڑتے اڑتے وہ ایک انجان منزل کی طرف جانے لگا اور آگے ہی آگے جارہا تھا ایسا لگ رہا تھا جیسے سخاوت کہ پیچھے کوئی بلا لگی ہوئی ہو اور سخاوت کا ذہن کنٹرول سے باہر ہوتا جارہا تھا آخر وہ بے ہوش ہوگیا جب اس کو ہوش آیا تو جلتی آگ میں پڑا ہوا تھا مگر حیرت کی بات یہ تھی کہ آگ اس کے جسم پر بالکل بھی اثر نہیں کررہی تھی پھر ایک دم وہ جادوگر حاضر ہوا حیرت کی بات یہ تھی کہ جادوگر کے جسم کو بھی آگ لگی ہوئی تھی اس کے بعد کیا ہوا جاننے کے لیے اگلا شمارہ پڑھنا نہ بھولئے گا۔

غزل

قصہ تیرے فراق کا سنایا نہیں گیا
تیرے پیار کا زخم ابھی تک مٹایا نہیں گیا
اپنی اندھیری شب کو منور کرنے کیلئے
دل کا چراغ جلا کر بھی بجھایا نہیں گیا
تیری قربت کیلئے پھولوں کو ترستے دیکھا
اک مدت سے بھی مسکرایا نہیں گیا
ہر بزم تیرا ہی تذکرہ تھا مگر آج
سن کے تیرا نام آنسوؤں کو چھپایا نہیں گیا
اس طرح اپنے نقوش چھوڑ گئے ہو میرے دل میں
کسی بھی چہرے کو دل میں بسایا نہیں گیا
رمضان ہمیں گلہ نہیں کہ وہ روٹھ گیا ہم سے
مگر افسوس یہ ہے کہ ہم سے وہ منایا نہیں گیا

زاھد اقبال، سحر سمندری

غزل

تو یہ بھی لکھنا
اداسیوں، مایوسیوں، بے وفاؤں کا سبب جو لکھنا
تو یہ بھی لکھنا
کہ چاند، ستارے، سیارے دل و دماغ، چاہت
الفت، آنکھیں اپنے پرائے جو کہتے تھے ہم آپ کے
سب بدل گئے وہ لمحے جو تیری راہوں میں تیرے
آنے
کے منتظر تھے وہ تھک کر ناامید ہو کر سایوں میں ڈھل
گئے
ہیں! وہ تیری یادیں تیری باتیں خیال وصورت
تصورات تیرے
وہ رنج و غم انداز تیرے دلائل تیرے، وہ تیری
دیدنی
تیری آنکھیں سوال تیرے
وہ تم سے میرے تمام ناطے رشتے بچھڑ گئے ہیں اجڑ
گئے ہیں
ڈھل گئے ہیں تڑپ گئے ہیں اداسیوں کا سبب جو لکھنا
تو یہ بھی لکھنا لرزتے ہونٹوں پر لڑکھڑاتی دعا کے
سورج پگھل گئے ہیں

زاھد اقبال، سحر سمندری

تیرے پیار کی دھوپ ہو تیرے پیار کے سائے ہوں
یہی موسم مجھے چاہیے سب فضاؤں کے بدلے
فقط زندگی پیار سے خلوص سے نہیں چلتی
جانے کیا کیا کرنا پڑے زمانے کی رضاؤں کے بدلے
بے رخی کرو گے تو میری بات یاد رکھنا
جان چلی جائے گی تیری وفاؤں کے بدلے
تیرے خیال کی قید اور نگاہوں کی یہ زنجیریں
یہ سزا اچھی لگے گی مجھ کو سب سزاؤں کے بدلے

زاھد اقبال، سحر سمندری

www.booksqube.net
www.urdutube.net
www.urdumovies.net
www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material

ایس۔امتیاز احمد (کراچی)

پُر اسرار !
قیدی ...

میرے سامنے ایک بھیانک منظر تھا۔ فرش پر ایک عورت کے اعضاء بکھرے پڑے تھے اور ایک شخص تیغے سے اُس کے جسم کی بوٹیاں بنانے میں مصروف تھا، جسم کا گوشت کاٹتے وقت وہ ایک پیشہ ور قصائی لگ رہا تھا۔۔۔

مجھے اچھی طرح یاد نہیں کہ میں نے کب اس شخص کے بارے متجسس ہونا شروع کیا لیکن یہ احساس ضرور ہے کہ وہ پہلے دن سے ہی مجھے دوسروں سے کچھ الگ تھلگ اور تھوڑا سا پُر اسرار لگا تھا۔ وہ تقریباً پینتالیس پچاس سال کا ایک دراز قد، سرخ و سفید اور صحت مند آدمی تھا۔ چہرے پر گھنی مونچھیں تھیں جن میں سفید بالوں کا غلبہ تھا۔ عام طور پر وہ نفیس قسم کی سیاہ شیروانی اور کلف لگی سفید براق شلوار میں ملبوس نظر آتا۔ سر پر کبھی جناح کیپ ہوتی اور کبھی پشاوری کلاہ جس کا اکڑا ہوا شملہ اسے اور زیادہ بارعب بنا دیتا۔ خاصی عمر ہونے کے باوجود وہ تن کر چلتا اور چمکتے بوٹوں میں اس کے پاؤں بڑی مضبوطی سے زمین پر پڑتے نظر آتے۔۔۔ اس کی دو عادتیں میں نے شروع سے ہی نوٹ کی تھیں۔ ایک تو وہ کبھی ننگے سر نظر نہیں آتا تھا اور دوسرے زیادہ تر نظریں جھکا کر چلتا تھا میں نے کبھی اسے بلا مقصد ادھر اُدھر دیکھتے ہوئے نہیں پایا۔ پیشے کے اعتبار سے میں اخبار نویس ہوں اور ایک روزنامے میں کرائم رپورٹر کے طور پر کام کرتا ہوں۔ ہر چیز کو گہری نظر سے دیکھنا میری عادت بن چکی ہے۔ میں جس علاقے میں رہتا ہوں وہ قدرے خوشحال متوسط طبقے کی آبادی ہے۔ میرے گھر سے ایک گھر چھوڑ کر وہ ایک خوشنما اور نئے تعمیر شدہ مکان میں بطور کرایہ دار آیا تھا۔ میں جس وقت کام پر جانے کے لیے گھر سے نکلتا تھا۔ اس وقت عموماً وہ واپس آ رہا ہوتا تھا۔ پہلے وہ قریبی سٹاپ سے ویگن سے اتر کر تھوڑا سا پیدل چل کر گھر آ رہا ہوتا تھا۔ پھر کچھ دن بعد اس کے پاس ایک پُرانی سی موٹر سائیکل نظر آنے لگی۔

اس کے گھر کے سامنے سے موٹر سائیکل پر گذرتے وقت دو تین مرتبہ میں نے اس کی بیوی کو بھی برآمدے

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material



www.bookstube.net
www.urdutube.net
www.urdumovies.net

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material

میں کھڑے یا مختصر سے لان میں کرسی پر بیٹھ کر نٹنگ کرتے یا کوئی رسالہ وغیرہ پڑھتے دیکھا۔ وہ پختہ عمر کی ایک لمبی تڑنگی عورت تھی۔ گوری رنگت جس میں ہلکی سی زردی جھلکتی تھی۔ بالوں میں کہیں کہیں سفیدی نظر آتی تھی اور ان کا وہ بڑی مضبوطی سے جوڑا بنا کر رکھتی تھی۔ ایک بار وہ گیٹ کے قریب کھڑی تھی تو میں نے اس کے ماتھے پر بندیا دیکھی لیکن یہ بندیا بعد میں کبھی نظر نہیں آئی۔ اسی روز قریب سے گزرنے کی وجہ سے مجھے اس کی آنکھیں دیکھنے کا اتفاق بھی ہوا۔ ان آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے تھے جیسے وہ کچھ عرصہ پہلے تک بیمار رہی ہو لیکن ان حلقوں کے درمیان اس کی آنکھیں۔۔۔۔! میں نے زندگی میں شاید ہی کبھی ایسی آنکھیں دیکھی ہوں۔ ان میں ایک بریفلی سی اداسی منجمد نظر آتی تھی لیکن اس اداسی کی تہہ میں ایک عجیب چمک تھی جیسے سرد ہواؤں کے عقب سے کبھی کبھی بجلی چمک اُٹھتی ہے۔ میں ان آنکھوں کا مجموعی تاثر لفظوں میں بیان نہیں کر سکتا۔ بس اتنا کہہ سکتا ہوں کہ جب اس نے ان بڑی بڑی، اداس، منجمد اور گہری آنکھوں سے میری طرف دیکھا تو میری ریڑھ کی ہڈی میں ایک سرد سی لہر دوڑ گئی تھی اور غالباً ایک سیکنڈ کے ہزارویں حصے کے لیے مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میں دور کہیں تاریک کھنڈرات کے ایک لامتناہی سلسلے میں دھکیل دیا گیا ہوں، جہاں ہر طرف حشرات الارض رینگتے پھر رہے ہیں اور بچ ہوائیں کانوں میں سیٹیاں بجاتی گزر رہی ہیں لیکن جیسے ہی میں گیٹ کراس کر گیا، میرے حواس مجھے حقیقت کی دنیا میں لے آئے لیکن مزید کئی منٹ تک میری اُنگلیاں موٹر سائیکل کے ہینڈل پر مضطرب سی رہیں۔

ان دونوں میاں بیوی کے ہاں اولاد کوئی نہیں تھی اور نہ ہی انہوں نے کوئی ملازم وغیرہ رکھا تھا۔ میں نے کبھی کسی تیسرے فرد کو ان کے گھر کی چہار دیواری میں نہیں دیکھا۔ انہیں اس علاقے میں آئے ڈیڑھ دو ماہ گذر چکے تھے لیکن نہ تو میں نے مرد کو کبھی آس پاس کے کسی آدمی سے بات چیت کرتے دیکھا اور نہ ہی عورت کو کبھی کسی ہمسائی کی طرف متوجہ پایا۔ یوں لگتا تھا کہ وہ اپنی محدود سی دنیا میں مگن ہیں نہ ہی وہ کسی کی ضرورت محسوس کرتے ہیں اور نہ کسی سے رابطہ وضبط پیدا کرنا پسند کرتے ہیں۔ سودا سلف بھی مرد خود لاتا تھا۔ عورت کو کبھی میں نے گیٹ سے باہر نہیں دیکھا۔

ایک رات دو بجے کے قریب میں اخبار کی آخری کاپی پریس میں جانے کے بعد دفتر سے واپس آ رہا تھا۔ اپنی کالونی کا موڑ مڑنے کے بعد میں اس چھوٹی گلی میں ہو لیا جو ہمارے مکان کے عقب میں پہنچتی تھی۔ یہ ایک طرح کا شارٹ کٹ تھا جس سے میں ذرا جلدی گھر پہنچ جاتا تھا۔ اپنی گلی میں پہنچ کر میں اس شخص کے مکان کے

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material

عقب سے گذر رہا تھا کہ میری نظر ایک کمرے کی کھڑکی کے شیشے پر پڑی۔ پورے مکان پر تاریکی چھائی ہوئی تھی لیکن اس کمرے میں روشنی تھی۔ کھڑکی کے عقب میں گرا ہوا پردہ ایک لمحے کے لیے غالباً پنکھے کی ہوا سے پھڑ پھڑایا تھا اور اسی ایک لمحے مجھے روشن شیشے پر ایک سایہ نظر آیا تھا۔ جوڑے چکلے کندھوں والا ایک سایہ جس کا سر گول اور گردن بھی سر کی سیدھ میں اتنی ہی موٹی نظر آ رہی تھی۔ کچھ عجیب سی شبیہہ تھی۔ وہ جو کوئی بھی تھا، غالباً میری موٹر سائیکل کی آواز سن کر یک لخت اس طرح ایک طرف کو ہو گیا کہ اس کا سایہ روشن شیشے پر سے غائب ہو گیا اور اسی لمحے کھڑکی پر پردہ بھی دوبارہ گر گیا۔ یہ سب کچھ بمشکل دو یا تین سیکنڈ میں ہوا اور میں ٹھٹھکتے ٹھٹھکتے بھی اپنے گھر کے عقبی دروازے تک پہنچ گیا۔ عقبی دروازے کو میں باہر سے تالا لگا کر جاتا تھا۔ تالا کھول کر جب میں موٹر سائیکل اندر لے جا رہا تھا تب بھی میرا ذہن اس سائے میں الجھا ہوا تھا جو مجھے اپنے ہمسائے کی کھڑکی کے روشن شیشے پر ایک لمحے کے لیے دکھائی دیا تھا۔ وہ تھا تو یقیناً کسی آدمی کا سایہ لیکن اس کا سر اور گردن کچھ عجیب سی تھی۔ دفعتاً ایک خیال بجلی کے کوندے کی طرح میرے ذہن میں لپکا _____ اگر کسی آدمی نے کندھوں تک پہنچنے والی نقاب پہن رکھی ہو تو اس کا سایہ بالکل ایسا ہو گا۔ اس کا مطلب ہے اس کمرے میں کوئی نقاب پوش موجود تھا _____ موٹر سائیکل اندر رکھ کر میں نے اپنے کمرے میں سے پستول نکال کر پتلون کی جیب میں رکھا، بڑی آہستگی سے دروازے کو دوبارہ تالا لگایا اور گلی میں دبے پاؤں چلتا ہوا اسی کمرے کی کھڑکی تک آ گیا۔ کھڑکی میرے کندھوں تک کی بلندی پر تھی۔ میں نے کھڑکی پر کان گا دیا۔ اندر کسی قسم کی کوئی آواز نہیں تھی۔ اگر وہ کوئی چور تھا تو لازماً اسے سامان کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرنا چاہئے تھی اور اس کی آواز یقیناً تھوڑی بہت مجھے سنائی دینا تھی کیونکہ کمرے میں سے کسی کے سانس لینے تک کی آواز مجھے ہلکی ہلکی سنائی دے رہی تھی لیکن یہ کسی خوابیدہ انسان کی آواز تھی۔ یکساں، ہموار اور قدرے گہرائی ہوئی!

پولیس عام طور پر جب کسی تھوڑے بہت پڑھے لکھے مجرم کو پکڑتی ہے تو اس سے یہ بات سننے میں آئی ہے کہ جی میں مار دھاڑ کی فلمیں دیکھ کر اور جاسوسی لٹریچر پڑھ پڑھ کر جرائم کی طرف راغب ہو گیا تھا۔ اتفاق سے میں انگریزی جاسوسی اور ایکشن فلمیں کثرت سے دیکھتا ہوں اور جاسوسی لٹریچر بھی بڑی پسندیدگی سے پڑھتا ہوں لیکن ان فلموں اور لٹریچر نے مجھے جرم کی ترغیب دینے کی بجائے مجرم کو ذاتی طور پر پکڑنے کا شوق بخشا ہے کیونکہ اکثر فلموں اور کہانیوں کا اختتام یہی ہوتا ہے کہ ملزم کس طرح ایک چھوٹی سی غلطی سے پکڑا گیا۔ میرے خیال میں تو جرم

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material

وسزا کی فلموں اور کہانیوں میں ترغیب کا پہلو شاذ و نادر ہی ہوتا ہے۔ جرم کار رجحان تو ان مجرموں کے ذہنوں میں پہلے سے موجود ہوتا ہے جو پکڑے جانے کے بعد فلموں اور لٹریچر پر اپنی بدفطرتی اور بداعمالی کا بوجھ لادنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر کتابوں اور فلموں سے کوئی مجرم بن سکتا تو آج ڈیل کارنیگی کی کتابیں پڑھ پڑھ کر ہر آدمی دنیا کا ہر دلعزیز، امیر ترین اور کامیاب ترین آدمی بھی تو بن سکتا تھا۔

یہ سب کچھ سوچتے ہوئے میں کھڑکی سے لگا، سانسوں کی آواز چند لمحے تک سنتا رہا۔ پھر ان سانسوں کی آواز بے ربط اور غیر واضح سی ہوگئی اور میں نے مسہری کی بہت ہلکی سی چرچراہٹ بھی محسوس کی _____ کہیں نقاب پوش ڈاکو، مسہری پر خوابیدہ انسان کے منہ پر ہاتھ رکھ کر اسکا گلا تو نہیں گھونٹ رہا _____؟ اس خیال نے مجھے ایک لخت بے چین کر دیا میں بھاگتا ہوا دیوار کے اس حصے تک پہنچا جہاں سے لان شروع ہوتا تھا۔ یہاں دیوار قدرے نیچی تھی۔ ریوالور دانتوں میں دبا کر میں نے دیوار پر ہتھیلیاں جمائیں اور جسم پر زور دے کر پھرتی سے دیوار پر چڑھا اور دوسری طرف کود گیا۔ لان سے بھاگتا ہوا میں برآمدے میں آیا۔ ڈرائنگ روم کا دروازہ اندر سے بند تھا۔ سامنے دوسرا کوئی دروازہ نہیں تھا۔ بچوں کے بل دوڑتے ہوئے مکان کے پہلو میں آیا۔ یہاں ایک چھوٹا دروازہ اور کچھ فاصلے پر ایک چھوٹی کھڑکی تھی۔ یہ دروازہ بھی اندر سے بند تھا البتہ جب میں نے کھڑکی پر ہاتھ کا دباؤ ڈالا تو وہ کھل گئی۔ اندر اندھیرا ہونے کے باوجود مجھے اندازہ ہوگیا کہ یہ کچن کی کھڑکی ہے کیونکہ اندر سے ایک مخصوص مہک آئی تھی لائٹر جلا کر میں نے اندر کا جائزہ لیا فرش زیادہ نیچا نہیں تھا۔ لائٹر جلدی سے بجھا کر میں نے کھڑکی کی چوکھٹ پکڑ کر پہلے اپنی ٹانگیں داخل کیں اور فرش پر پاؤں ٹکا کر جسم کو بل دے کر اندر پہنچ ہی گیا۔

کچن کا اندر والا دروازہ کھول کر جب میں نے پرلی طرف جھانکا تو مدھم سی روشنی میں وہاں ڈائننگ ٹیبل وغیرہ نظر آئیں۔ غالباً یہ ڈرائنگ اور ڈائننگ روم تھا۔ اس کی دھندلے شیشوں والی کھڑکی پر پردوں کے باوجود بہت ہلکی سی روشنی برابر والے کمرے سے آرہی تھی۔ برابر والا کمرہ روشن تھا اور وہی میرے اندازے کے مطابق وہ کمرہ تھا جہاں کچھ ہو رہا تھا۔

دبے پاؤں ڈرائنگ روم میں داخل ہو کر میں صوفوں اور کرسیوں سے بچتا بچاتا اس دروازے تک پہنچا جو روشن کمرے میں کھلتا تھا۔ دروازے پر میں نے ہاتھ ہی رکھا تھا کہ وہ خاصا کھل گیا۔ میں جھک کر ایک قدم پیچھے اوٹ میں ہوگیا کیونکہ کھلتے ہوئے دروازے پر یقیناً اندر موجود آدمی یا آدمیوں کی نظر پڑ سکتی تھی۔ کئی سیکنڈ تک میں

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material

سانس روکے کھڑا رہا لیکن کوئی عمل ظاہر نہ ہوا۔ تب میں نے آگے بڑھ کر ایک آنکھ دروازے کی درز سے لگا کر اندر جھانکا۔ اندر کوئی بھی نہیں تھا میں نے آنکھیں مل کر دوبارہ اندر دیکھا۔ حقیقتاً وہاں کوئی نہیں تھا۔ وہ کھڑکی جس کے شیشے پر میں نے نقاب پوش کا سایہ دیکھا تھا، پردے میں چھپی ہوئی تھی لیکن محسوس یہی ہوتا تھا کہ وہ بند ہے۔ یہ کمرہ خوابگاہ تھا۔ درمیان میں ایک ڈبل بیڈ پڑا تھا جس کی چادر پر شکنیں بتا رہی تھیں کہ کچھ دیر پہلے تک یہاں کوئی محوِ خواب تھا۔ ایک گوشے میں سنگھار میز تھی جس پر میک اپ کا سامان بے ترتیبی سے پڑا تھا۔ بیڈ کے عین قریب زنانہ سلیپر پڑے تھے۔ ابھی میں غور ہی کر رہا تھا کہ اس کمرے میں موجود فریدا افراد کہاں گئے، دفعتاً میری نظر کمرے کے ایک گوشے پر پڑی جہاں قالین اُلٹا ہوا تھا۔ اس کے نیچے خلا نظر آ رہا تھا۔ اُلٹے ہوئے قالین پر ایک چوکور، موٹا سا تختہ رکھا نظر آ رہا تھا۔ تختہ بڑی نفاست سے تراشا ہوا تھا اور اس کی بالائی سطح پر ایسا پینٹ کیا گیا تھا کہ وہ فرش کا ہی ایک اکھڑا ہوا ٹکڑا نظر آتا تھا۔ اُسے اگر خلا پر رکھ دیا جاتا تو فرش بالکل ہموار اور بے جوڑ نظر آتا۔۔۔ یہ خلا یقیناً کسی تہہ خانے کا راستہ تھا۔ پھونک پھونک کر قدم رکھتے میں اس خلا تک پہنچا اور میرے خیال کی تصدیق ہو گئی ـــــ وہاں سے سیڑھیاں نیچے جا رہی تھیں ـــــ یہ گھر گذشتہ دنوں میرے دیکھتے ہی دیکھتے تعمیر ہوا تھا لیکن یہ دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی کہ اس میں کوئی تہہ خانہ بھی تھا۔ تہہ خانے سے روشنی ترچھے زاویے سے سیڑھیوں پر پڑ رہی تھی۔ میں نے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر نیچے جھانکا لیکن تہہ خانہ یقیناً سیڑھیوں کے اختتام سے شروع ہوتا تھا اس لیے یہاں سے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ تہہ خانے میں اترنا خطرے کا باعث بھی ہو سکتا تھا لیکن کسی انکشاف کی امید نے میرے خوف پر غلبہ پایا ہوا تھا۔ اتنا وقت نہیں تھا کہ میں اپنی مدد کے لیے کسی کو بلا کر لاتا۔ اتنی دیر میں نہ جانے کیا سے کیا ہو جاتا۔

اللہ کا نام لے کر میں نے ریوالور مضبوطی سے تھاما، اور سیڑھیوں پر پہلا قدم رکھ دیا۔ جب میں ساتویں سیڑھی پر پہنچا تو مجھے تہہ خانے کا منظر نظر آنے لگا اور یہ منظر بہت بھیانک تھا میرے سامنے فرش پر ایک عورت کے اعضاء بکھرے پڑے تھے۔ ایک طرف ٹانگیں، جو پیروں سے محروم تھیں۔ ان کے پاس ہی پیر علیحدہ کٹے پڑے تھے۔ برہنہ دھڑ جس سے بازو علیحدہ کیے جا چکے تھے۔ ایک طرف عورت کا سر کٹا پڑا تھا جس پر لمبے لمبے بال چھتری کی طرح پھیلے ہوئے تھے مگر چہرے کا کافی حصہ نظر آ رہا تھا اور یہ چہرہ میرے پراسرار پڑوسی کی بیوی کا تھا۔ اس کی وہ آنکھیں جن میں جھانک کر ایک مرتبہ میرا وجود جھنجھنا کر رہ گیا تھا۔ اس وقت بند تھیں اور اس کے چہرے

www.pdfbooksfree.pk

پر کرب یا اذیت کا کوئی نقش نہیں تھا۔ یہ لگتا تھا کہ وہ بڑی گہری نیند سو رہی ہے۔ اپنے تمام تر خوف کے باوجود میں نے یہ بات محسوس کی کہ فرش پر خون کا ایک قطرہ تک نہیں تھا۔ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے موم کے مجسمے کو کسی نے تیز دھار آلے سے تراش کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہو۔ اور تراشنے والا بھی فوراً ہی مجھے دکھائی دیا یہی غالباً وہ نقاب پوش تھا جس کا سایہ مجھے خوابگاہ کی کھڑکی کے شیشے پر نظر آیا تھا۔ وہ مضبوط تن و توش کا ایک چوڑا چکلا آدمی تھا جس کا چہرہ گردن سے لے کر سر کے بالوں تک سیاہ نقاب میں چھپا ہوا تھا۔ سفید شلوار قمیض پہنی ہوئی تھی اور ان کپڑوں پر بھی خون کا ذرا سا دھبہ تک نہیں تھا ____ اس کا داہاں پہلو میری طرف تھا اور اس وقت وہ اپنے کام میں بڑی تندہی سے مشغول تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک وزنی چمکدار تیغہ تھا اور دوسرے ہاتھ میں مقتول عورت کا دوسرا بازو ____ اس کے سامنے لکڑی کا ایک بڑا سا گول ٹکڑا فرش پر رکھا تھا جیسا کہ عموماً قصائیوں کے پاس قیمہ کوٹنے کے لیے ہوتا ہے۔ اس ٹکڑے پر وہ عورت کا کٹا ہوا بازو رکھ کر تیغے سے اس کی انگلیاں کاٹ رہا تھا۔ ٹھک ٹھک کی دو آوازوں کے ساتھ میرے سامنے عورت کی پانچوں انگلیاں کٹ کر فرش پر بکھر گئیں ____ نقاب پوش اگلوں بیٹھا بڑی مہارت سے جلادوں سے بھی زیادہ شقی القلبی کا یہ کام انجام دے رہا تھا۔ وہ اگلوں بیٹھا ایک خون آشام درندہ لگ رہا تھا ____ ایک بار پھر اس کا ہاتھ بلند ہوا اور تیغے کی چمک منعکس ہو کر میرے چہرے پر پڑی اور دوسرے ہی لمحے ٹھک کی آواز کے ساتھ کٹے ہوئے بازو سے بغیر انگلیوں والا ہاتھ بھی کٹ کر فرش پر آ گرا۔

خوف نے میری رگوں میں خون منجمد کر دیا تھا اور چند لمحوں کے لیے میں بھول گیا تھا کہ میں کون ہوں اور کس مقصد کے لیے اتنی تگ و دو کر کے، جان ہتھیلی پر رکھ کر یہاں تک پہنچا ہوں، دفعتاً مجھے جھرجھری سی آئی۔ میں نے اپنے حواس مجتمع کیے اور ریوالور کا رخ اس کی طرف کرتے ہوئے مضبوط لہجے میں للکارا ____ خبردار ____ اپنی جگہ سے خیش نہ کرنا۔"

وہ اس طرح اچھلا جیسے اس کے قدموں میں بم پھٹا ہو۔ تیغہ اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ میری طرف مڑ کر وہ سیدھا کھڑا ہو گیا۔ نقاب کے دو سوراخوں میں سے اس کی خونی آنکھیں مجھے گھور رہی تھیں۔

"خونی اور درندے ____ اس بے گناہ عورت نے تیرا کیا بگاڑا تھا ____؟" میرے اندر جرات لوٹ آئی۔ "بچ ____ بچ ____" نقاب پوش نے بچوں کی طرح مجھے پچکارا ____ "اتنا غصہ ٹھیک نہیں ہوتا مسٹر راشد ____"

www.pdfbooksfree.pk

''تم میرا نام کیسے جانتے ہو ذلیل کتے _____'' مجھے اب خوف کی جگہ طیش آ رہا تھا۔ ''اس لیے کہ تمہارے دروازے پر تمہاری نیم پلیٹ لگی ہے اور میں تمہارا پڑوسی ہوں _____ اور ہاں دیکھو غصے میں آنے اور گالی گلوچ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں _____ میں جو کچھ کر رہا ہوں درست کر رہا ہوں _____'' یہ کہہ کر اس نے بالوں کی طرف سے اپنی نقاب پکڑ کر اوپر کھینچ لی۔ وہ اس عورت کا شوہر تھا _____!

''بہت خوب _____'' میں نے ریوالور کو جنبش دی _____ ''کیا اب تم بتانا پسند کرو گے کہ کس مقصد کے لیے تم نے اس بے چاری کا خون کیا ہے اور اب اتنی بے دردی سے اس کے ٹکڑے کر رہے ہو _____؟''

''ضرور بتاؤں گا لیکن پہلے مجھے اپنا کام کر لینے دو _____'' اس نے جھک کر عورت کا دوسرا کٹا ہوا بازو اٹھایا اور تیغہ اٹھانے ہی کو تھا کہ میں نے ریوالور کے ٹریگر پر اُنگلی کا دباؤ بڑھاتے ہوئے کہا _____ ''بند کرو اپنی یہ ذلیل حرکت اور سیدھے کھڑے رہو _____''

''مسٹر راشد _____'' اس نے دوبارہ سیدھے کھڑے ہو کر پرسکون لہجے میں کہا _____ ''میں تمہارا مشکور ہوں کہ یہاں اکیلے ہی آئے ہو، پولیس یا محلے والوں کو ساتھ لے کر نہیں آئے ورنہ مجھے اپنی بیگناہی کا یقین دلانا مشکل ہو جاتا _____ بے فکر رہو میں اپنا کام مکمل کر کے اپنے آپ کو تمہارے حوالے کر دوں گا لیکن میرے متعلق کوئی قدم اٹھانے سے پہلے میری پوری بات ضرور سن لینا _____''

''سنسنی خیز کہانی کے پاس سنانے کے لیے ایک دلچسپ کہانی ضرور ہوتی ہے۔ لیکن میں تمہارا یہ خوفناک ڈرامہ مزید دیکھنا نہیں چاہتا۔ میں تمہارے قریب آنے کا خطرہ بھی مول نہیں لوں گا۔ میں ایک ہوائی فائر کروں گا۔ فائر کی آواز سن کر یقیناً محلے والے جاگ اٹھیں گے اور بالآخر یہاں پہنچ ہی جائیں گے۔ تب میں تمہارے ہاتھ پیر رسی سے باندھ کر پولیس اسٹیشن لے جانے کا ناخوش گوار فرض انجام دوں گا''

''یہ غضب نہ کرنا مسٹر راشد'' وہ جلدی سے ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ''تم بار بار مجھے خونی کہہ رہے ہو کیا تمہیں یہاں خون کا ایک قطرہ بھی نظر آ رہا ہے؟''

''میں تمہیں اس رعایت سے کوئی نہیں کہہ رہا تم نے اس بے چاری کو گلا گھونٹ کر یا زہر دے کر پہلے ہی ہلاک کر دیا ہو گا اب صرف لاش کو ٹھکانے لگانے کا بندوبست کر رہے تھے۔ بہرحال تم اس کے قاتل ہو''

''میں قاتل''! وہ طنزیہ سی ہنسی کے ساتھ بولا اور دفعتاً اس کے چہرے پر اداسی کا گہرا رنگ پھیل گیا میں تو

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material

مقتول سے بھی زیادہ مظلوم ہوں مسٹر راشد۔ اور میری قاتل یہ ہے'' یہ کہتے ہوئے اس نے بڑی حقارت سے فرش پر پڑے ہوئے عورت کے سر کو ٹھوکر ماری۔ سر لڑھکتا ہوا ایک گوشے میں چلا گیا۔

'' قاتل ہونے کے ساتھ ساتھ مجھے تم ذہنی مریض بھی لگتے ہو'' میں نے کہا اور فیصلہ کن انداز میں ٹریگر پر دباؤ بڑھایا کہ ہوائی فائر کر سکوں۔ اچانک بجلی کی سی پھرتی سے اس نے اپنے ہاتھ میں پکڑا ہوا عورت کا بریدہ بازو مجھ پر کھینچ مارا۔ ریوالور تو میرے ہاتھ سے نہیں چھوٹا لیکن تنگ سیڑھی پر کھڑا ہونے کے باعث میں لڑکھڑا گیا ____ اور فوراً ہی وہ عقاب کی طرح مجھ پر جھپٹ پڑا ____ اس نے میرا ریوالور والا بازو قابو میں کر کے پیچھے کی طرف موڑ دیا اور دوسرے ہاتھ سے میرے گرد شکنجہ ڈال کر وہ ریوالور چھیننے کی کوشش کر رہا تھا ____ میں نے اس کے پیٹ میں گھٹنے سے ضرب لگائی۔ یہ ضرب اگر کسی عام آدمی کو پڑی ہوتی تو وہ درد سے دوہرا ہو جاتا مگر اس نے اُف تک نہیں کی وفعتاً ہم دونوں سیڑھی پر سے لڑھک گئے اور اس لڑھکنی میں اس نے اپنے آہنی ہاتھ سے میری کلائی پر ایسی ضرب لگائی کہ ریوالور میرے ہاتھ سے نکل گیا۔ اس نے ٹھوکر مار کر اسے دور پہنچا دیا۔ میں اس کی گردن کو کلائی کی گرفت میں جکڑنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن وہ میرے اندازے سے کہیں زیادہ طاقتور تھا۔ ادھیڑ عمر ہونے کے باوجود اس میں بلا کی پھرتی تھی گتھم گتھا ہو کر لڑھکتے لڑھکتے کبھی وہ نیچے آ جاتا اور کبھی میں ایک بار وہ نیچے آیا تو اس نے حیرت انگیز طریقے سے مجھے گھٹنوں پر اٹھا کر دوسری طرف اچھال دیا۔ میں دیوار سے جا ٹکرایا اور ایک لمحے کے لیے میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ مجھے تو ایک لمحہ ہی لگا لیکن غالباً میں کئی منٹ کے لئے بے خبر ہو گیا تھا کیونکہ جب میرے حواس بحال ہوئے تو میرے ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے اور میں ایک ستون پر دیوار کے سہارے بیٹھا تھا۔ میرے سامنے وہی شخص بیٹھا تھا اور اطمینان سے اپنے کام کے آخری مراحل پورے کر رہا تھا۔ اس نے عورت کی لاش کو ہر جوڑ سے کاٹ کر چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم کر لیا تھا۔

''تمہیں ہوش آ گیا'' اس نے تیغہ ایک طرف رکھتے ہوئے کہا'' میں معذرت خواہ ہوں کہ تمہیں شور شرابے سے باز رکھنے کے لیے مجھے تھوڑی سی سختی کرنا پڑی ورنہ میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ میں تمہارا دشمن نہیں ہوں اور نہ ہی تمہیں کوئی نقصان پہنچاؤں گا'' یہ کہہ کر وہ لاش کے ٹکڑے سمیٹنے لگا۔ اس کے نرم لہجے اور مہربان الفاظ کے باوجود مجھے اندیشہ ہو رہا تھا کہ اب غالباً وہ مجھے ٹھکانے لگانے کی تیاری کر رہا ہے۔ اس تیغے کی تیز دھار کو دیکھتے ہوئے میرے جسم میں موت کی سنسنی دوڑ گئی۔ میں نے چیخنا چاہا اور تب مجھے احساس ہوا کہ میرے منہ پر رومال بندھا

www.pdfbooksfree.pk

ہوا ہے۔

اس نے لاش کے سارے ٹکڑے جمع کر کے ایک چادر میں باندھے تیغہ اور لکڑی کا ٹکڑا اٹھا کر ایک کونے میں پڑے ہوئے صندوق میں رکھ کر اسے مقفل کر دیا۔ پھر اس نے ٹکڑوں کی گٹھڑی اٹھا کر لاری اڈے کی طرف جانے لگا ہو۔

''آؤ اب اوپر چلیں'' اس نے ایک ہاتھ سے سہارا دے کر مجھے اٹھایا اور آگے آگے چلنے کا اشارہ کیا۔

میں بے جان سے قدموں سے سیڑھیاں چڑھنے لگا لیکن اب مجھ میں زندگی بچ جانے کی امید پیدا ہو چلی تھی گو کہ بندھے ہوئے ہاتھوں کے ساتھ میں اس طاقتور آدمی کی کسی بھی حرکت سے اپنا دفاع نہیں کر سکتا تھا مگر نہ جانے کیوں اب مجھے خطرے کا احساس کم ہو رہا تھا۔

اوپر خوابگاہ میں پہنچ کر اس نے گٹھڑی کھولی اور لاش کے سارے ٹکڑے بستر پر پھیلا دیئے۔ پھر اسی گٹھڑی والی چادر میں سے اپنی بیوی کا لباس نکال اور ٹکڑوں کے اُوپر ہی ڈال دیا ــــــ پھر اس نے مجھے بازو سے تھاما اور بڑی نرمی سے بولا'' آؤ چل کر ڈرائنگ روم میں بیٹھتے ہیں یہاں اس ٹکڑے ٹکڑے لاش کی موجودگی میں تم میری باتیں توجہ سے نہیں سن سکو گے''

ڈرائنگ روم میں آ کر اس نے بتی جلائی اور مجھے ایک صوفے پر بٹھاتے ہوئے بولا'' ابھی میں تمہارے ہاتھ اور منہ نہیں کھولوں گا کیونکہ فی الحال تم مجھے قاتل ہی سمجھ رہے ہو اس لیے کہیں شور مچانا نہ شروع کر دو۔''

وہ میرے سامنے دوسرے صوفے پر بیٹھ گیا۔ اس وقت وہ ایک نارمل، شریف اور معزز آدمی لگ رہا تھا جو اپنے بیڈ سے اُٹھ کر کسی ملاقاتی سے ملنے ڈرائنگ روم میں آ کر بیٹھا ہو۔ کوئی اسے دیکھ کر گمان بھی نہیں کر سکتا تھا کہ تھوڑی ہی دیر قبل یہ شخص ایک تیز دھار تیغے سے ایک عورت جو اس کی اپنی بیوی تھی، کی لاش کے ٹکڑے کر رہا تھا۔

''آج سے چھ سال پہلے کی بات ہے'' اس نے خلا میں کسی انجانی چیز کی طرف گھورتے ہوئے کہنا شروع کیا۔ میں ان دنوں کلکتہ کی ایک گنجان آبادی میں رہتا تھا۔ یوں تو پورا کلکتہ ہی ایک گنجان شہر ہے جس کا اندازہ تم اس بات سے لگا سکتے ہو کہ وہاں بارہ لاکھ آدمی فٹ پاتھ پر زندگی بسر کرتے ہیں۔ ایک پوری نسل ان فٹ پاتھوں پر جنم لے کر جوان ہو چکی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس شہر میں رہائش کا مسئلہ کتنا سنگین ہو گا لیکن میری خوش قسمتی تھی کہ وہاں مجھے میری ضرورت سے زیادہ وسیع ایک مکان میسر تھا۔ کس طرح میسر تھا، یہ ایک علیحدہ کہانی ہے بہر حال وہ

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material

میری ضرورت سے زیادہ وسیع اس لیے تھا کہ اس میں صرف میں اور میری بیٹی شائلہ رہتے تھے۔ شائلہ میری اکلوتی بیٹی تھی اور میری بیوی کا انتقال تقریباً پندرہ سال پہلے ہو چکا ہے۔ جس وقت کا میں ذکر کر رہا ہوں، اس وقت شائلہ لڑکپن سے نکل کر جوانی کی حدود میں داخل ہو رہی تھی اور میں اس کی طرف سے بڑا فکر مند تھا کیونکہ میں صبح ہی صبح کاروبار کے سلسلے میں گھر سے نکلتا تھا تو رات گئے واپسی ہوتی تھی۔ اس دوران شائلہ مکان میں تنہا رہتی تھی۔ آبادی گنجان تھی ایک گھر دوسرے گھر میں گویا پیوست تھا، ارد گرد ہر طرح کے لوگ رہتے تھے۔ کلکتہ میں یوں تو دنیا کی ہر نسل و قوم کے لوگ آباد ہیں لیکن میرے محلے میں اکثریت ہندوؤں کی تھی۔ مسلمانوں کے گھر دو یا تین ہی تھے اور ان کا بھی آپس میں بہت کم رابطہ تھا۔ وہاں زندگی اس قدر کٹھن ہے کہ ہر ایک کو اپنی اپنی پڑی ہوتی ہے اور سماجی رابطہ و ضبط کی طرف دھیان کم ہی جاتا ہے خواہ اوگ اقلیت والے ہوں یا اکثریت والے۔۔۔۔!

وہ مکان جو میرے پاس تھا اور اس کے عقب میں ایک ہال نما وسیع کمرہ تھا جو غالباً اس ہندو کنبے کی عبادت کے لیے مخصوص تھا اس لیے کہ میرے قبضے میں آنے کے بعد اس میں ایک دو گھنٹیاں اور الماری سے ہنومان دیوتا اور کرشن جی کی دو مورتیاں نکلی تھیں جنہیں میں نے پچھلی طرف ہی واقع چھوٹے سے لان میں دفن کر دیا تھا۔

ان دنوں سقوطِ مشرقی پاکستان کا سانحہ تازہ ہی تھا اور مکتی باہنی کے ہاتھوں سے بچ جانے والے بہاری مہاجرین کی خاصی تعداد در بدر کی ٹھوکریں کھاتی کلکتہ میں بھی آن بکھری تھی۔ کچھ عورتیں تھیں جو بازاروں میں بیچ گئی تھیں، کچھ بچے تھے جو سڑکوں پر ڈھکے چھپے انداز میں بھیک مانگتے تھے، کچھ بوڑھے یا جوان تھے جن میں سے بیشتر اپنے کسی نہ کسی جسمانی عضو سے محروم ہو چکے تھے اور فاقہ کشی کے عالم میں فٹ پاتھوں پر لوگوں کے قدموں میں لوٹتے تھے اپنے ان بے جرم مسلمان بھائیوں کی حالت دیکھ کر دل خون ہوتا تھا۔ کلکتہ جیسے نامہربان شہر میں خدا نے مجھے تھوڑی بہت مالی آسودگی عطا فرمائی تھی سو میں اپنے وسائل کے مطابق ان مہاجرین کی جو مدد کر سکتا تھا، کر دیتا تھا۔

ایک دن میں طبیعت کی ناسازی اور کچھ شدید بارش کی وجہ سے کام پر نہ جا سکا۔ ناشتے کے بعد میں برآمدے میں کرسی ڈال کر بیٹھا کوئی کتاب پڑھ رہا تھا کہ ایک عورت نے دروازہ کھول کر اندر جھانکا۔ میری اجازت پا کر وہ اندر والان تک آ گئی۔ وہ پکی عمر کی ایک شکستہ حال عورت تھی۔ کسی زمانے میں خوبصورت رہی ہو گی لیکن وقت

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material

کے بے رحم ہاتھوں نے قبل از وقت اسکے خدوخال اجاڑ کر رکھ دیئے تھے۔ لباس بوسیدہ تھا جو گھٹنوں سے اوپر تک مٹیالے پانی میں بھیگا ہوا تھا۔ باہر بارش کی وجہ سے سڑک پانی میں ڈوبی ہوئی تھی اور وہ لازماً اسی میں سے گذر کر آئی تھی۔ بال پریشان، ہونٹوں پر پپڑیاں جمی ہوئی۔ آنکھوں میں وحشت، چال میں نقاہت اور چہرے پر صدیوں کی مظلومیت نقش ہو کر رہ گئی تھی۔

''سیٹھ صاحب! مجھے آپ کے گھر میں کوئی کام مل سکتا ہے۔'' اس نے سہمی سہمی آواز میں کہا گویا میری طرف سے کوئی بدترین ردِعمل اس کے لیے پہلے ہی متوقع ہو۔

''کیسا کام بی بی ___ ''؟ میں نے نرم لہجے میں پوچھا۔

''یہی کوئی جھاڑو، برتن، کھانا پکانا، کپڑے دھونا ___ میں سب کام کر سکتی ہوں اور ___ اور صرف دو وقت کی روٹی چاہتی ہوں۔'' اس کی آنکھیں ڈبڈبائیں ___ ''مجھے گلی میں کسی نے بتایا تھا کہ یہ مسلمانوں کا گھر ہے۔ میں بھی مسلمان ہوں۔''

میں نے ناقدانہ نظروں سے اس عورت کا سراپا جائزہ لیا۔ میرے تجربے نے مجھے یہی احساس دلایا کہ وہ ایک شریف النفس مگر حالات کی ماری عورت ہے پھر میں نے تصور کی آنکھوں سے دیکھا کہ اگر اس نے نہا دھو کر صاف ستھرے کپڑے پہنے ہوں اور کچھ عرصہ گھریلو ماحول میں سکون سے گذارا ہو تو وہ کیسی لگے گی ___ ؟ میں نے اندازہ لگایا کہ وہ ایک معقول اور مہذب عورت نظر آئے گی اور اس کے وجود سے جو کراہت یا ناپسندیدگی اب محسوس ہوتی ہے وہ دور ہو جائے گی پھر میں نے یہ غور کیا کہ واقعی ایک مخلص اور اچھی ملازمہ کی موجودگی میں میرے تفکرات بڑی حد تک کم ہو جائیں گے۔ شائلہ کی طرف سے مجھے جو فکر رہتی ہے وہ خاصی کم ہو جائے گی اور آجکل میں محض شائلہ کی وجہ سے بعض طویل کاروباری سرگرمیاں ملتوی کر دیتا ہوں، انہیں جاری رکھ سکوں گا۔ اور شائلہ کے نانواں کندھوں پر سیانی ہونے کے بعد سے جو گھرداری کا بوجھ پڑا ہوا ہے وہ ہٹ جائے گا اور وہ بھی نوعمری کی فارغ البالی سے کسی قدر سے محظوظ ہو سکے گی۔

شائلہ قریب ہی بیٹھی تھی، میں نے سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا گویا مشورہ طلب کر رہا ہوں کہ اس عورت کو رکھنے کے بارے میں تمہارے کیا رائے ہے۔ وہ بیچاری پہلے ہی اپنی تنہائیوں سے بیزار تھی۔ مجھے اس کی آنکھوں میں قومی تائید نظر آئی گویا وہ اصرار سے کہہ رہی ہو۔ ''ابو' اس عورت کو رکھ لیجئے۔'' میں نے ایک طویل

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material

سانس لے کر عورت کی طرف دیکھا جو امید بھری نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔

''بیٹھ جاؤ۔۔۔'' میں نے کہا میں تمہیں ملازمہ رکھ لیتا ہوں۔ فی الحال ایک ماہ کے لیے آزمائشی طور پر اس کے بعد مستقل۔۔۔۔۔۔! تمہیں کھانا، کپڑا اور رہائش کے علاوہ ایک سو روپے ماہوار ملے گا۔ تمہارے فرائض یہ ہوں گے کہ۔۔۔'' اور میں نے اسے گھر داری کے سارے کام گنوائے، اپنے اور شائلہ کے متعلق بتایا۔ وہ اظہار تشکر کے لیے میرے پاؤں چھونے کو بڑھی مگر میں نے پاؤں پیچھے ہٹا لیے اور کہا۔ تم اس گھر میں عزت سے رہو گی کیونکہ تمہیں میری بیٹی کی عزت کی رکھوالی بھی کرنا ہو گی تمہارا کوئی عزیز رشتے دار وغیرہ نہیں ہے۔''؟

سب مارے گئے حضور۔'' اسکی آنکھیں ایک بار پھر نم ہو گئیں۔۔

''خیر۔۔۔ خیر۔۔۔'' میں نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔۔۔۔۔۔ ''اگر تم ایک اچھی عورت ثابت ہوئیں تو تمہیں اس گھر میں میری زندگی میں کوئی تکلیف نہیں ہو گی۔''

اس نے مجھے اتنی دعائیں دیں، جتنی زندگی میں مجھے کسی نے نہیں دی تھیں۔

دن گزر گئے۔ گھر کی حالت سنورتی گئی، شائلہ خوش رہنے لگی۔ میں کچھ کچھ اطمینان سے کاروباری دوروں پر جانے لگا۔ اور وہ عورت، اس کا نام رضیہ تھا، بڑے سلیقے کی عورت نظر آنے لگی۔ نئے صاف ستھرے کپڑوں اچھی خوراک اور گھریلو سکون نے اس کے رخساروں پر قندیلیں روشن کر دیں۔ وہ ہونٹ جو انجانے اندیشوں سے سوکھے رہتے تھے، رس بھرے نظر آنے لگے، وہ بال جو خود رو جھاڑیوں کی مانند الجھے ہوئے تھے۔ ریشم کے لچھے بن گئے۔ وہ آنکھیں جو وقت کے خوف سے بجھ گئی تھیں ستارے بن کر جھلملانے لگیں وہ خدوخال جو بوسیدہ اور میلے کچیلے لباس کی قبر میں دفن تھے، حیات نو پا کر قوس وقزح بن گئے۔ وہ ایک بھرپور عورت نکل آئی اور خوبی یہ کہ بلا کی سلیقہ شعار، ہنرمند، سگھڑ اور شائستہ کلام تھی۔ وہ گھر میں رہتے ہوئے بجتی تھی۔ کوئی سودا سلف بیچنے والی عورت گھر میں آتی تو اسے بیگم صاحب کہہ کر مخاطب کرتی تھی۔ شائلہ اسے خالہ کہتی تھی۔

میں آپ سے جھوٹ نہیں بولوں گا، وہ مجھے اچھی لگنے لگی۔ رات کو جب وہ مجھے خوابگاہ میں دودھ کا گلاس دینے آتی تو برسوں کے میرے مدفون جذبے میری کنپٹیوں پر ہتھوڑے برسانے لگے۔ مگر حرام کاری میری طبیعت میں نہیں تھی۔ میں سوچتا رہا، سوچتا رہا۔ اور آخر کار ایک دن میں نے فیصلہ کر لیا''

''سنو رضیہ میں چاہتا ہوں کہ تم زیادہ باعزت طور پر اس گھر میں رہو، شائلہ سے تمہارا زیادہ قریبی رشتہ

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material

استوار ہو جائے اور میں منافقت کا مریض نہ بنوں۔ تم مجھ سے نکاح کر لو___"

اس کی لمبی پلکیں جھک گئیں، رخساروں کی شفق کچھ اور گہری ہو گئی اور ہونٹوں کے گوشے کنوارپنے جیسی شرم سے کپکپا اٹھے۔

"اگر آپ مجھے اس قابل سمجھتے ہیں تو۔۔۔۔" اس نے جھجکتے جھجکتے نظر بھر کر مجھے دیکھا اور بھاگ کر دوسرے کمرے میں چلی گئی۔

نکاح ہو گیا۔ برسوں کے جھلستے صحرا میں راتوں کو اوس پڑنے لگی۔ شائلہ بھی بہت خوش تھی اور بیشتر وقت اپنی نئی ماں کے پہلو سے لگی رہتی تھی۔ وہ اب خیر سے سولہویں برس میں تھی مگر مامتا کو ترسا ہوا ذہن، ماں کو وجود پا کر بچوں کی طرح لاڈ کرنے لگا اور رضیہ بھی اسے بچوں کی طرح ہی سینے سے چمٹا کر رکھتی اور اس کی چھوٹی سے چھوٹی معصوم ضد اولین فریضہ سمجھ کر پورا کرتی۔

مجھے یوں لگتا کہ کسی انجانی نیکی کے عوض مجھے جنت مل گئی ہے گھر میں سکھ ہو تو گھر سے بڑی جنت بھی کونسی ہے۔ مگر مجھے نہیں معلوم تھا کہ جنت کے دھوکے میں درحقیقت میں نے اپنے گھر میں جہنم کے دروازے کھول لیے ہیں۔

ایک روز میں نے رضیہ کو بتایا کہ میں کاروباری سلسلے میں بمبئی جا رہا ہوں، چار روز بعد واپسی ہو گی یا ممکن ہے ایک آدھ دن زیادہ ہی لگ جائے۔ اس نے سلامتی کی دعاؤں کے ساتھ مجھے رخصت کیا۔ بمبئی میں میرا کام ایک دن میں ہی نمٹ گیا اور میں دوسرے دن رات کی فلائٹ سے ہی واپس روانہ ہو گیا۔ رات کے تقریباً ایک بجے میں کلکتہ پہنچا۔ مکان کے صدر دروازے میں فلش لاک تھا جس کی ڈپلی کیٹ چابی میرے پاس رہتی تھی کیونکہ میں رضیہ سے شادی کے بعد عموماً بے فکری سے رات گئے تک کام دھندے نمٹا کر واپس آیا کرتا تھا اور ماں بیٹی کے آرام میں خلل ڈالے بغیر اطمینان سے تالا کھول کر اندر آ کر لباس تبدیل کرتا اور کچن میں رکھا کھانا گرم کر کے کھانے کے بعد خوابگاہ میں پہنچتا۔ جب میں بیڈ پر لیٹتا تب ہی رضیہ کو میری آمد کا پتہ لگتا۔

مجھے امید تھی کہ آج خلاف توقع مجھے بیڈ پر موجود پا کر رضیہ بیحد خوش ہو گی لیکن جب میں نے اندر آ کر شائلہ کی خوابگاہ میں جھانکا تو وہ بستر پر نہیں تھی پھر میں نے اپنی خوابگاہ میں جھانکا وہاں رضیہ بھی بیڈ پر نہیں تھی۔ یہ ایک خلاف معمول بات تھی ورنہ وہ دونوں اس وقت سے بہت پہلے سو جاتی تھیں۔ میں نے سوچا ممکن ہے وہ

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material

دونوں میری عدم موجودگی کو محسوس کرتے ہوئے ہال کمرے میں آتشدان کے پاس جا بیٹھی ہوں اور گپ شپ کر رہی ہوں۔ میں ہال کی طرف بڑھا تو کچھ دور ہی سے ٹھٹھک گیا۔ ہال میں سے مدھم آوازیں کچھ اشلوک سے پڑھے جانے کی آواز آ رہی تھی۔ ہال کے قریب پہنچتے پہنچتے مجھے اندازہ ہوا کہ یہ آواز رضیہ کی تھی۔ مگر رضیہ اور اشلوک پڑھ رہی ہو، یہ کیسے ہو سکتا تھا۔؟ میں دبے پاؤں ہال کی کھڑکی کی طرف بڑھا جو کھلی تھی اور دیوار سے لگتے لگتے کھڑکی کی چوکھٹ تک پہنچا اور ذرا سا سر آگے بڑھا کر اندر جھانکا ___ سب سے پہلے میرے نظر شمائلہ پر پڑی جو ہال کے پختہ اور ٹھنڈے فرش پر چت پڑی تھی اس کی آنکھیں بند ہو رہی تھیں اور وہ گہرے گہرے سانس لے رہی تھی۔ اس کے جسم پر کوئی گرم کپڑا تک نہیں تھا۔ بس ایک عام سی سوتی ساڑھی جو وہ کبھی کبھار کوئی کام کاج کرتے وقت پہن لیتی تھی۔ اس سے پہلے کہ میں اسے اس سردی میں یوں پڑے دیکھ کر بیتابی سے آگے بڑھتا، میں رضیہ کو دیکھ کر اپنی جگہ پر دم بخود رہ گیا۔ آج اس کا رنگ ڈھنگ ہی اور تھا۔ اس نے چارخانے کی ایک سوتی ساڑھی خاص ہندوانہ اسٹائل سے باندھی ہوئی تھی، مانگ میں سیندور اور ماتھے پر تلک تھا۔ وہ آتش دان کی کارنس کے سامنے دونوں ہاتھ باندھے، گردن جھکائے آنکھیں بند کئے کھڑی جھوم رہی تھی اور کچھ اشلوک پڑھ رہی تھی جو میری سمجھ سے بالاتر تھے اور سب سے زیادہ حیرت کی بات یہ کہ اس کے سامنے کارنس پر ہنومان کی وہی مورتی رکھی تھی جسے میں باغیچے میں دفن کر چکا تھا۔ مورتی خوب صاف ستھری نظر آ رہی تھی اور وہ رہی سے چمکتی دکھائی دیتی تھی دفعتاً رضیہ نے پڑھنا بند کر دیا لیکن ہاتھ بدستور باندھے رکھے اور آنکھیں بھی بند ہی رکھیں ذرا توقف کے بعد اس نے مدھم مگر صاف لہجے میں کہنا شروع کیا۔ ''ہنومان مہادیو۔ تیری اس داسی نے تیری آگیا کا پالن کرتے ہوئے اس مسئلے کے گھر میں رسائی حاصل کر لی ہے اور آج وہ شبھ گھڑی بھی آن پہنچی کہ میں تیرے چرنوں میں آج ایک کنواری کنیا کا بلیدان کر رہی ہوں۔ شبھ گھڑی دیکھنے اور تیرے درشن کرنے کے لیے میں نے کیسے کیسے چلتر دکھائے ہیں وہ تو جانتا ہے۔ اب تو بھی اپنا وعدہ پورا کر اور آ کر مجھے درشن دے اور ایک ہزار سال کے لیے میری آتما کو میرے شریر میں قید کر دے۔ میں ایک ہزار سال تک زندہ رہ کر جیون کی عیش و عشرت دیکھنا چاہتی ہوں۔ یہاں تیرے آشرم کو نشٹ کرنے کا اپائے میں نے کر دیا ہے۔ اب تو بھی اپنا وچن نبھا۔''

جب تک میں اس کی بات کا پورا مطلب صحیح طور پر سمجھا، اس وقت تک ہال کا فرش یوں شق ہوا جیسے پگھلے ہوئے موم میں ابال آیا ہو اور جہاں شمائلہ لیٹی تھی اس کے عین نیچے سے مٹیالے رنگ کی ایک گول سی سطح اس طرح

www.pdfbooksfree.pk

ابھرنے لگی کہ شائلہ اس سطح پر ہی لیٹی تھی اور اس کے ساتھ ساتھ بلند ہو رہی تھی۔ جب یہ سطح کچھ اور بلند ہوئی تو میں نے دیکھا کہ وہ ایک بہت بڑی کھوپڑی کا اوپری حصہ تھا۔ پھر وہ پوری کھوپڑی فرش سے باہر آ گئی۔ شائلہ اس کے اوپر ہی لیٹی تھی اور اس کی ایک ٹانگ نیچے جھول رہی تھی۔ یہ کھوپڑی کم از کم آٹھ فیٹ بلند تھی اور اس قدر بھیانک کہ مجھ جیسے مضبوط اعصاب کے مالک پر بھی لرزہ طاری ہو گیا۔ اس کے منہ کے بھیانک تاریک گڑھے میں دو مڑے ہوئے سیاہ دانت نظر آ رہے تھے اور اس کی ایک آنکھ کی جگہ بھی تاریک خلا تھا مگر دوسری آنکھ زندہ تھی۔ اس آنکھ سے خون ٹپک رہا تھا اور ڈیا گویا شعلے برسا رہا تھا۔ یہ آنکھ رفتہ رفتہ کچھ سکڑ گئی اور کسی عظیم الجثہ بندر کی آنکھ سے مشابہ نظر آنے لگی اور اس سے ٹپکتا ہوا خون منجمد ہو کر رہ گیا حتیٰ کہ جو قطرے کھوپڑی پر پھسل رہے تھے، وہ بھی اپنی جگہ ساکت ہو گئے۔ رضیہ، یا جو بھی درحقیقت وہ تھی، سجدے میں گر پڑی تھی۔

دفعتاً ایسی آواز آئی جیسے ہزاروں بندر ایک ساتھ خوخیائے ہوں۔ پھر ایک سنسناتی ہوئی آواز نے کہا۔

''جا داسی تیرے من کی کامنا پوری ہو گی ____'' اس کے بعد وہ کھوپڑی واپس فرش میں اترنے لگی۔ وہ پوری کی پوری واپس زمین میں دھنس گئی اور اس کے ساتھ شائلہ بھی چند لمحے بعد میرے سامنے فرش جوں کا توں ہموار تھا اور کھوپڑی یا شائلہ کا نام و نشان تک نہیں تھا۔ میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا۔ مجھے احساس ہوا کہ آخر میں کیوں دم بخود کیوں کھڑا رہ گیا۔ میری بچی میری نظروں کے سامنے غائب ہو گئی اور میں کھڑا رہ گیا۔ میری کنپٹیاں پھٹنے لگیں، میں چند لمحوں تک شک اور یقین کے درمیانی خلا میں جھولتا رہا، پھر تیورا کر زمین پر گرا اور دنیا مافیہا سے بے خبر ہو گیا!

جب مجھے ہوش آیا تو میرا سر رضیہ کے زانو پر تھا اور وہ حسب معمول میری وفا شعار بیوی کے روپ میں میرے چہرے کا پسینہ اپنی ساڑھی کے پلو سے پونچھ رہی تھی۔ میں اچھل کر اس کے زانو سے علیحدہ ہو گیا۔

''شائلہ کہاں ہے۔''؟ میں نے پھٹی پھٹی آواز میں پوچھا۔ ہائے ہائے اتنی جلدی آپ بھول گئے شائلہ والی خبر سن کر ہی تو آپ بے ہوش ہو گئے تھے۔ رضیہ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔

''کون سی خبر؟'' میں نے وحشت سے پوچھا۔

''میں نے آپ کو بتایا تو تھا کہ وہ کافی دنوں سے فلمی رسالے بڑی لگن سے پڑھنے لگی تھی۔ مجھ سے بھی اکثر فلموں اور ہیروئنوں کی باتیں کرتی رہتی تھی۔ آج میں سو کر اٹھی تو وہ غائب تھی۔ اپنے کپڑے اور زیور بھی لے گئی

www.pdfbooksfree.pk

ہے۔۔۔ ہائے کتنی سمجھ دار تھی مگر جانے کہاں سے اس کے دماغ میں ہیروئن بننے کا بے ہودہ خیال پیدا ہو گیا۔۔۔ اتنا اچھا گھر چھوڑ کر جانے کس اندھیر نگری میں بھٹک رہی ہو گی۔۔۔ میں نے تو صبح سے کسی کے سامنے اسی ڈر سے زبان نہیں کھولی کہ اپنے کپڑے پھاڑیں گے تو اپنا ہی تن ننگا ہو گا۔ آپ کی عزت کا معاملہ تھا'' وہ اپنے آنسو پونچھنے لگی۔

'' بکواس بند کرو ذلیل عورت۔۔۔ دنیا تمہاری باتوں کا یقین ضرور کر لے گی مگر میں نے اپنی آنکھوں سے تجھے ہمایوں کی بھینٹ چڑھاتے دیکھا ہے۔۔ میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔۔۔''

میں نے دیوانگی کے سے عالم میں کہا۔۔۔ میں اس وقت بھی اسی طرح شلوار کرتا پہنا کرتا تھا اور ایک معزز، شریف اور کاروباری آدمی ہونے کے باوجود اپنی حفاظت کے لیے کیفے میں چاقو ضرور رکھتا تھا۔۔۔ وہی چاقو میں نے نکالا اور رضیہ کی پسلیوں میں گھونپ دیا اس کے بلاؤز میں سوراخ ہو گیا مگر اس کے جسم سے خون کا ایک قطرہ تک نہ نکلا میں نے پے در پے چھ وار کیے مگر وہ کھڑی ہنستی رہی اس کے جسم میں چاقو یوں اترتا تھا جیسے گندھے ہوئے آٹے میں اترتا ہے اور دوسرے لمحے اس کا زخم بھر جاتا تھا۔

میں سر پکڑ کر بیٹھ گیا تو اس نے ہنستے ہوئے کہا۔۔۔ '' اگر تم نے سب کچھ دیکھ ہی لیا ہے تو اب صبر کرو۔ اگر تم نے زیادہ شور مچایا تو میں دنیا کو یہی کہانی سناؤں گی، اور تمہاری جگہ ہنسائی ہو گی۔ تم اب میری مٹھی میں ہو اور مجھے ایک ہزار سال تک کوئی نہیں مار سکتا جب ایک ہزار سال پورے ہونے لگیں گے تو میں ایک کنواری کنیا کا بلیدان کر کے ایک ہزار سال کی عمر اور حاصل کر لوں گی۔۔ فی الحال تم میرے خوابگاہ کے ساتھ رہو گے جب تم بوڑھے ہونے لگو گے تو میں تمہیں روتے ہوئے آم کی طرح اپنی دنیا سے نکال پھینکوں گی اور کوئی نیا تندرست و توانا مرد ڈھونڈ لوں گی۔۔۔ تم اگر اپنی یہ کہانی چیخ چیخ کر پوری دنیا کو سناتے پھرو گے تو آج کے ترقی یافتہ دور میں رہنے والے تمہیں پاگل سمجھ کر پتھر ماریں گے۔۔۔'' اس نے ایک ہاکا سا قہقہہ لگایا اور اٹھ کر بڑے سکون سے خوابگاہ کی طرف چل دی۔۔ ہمیشہ کی طرح بل کھاتی، کمر لچکاتی۔۔۔!

اس کے جانے کے بعد میں نے ٹھنڈے دل سے غور کیا۔۔۔ میں ایک عجیب جال میں پھنس چکا تھا، میرے اعصاب جواب دے رہے تھے۔ تھکے ہارے ذہن نے بالآخر مشورہ دیا۔۔۔'' دلاور خان، اس غلیظ پھندے سے بھاگ نکل۔۔ بھاگ جا یہاں سے۔۔۔'' میں نے چپکے سے اپنا بریف کیس اٹھایا اور دبے پاؤں باہر

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material

ہر کو چل دیا۔ ابھی میں نے باہر کے دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ ہی رکھا تھا کہ ایسا محسوس ہوا جیسے سینکڑوں لجلجے مگر مضبوط، بالوں بھرے گھناؤنے بازوؤں نے مجھے جکڑ لیا ہو میرے کانوں میں بندروں کے خوخیانے کی آواز گونجنے لگی اور وہ اَن دیکھے بازو مجھے خوابگاہ کی طرف کھینچنے لگے میں تقریباً گھسٹتا ہوا خوابگاہ تک پہنچا۔۔۔۔ وہاں رضیہ لباس سے بے نیاز، بانہیں پھیلائے میری منتظر تھی۔

''بھاگ کر جا رہے تھے۔۔۔''؟ اس نے کھنکھناتی آواز میں کہا ''اب مجھ سے بھاگ کر کہیں نہیں جا سکتے بھاگنے کی نیت لے کر کبھی گھر سے نہ نکلنا تم خواہ کہیں بھی چلے جاؤ لیکن اگر مجھے چھوڑ کر جانے کا ارادہ کر رہے ہو گے تو یہ ہنومان جی کے چیلے تمہیں وہیں سے کھینچ لائیں گے''

اور غیر مرئی بازوؤں نے مجھے اس کی بانہوں میں دھکیل دیا۔ اس کے بعد زندگی یوں گذرنے لگی جیسے میں کسی شیطانی قفس میں قید ہو گیا ہوں۔ شامکہ کی یاد آتی تو کلیجہ پھٹنے لگتا، اپنے آپ پر غور کرتا تو اپنے وجود سے گھن آنے لگتی۔ کچھ سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کیا کروں، کدھر جاؤں۔۔۔؟ کام کاج کے لیے حسب معمول باہر جاتا تھا لیکن جب بھی گھر چھوڑ کر بھاگنے کا ارادہ کیا، ان دیکھے سینکڑوں بازوؤں کی گرفت نے سڑک پر گھسٹنے پر مجبور کر دیا۔ پھر اس خوف سے یہ کوشش ہی ترک کر دی کہ لوگ پاگل سمجھنے لگیں۔

ایک روز کام پر سے واپس آ رہا تھا۔ عشاء کا وقت تھا۔۔ سائیکل رکشا ایک گلی سے گزر رہا تھا کہ اچانک ایک چھوٹی سی مسجد پر نظر پڑی۔ مصیبت میں خدا یاد آتا ہے، خدا کا گھر دیکھ کر مجھے بھی ایسا محسوس ہوا جیسے میں نے تلاطم خیز سمندر میں راستہ کھو دیا تھا اور اب مینارِ نور نظر آ گیا ہے۔ میں نے سائیکل رکشا رکوایا۔ رکشا کھینچنے والے کو جلدی سے پانچ کا نوٹ تھمایا اور بقایا لیے بغیر جلدی سے مسجد میں گھس گیا کہ کہیں غیر مرئی بازو مجھے اندر جانے سے بھی نہ روک دیں۔

جماعت ہو چکی تھی اور اکا دکا نمازی مسجد میں رہ گیا تھا۔ میں نے وضو کیا اور زندگی میں پہلی بار اس قدر خشوع و خضوع سے نماز شروع کی کہ سکون قلب سے سینہ آشنا ہونے لگا، دل کے زخموں میں گویا ٹھنڈک سی پڑنے لگی۔

نماز نہ جانے میں نے کتنی دیر میں ختم کی اور اس کے بعد ایک مرتبہ اور سجدے میں گر گیا۔ مجھے احساس ہوا کہ آنسو میری آنکھوں سے گر کر چٹائی کو بھگو رہے ہیں۔ میں صدق دل سے خدا کے حضور فریاد کرنے لگا کہ مجھے اس

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material

دنیا دی جہنم کے عذاب سے چھٹکارا عطا فرما۔ غالباً دعا مانگتے مانگتے مجھ پر غنودگی سی طاری ہوگئی تھی۔ مجھے کچھ خواب کی سی کیفیت محسوس ہوئی میں ایک لق و دق صحرا میں کھڑا تھا جہاں بگولے میرے چہار طرف رقص کر رہے تھے اور ہوا کانوں میں سیٹیاں بجا رہی تھی۔

دفعتاً سکوت چھا گیا، بگولے زمیں بوس ہو گئے اور ریت کی چادر کو چاک کرتے ہوئے ایک بزرگ نمودار ہوئے۔ ان کا چہرہ میں غور سے نہ دیکھ سکا کیونکہ چہرے پر نظر ٹھہرتی نہ تھی۔

''آج تیرے باطن میں سچی ایمانی قوت جاگی ہے اے دنیا دار اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تیری دعا کو شرف قبولیت حاصل ہوا ہے جو کچھ ہم اب بتانے والے ہیں اسے غور سے سن اور اس پر عمل کرنا تیرے گرد و جود سب بلائیں انشاء اللہ تیرے ہی ہاتھوں انجام کو پہنچیں گی_____'' یہ انہی بزرگ کی آواز تھی۔ اس کے بعد انہوں نے مجھے تین آیتیں پڑھوائیں اور جب وہ مجھے حفظ ہو گئیں تو فرمایا۔

''ہر جمعرات کو جب وہ ملعون عورت خوابیدہ ہو تو یہ آیتیں پڑھ کر پھونکنا اور بلا خوف و خطر کسی تیز دھار آلے سے اس کے ٹکڑے کر ڈالنا۔ صبح ہوتے ہی وہ پھر سالم وجود میں آجائے گی اور سانسیں بھی حاصل کرے گی لیکن جو طاقت اس نے حاصل کی ہے وہ بہت کم ہو چکی ہوگی۔ ہر جمعرات کو یہ عمل دہرانا ہوگا۔ اسے پتہ نہیں چلے گا کہ خوابیدہ حالت میں ہر جمعرات کو اس کا جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے۔ جس جمعرات کو یہ عمل ایک سو ایک مرتبہ مکمل ہو چکا ہوگا اس روز وہ عورت ٹکڑے ٹکڑے حالت ہی میں پڑی رہ جائے گی۔

شیطانی روح اس کے جسم میں داخل نہ ہو سکے گی، تب تم اگلی رات ان ٹکڑوں کو نذر آتش کر دینا اور رہائش بدل دینا_____ تو آزاد ہوگا اور سکھ چین کی زندگی گذارے گا۔ اگر تو نے دنیاداری کے ساتھ ساتھ دینی فرائض کو بھی اپنائے رکھا ہوتا تو کوئی شیطانی قوت تجھ پر غلبہ نہ پا سکتی_____'' بہرحال ہم نے خدا کا حکم پورا کیا، اب ہم جاتے ہیں۔ خدا حافظ'' عین اس لمحے کسی نے مجھے کندھے سے تھام کر ہلایا۔۔۔

''بھائی، بجدے میں سو گئے ہو کیا۔۔۔؟ اب اٹھو، ہم نے مسجد کو تالا لگانا ہے۔ یہاں مسجد میں بھی چوریاں ہو جاتی ہیں_____'' میں ہڑبڑا کر اٹھا۔ وہ ایک نمازی تھا جس نے مجھے جھنجھوڑ کا یا تھا۔

''برادر، مجھے دو رکعت نماز شکرانہ پڑھ لینے دو، اس کے بعد میں چلا جاؤں گا۔'' میں نے اس شخص سے کہا۔

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material

''بسر و چشم۔۔۔''! اس نمازی نے کہا۔۔۔''میں انتظار کیے لیتا ہوں۔۔۔'' خوشی سے میرا رواں رواں کانپ رہا تھا مجھے نجات کی راہ مل چکی تھی۔

چنانچہ ____ اے میرے نوجوان دوست! میں ہر جمعرات کو اس عورت کے ٹکڑے کرتا ہوں۔ وہ صبح کو پھر صحیح سالم میرے سامنے ہوتی ہے لیکن اب وہ روز بروز مضمل ہوتی جا رہی ہے چھیانوے جمعراتیں گذر چکی ہیں۔ پانچ ہفتوں کی بات اور ہے کہ میں نجات پا جاؤں گا ____ اب تمہیں پتہ چلا کہ جو کچھ تم نے دیکھا اس کا پس منظر کیا تھا ____؟''

اس شخص نے اُٹھ کر میرے منہ پر سے رومال کھول دیا اور بولا ____ ''اب تم میری سنائی ہوئی آپ بیتی پر اظہار رائے کر سکتے ہو۔''

مجھے اس کہانی پر یقین نہیں آ رہا ____ ''میں نے اپنے بندھے ہوئے ہاتھوں کو کسمساتے ہوئے کہا ____ ''آج کے سائنسی دور میں کوئی بھی اس کہانی پر یقین نہیں کر سکتا ____''

''پھر میری صداقت کا ثبوت دیکھنے کے لیے تمہیں صبح ہونے کا انتظار کرنا پڑے گا تا کہ تم اس عورت کو، جسے میری بیوی کی حیثیت حاصل ہے، زندہ اور صحیح سلامت دیکھ سکو۔۔ صبح کاذب کے آثار نمودار ہو رہے ہیں، تھوڑی دیر تمہیں اور تکلیف اٹھانا پڑے گی ____'' اس شخص نے صوفے کی پشت گاہ سے سر ٹکایا۔ اس کے چہرے پر تھکن کی تہہ میں اطمینان اور راست گوئی کی جھلک تو محسوس ہو رہی تھی مگر میرا ذہن اس کی بات کو قبول کرنے میں مذبذب کا شکار تھا۔

''تمہیں انڈیا سے آئے کتنا عرصہ گذرا ہے ____؟'' میں نے وقت گذاری کی خاطر باتیں شروع کر دیں۔

''تین ماہ ____'' اس نے مختصر سا جواب دیا۔

''بالفرض تمہاری کہانی پر یقین بھی کر لیا جائے تو ____'' میں نے طویل سانس لے کر کہا۔ ''تب تمہیں ایک اُلجھن پیش آ سکتی ہے۔ بقول تمہارے جب تمہارا عمل ایک سو ایک مرتبہ مکمل ہو چکا ہوگا۔ اس دن تمہاری بیوی زندہ نہیں ہو سکے گی اور تم اس کی لاش کے ٹکڑے نذر آتش کر دو گے تو پاس پڑوس کے لوگ آئندہ جب اسے موجود نہیں پائیں گے تو ہو سکتا ہے، کوئی پولیس کو مطلع کر دے۔ تب کیا ہوگا۔؟''

www.pdfbooksfree.pk

''ہاں _____ یہ تم نے کام کی بات پوچھی ہے لیکن میں نے اس کا حل سوچ رکھا ہے۔ میں اس سے کئی دن پہلے اپنے مالک مکان کو باتوں باتوں میں بتادوں گا کہ میں نے عنقریب اپنی بیوی کو کسی بیماری کے علاج کے سلسلے میں لندن بھیجنا ہے۔ اس کو ٹھکانے لگانے کے بعد میں بتادوں گا کہ وہ لندن چلی گئی ہے اور کاروباری مصروفیتوں سے ذرا فراغت پاکر میں بھی جارہا ہوں _____ اس کے چند دن بعد مجھے لندن سے ایک ٹیلی گرام آئے گا کہ تمہاری بیوی کا انتقال ہوگیا ہے۔ یہ ٹیلی گرام میرا ایک دوست بھیجے گا۔ وہ ٹیلی گرام مالک مکان کو دکھا کر میں روتا پیٹتا لندن روانہ ہوجاؤں گا اور حقیقتاً میں کچھ عرصے بعد مالک مکان کو خط لکھوں گا کہ اب میرا واپس آنے کا کوئی ارادہ نہیں۔ میں یہیں کی شہریت حاصل کرنے کی کوشش کررہا ہوں جہاں میری بیوی کا مدفن ہے اور اس مکان میں جو سامان ہوگا وہ میں تحفتاً مالکِ مکان کے نام کردوں گا _____ وہ یقیناً ایک کرایہ دار کے اس حسنِ سلوک سے بہت متاثر ہوگا۔ میں لندن سے واپس ضرور آؤں گا مگر اس شہر میں نہیں، کسی اور شہر میں رہوں گا۔۔۔ پیسہ میرے پاس کافی ہے، میں کہیں بھی کوئی کاروبار شروع کرسکتا ہوں، کاروباری آدمی ہوں۔۔۔'' وہ یہ بتا کر مسکرایا گویا آنے والے نجات یا فتگی کے دنوں کے تصور سے محظوظ ہورہا ہو۔

اس کے بعد ہم خاموش ہوگئے _____ دیوار گیر کلاک کی ٹک ٹک سکوت کو مرتعش کررہی تھی۔ لمحہ بہ لمحہ بیقرار ہوتی سوا سات بجے چھ بج گئے۔ اس وقت چھ بج کر چونتیس منٹ ہوئے تھے جب میں نے خوابگاہ میں سے ایک نسوانی آواز سنی۔ کسی نے نیند کے خمار سے بوجھل لہجے میں پکارا تھا _____ دلاور، کیا تم غسل خانے میں ہو _____؟''

میں اپنی جگہ اچھل پڑا۔ دلاور خان نے میری طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے یہیں سے جواب دیا _____ ''نہیں جان! میں یہاں ڈرائنگ روم میں ہوں، ہمارے ایک پڑوسی آئے ہیں _____''

اس نے اُٹھ کر جلدی سے میرے ہاتھ کھول دیئے اور مجھے پرسکون انداز میں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ چند لمحوں بعد اس کی بیوی سلیپر گھسیٹتی ہوئی۔ ڈرائنگ روم کے دروازے میں کھڑی ہوئی اور چندھیائی آنکھوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ وہ بلاشبہ وہی عورت تھی جس کا جسم میں نے ٹکڑے ٹکڑے ہوتے دیکھا اور اس کے جسم پر وہی لباس تھا جو دلاور خان نے اس کی لاش کے ٹکڑوں پر ڈال دیا تھا۔

''یہ ہمارے پڑوسی راشد صاحب ہیں _____'' دلاور خان نے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا'' ان کا کتا کہیں غائب ہوگیا ہے۔ پوچھنے آئے تھے کہ ہمارے گھر میں تو نہیں آیا _____ میں نے انہیں بٹھالیا کہ چلو

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material
www.booksfree.net
www.urdufree.net
www.urdumovies.net

اس بہانے تعارف وغیرہ ہی ہو جائے۔

میں اس تمام تر زحمت کے لیے معذرت خواہ ہوں۔'' اس نے انتہائی ملنساری سے میرا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا ___ ''لیکن میں مجبور تھا، اگر ایسا نہ کرتا تو میری ساری کوشش پر پانی پھر جاتا۔ مجھے امید ہے کہ تم اپنے اس مصیبت زدہ بھائی کو معاف کر دو گے۔''

اس نے اپنے نیفے سے میرا ریوالور نکال کر مجھے پیش کیا اور رخصت کرنے کے لیے دروازے تک آیا۔

آج اس واقع کو 57 سال گزر چکے ہیں۔ دلاور خان اب نہ جانے کہاں ہوگا۔ اس نے نجات حاصل کر ہی لی تھی اور اپنے منصوبے کے مطابق رخصت ہو گیا تھا۔ اس کے بعد سے میں نے اسے دوبارہ نہیں دیکھا ___ اس کے ساتھ اس رات کشتم کشتی میں میری ہڈیوں پسلیوں کو واقعی زحمت تو بڑی ہوئی تھی لیکن میں پھر بھی اس کا مشکور ہوں کہ وہ مجھے ایک محیر العقول کہانی دے گیا ہے OOO

غزل

ایس۔ امتیاز احمد (کراچی)

کہ ترک تیرگی اب اجالوں میں لوٹ آ
آ جا تو پھر سے میرے خیالوں میں لوٹ آ
گام بڑھتے جاتے ہیں اہل ستم بہت
موقعہ ہے پھر سے چاہنے والوں میں لوٹ آ
فرسودہ رسم و راہ کی تقلید چھوڑ دے
سچائیوں کے سچے خوابوں میں لوٹ آ
اپنا لے مشورہ ہے خوء قلندری
پھر امن و آشتی کی مثالوں میں لوٹ آ

نہ بول رہنے دے تو اغیار کی فضاں
کر مہربانی پہلے سوالوں میں لوٹ آ
تہذیب غیر سے اتنا شغف نہ رکھ
پہچان خود کو اپنی چالوں میں لوٹ آ
جانی ہنگ کرے نہ ہنگامہ سخن
کہتا ہوں سچ کے لکھنے والوں میں لوٹ آ

زاھد اقبال، سحر سمندری

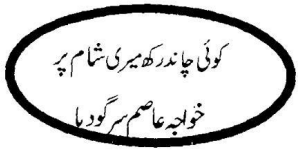
غزل

فاصلے ایسے بھی ہوں گے یہ کبھی سوچا نہ تھا
سامنے بیٹھا تھا میرے اور وہ میرا نہ تھا
وہ خوشبو کی طرح پھیلا تھا میرے چار سو
میں اسے محسوس کر سکتا تھا چھو سکتا نہ تھا
آج اس نے درد بھی اپنے علیحدہ کر لیے اس
آج میں رویا تو میرے ساتھ وہ نہ رویا تھا
سبھی ویرانیاں اس کے جدا ہونے سے تھیں
آنکھ دھندلائی ہوئی تھی شہر دھندلایا نہ تھا
یاد کر کے اور بھی تکلیف ہوتی تھی اسے
بھول جانے کے سوا اب کوئی بھی چارہ نہ تھا

عبدالشکور بٹ، دھمکار

غزل

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material



تم۔۔۔ماروی نے حیرت سے سوال کیا۔

جی بی بی جی میں۔۔۔وہ شرما کر اور سر جھکا کر بولا۔

تم وہی ہو نا۔۔۔ماروی پھر بول اٹھی۔

جی میں وہی ہوں۔۔۔اس کی آواز بڑی تیز اور بھاری تھی جیسے گلے میں کچھ پھنس کر بول رہا ہو۔

تم تو بھیک مانگتے تھے۔۔۔

جی۔۔۔مانگتا تھا جی۔۔۔وہ زیر لب مسکرا کر بولا۔

مگر یہ ریڑھی۔۔۔

جی یہ ریڑھی۔۔۔وہ پھر سر جھکا کر بولا تھا۔

کس کی ہے۔۔۔تنگ آ کر ماروی چیخ پڑی۔

میری ہے جی۔۔۔اس نے سر اٹھا کر کہا اب کی بار اس کے چہرے پر خوف تھا شائد ماروی کے چیخ کر بولنے سے وہ ڈر گیا تھا۔

ماروی اس کے ہونق انداز پر ہنس پڑی۔

وہ بھی ماروی کو ہنستا دیکھ کر مسکرا اٹھا۔اس کی آنکھوں کی چمک اور گہری ہو گئی۔وہ ماروی کو دیکھتا ہوا ایک بار پھر مسکرایا تو ماروی کو وہ بہت عجیب سا لگا۔

وہ جلدی سے بولی" بہت اچھا کیا تم نے کہ بھکاریوں والا پیشہ چھوڑ کر یہ باعزت پیشہ اپنا لیا خود کماؤ گے خود کھاؤ گے کسی پر بوجھ تو نہیں بنو گے، خدا بھی خوش ہو گا۔۔۔اور ہاں وہ جو تمہارے ساتھ ایک اور تھا۔۔۔وہ۔

بی بی جی میں نے تو جی پورے خاندان سے لڑائی کر کے اپنا کھاٹ علیحدہ کر لیا ہے

www.bookstube.net
www.urdutube.net
www.urdumovies.net
www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material



www.pdfbooksfree.pk

جی ۔۔۔۔ پر اس نے بڑا جھگڑا کیا میرے ساتھ، وہ نہیں مانتا جی ۔۔۔۔ پر مجھے کسی کی پرواہ نہیں ہے۔ اب کی بار بھی جملہ ختم کر کے وہ نظریں جھکا کے کھڑا ہو گیا جیسے ماروی سے شرما رہا ہو۔

بھئی مجھ سے اس طرح گھبرانے یا شرمانے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں بالکل تمہاری طرح ایک عام سی چیز ہوں ۔۔۔۔ ماروی آسمان کی طرف نظر اٹھا کر بولی تھی۔

جی ۔۔۔۔ وہ نظریں اس کے چہرے پر رکھ کر بولا ۔۔۔۔ آپ آپ ہیں جی۔ ۔۔۔ میں میں ہوں۔

ماروی کو اچانک یاد آیا کہ اسے دیر ہو رہی ہے وہ پلٹنے ہی والی تھی کہ اس کی نظر اس کی ریڑھی کے پاس نیچے زمین پر پڑے رباب کی طرف پڑی۔ اسے اچانک کل کی رات کو اپنے نیند سے اٹھ جانے والی بات یاد آ گئی۔ کہ کس طرح ایک مدھر ساز نے اس کی نیند چھین لی تھی ۔۔۔۔ اسے فوراً اندازہ ہو گیا کہ وہ رباب کی ہی آواز تھی۔

یہ کس کا ہے اس نے حیرت سے پوچھا۔

میرا ہے جی اس نے جلدی سے جواب دیا۔

تم رات کو کہاں تھے۔

یہیں تھا جی اسی باغ میں آ کے سو گیا تھا جی۔

تو رات کو ۔۔۔۔ اس نے نہ جانے کیوں شکی لہجے میں پوچھا ۔۔۔۔ تم یہ بجا رہے تھے۔

آپ نے سنا تھا جی۔

ہاں ۔۔۔۔ وہ حیرت کو چھپاتے ہوئے بولی ۔۔۔۔ ہاں۔ میری آنکھ کھل گئی تھی۔ دراصل وہ اس قدر مدھر اور میٹھے ساز کی توقع اس جیسے آدمی سے نہ کر رہی تھی ۔۔۔۔ لیکن اچانک اس نے سوچا کہ فن اور ہنر اگر ذات پات اور اونچ نیچ میں بٹا ہوتا تو بڑے بڑے لوگوں میں فقیروں کے چولے پہننے والے کبھی شامل نہ کیے جاتے۔ اور ایسا نہیں تھا۔

بی بی جی آپ میری پہلی گاہک ہیں ۔۔۔۔ کتنے چنے دوں بی بی کو ۔۔۔۔ وہ

www.pdfbooksfree.pk

عجیب لہجے میں بولا تو ماروی کا دھیان رہاب سے ہٹ گیا۔

صبح ہی صبح میں چنے کھاؤں گی ۔۔۔۔ دماغ ٹھیک ہے تمہارا ۔۔۔۔ ابھی میں نے ناشتہ بھی نہیں کیا۔ اب کی بار ماروی حیرت سے ان مصالحے دار چنوں اور پھر اس آدمی کو دیکھتے ہوئے بولی۔

بی بی ۔۔۔۔ ایسا نہ کہیں۔ اگر آپ نہیں لیں گی تو میں مال نہیں بیچوں گا ۔۔۔۔ جب تک آپ نہیں لے کر جائیں گی میں بیچنا شروع نہیں کروں گا۔ وہ سختی سے بولا۔

ارے ارے ۔۔۔۔ ماروی ایسے میں سٹپٹائی

اچھا ایسا کرو ۔۔۔۔ کیا نام بتایا تھا تم نے ۔۔۔۔ ماروی ذہن پر زور ڈالتے ہوئے بولی۔

جی میں نے تو نہیں بتایا۔ وہ معصومیت سے بولا۔

تو بتا دو نا۔ اب کے ماروی بے زاری سے بولی اسے دیر ہو رہی تھی۔

جی سلطان ۔۔۔۔ سلطان نام ہے میرا ۔۔۔۔ اس نے تیزی سے کہا۔

ہاں سلطان تم ۔۔۔۔ ایسا کرو کہ میں ساتھ میں پیسے نہیں لائی تم چنے پیکٹ میں ڈالو میں چوکیدار بابا کے ہاتھ پیسے بھیج کر منگوا لیتی ہوں۔ ماروی نے جان چھڑا کر آگے بڑھ جانا چاہا۔

سلطان نے جلدی سے ایک کاغذ کے لفافے میں چنے ڈالے اوپر سے مصالحہ چھڑکا اور اوپر سے کھٹا پانی ڈال کر ماروی کے پیچھے آ گیا ابھی ماروی نے سڑک کراس نہیں کی تھی۔

آپ لے جاؤ بی بی ۔۔۔۔ آپ سے پیسے نہیں لوں گا ۔۔۔۔ آپ سے پیسے کیسے لے سکتا ہوں ۔۔۔۔ آپ ہی نے تو مجھے سیدھا راستہ دکھایا ہے۔ آپ سے پیسے لیے تو مجھ سے یہ کام نہیں ہوگا۔ وہ تعبداری سے بولتا چلا گیا۔

ماروی کو دیر ہو رہی تھی اس نے جلدی سے پیکٹ پکڑا اور سڑک کراس کر آئی اوپر پہنچتے ہی اس نے دس روپے کا نوٹ چوکیدار بابا کے ہاتھ سلطان کو بھجوا دیا۔

آفس جاتے وقت وہ اسے نظر نہ آیا تو ماروی نے سکون کا سانس لیا۔ عجیب سا

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material

شخص تھا اس کا سیاہ کالا رنگ اور چمکدار سیاہ آنکھیں ایک لمحے کو تو کسی کو بھی ڈرا دیتی تھیں، مگر ماروی نے محسوس کیا کہ وہ دل کا بہت سادہ انسان تھا۔ اور پھر ماروی کے کہنے پر اس نے اپنا پیشہ بدل لیا تھا ماروی کو اپنا یہ کام نیکی کی صورت لگا اور اسے اچھا بھی لگا پھر وہ اس کا خیال جھٹک کر بس میں سوار ہو گئی۔ واپسی پر اس کے قدم جلدی نہیں اٹھ رہے تھے۔ وہ جانتی تھی کہ آج سے اسے سارا وقت کمرے میں اکیلے گزارنا ہوگا۔ لیکن خلاف توقع جب وہ اپنے کمرے میں پہنچی تو شائل کے بیڈ پر ایک نئی لڑکی بیٹھی تھی۔ ماروی ایک منٹ کو تو اسے دیکھ کر پریشان ہوئی کہ اب شائل کے واپس آنے پر کوئی مسئلہ نہ ہو جائے۔ لیکن پھر اس نے سوچا کہ ابھی پانچ چھ ماہ پڑے ہیں۔ کچھ نہ کچھ ہو ہی جائے گا۔ اب اس لڑکی کو نکالنا تو اس کے بس میں نہ تھا سو اس نے مسکرا کر اس سے بات کی۔

میرا نام انیتا ہے۔۔۔۔ رسمی سلام دعا کے بعد اس لڑکی نے پہل کی۔

مجھے ماروی کہتے ہیں۔۔۔۔ وہ سادگی سے بولی۔

کب سے رہ رہی ہو یہاں۔۔۔۔ اس نے سوال کیا۔

کچھ زیادہ نہیں۔ ایک ڈیڑھ ماہ سے۔۔۔۔ اور Job بھی ابھی کل ہی ملی ہے۔

ماروی دیوار کی پشت سے ٹیک لگا کر Relex انداز میں بیٹھ گئی ایک پل کو تو اسے پھر سے اپنی زندگی پر حسرت کا موقع ملا ابھی ڈیڑھ ماہ پہلے اس کی جگہ شائل موجود تھی اور انیتا کی طرح وہ اس کمرے میں پہلی بار آئی تھی آج اس کی طرح انیتا تھی جب کہ شائل کی جگہ کو وہ بھر رہی تھی وہ دھیرے سے مسکراتی زندگی اسے ہمیشہ سے عجیب ہی ملی تھی۔

تم کیا کرتی ہو انیتا۔۔۔۔ ماروی نے سر جھٹک کر سوال کیا۔

بقول میرے شوہر کے۔۔۔۔ میں صرف لڑائی کرتی ہوں۔۔۔۔ وہ عجیب انداز میں بولی۔

کیا مطلب۔۔۔۔ تم شادی شدہ ہو۔ ماروی نے حیرت سے اسے دیکھا۔۔۔۔

کچھ اس کی عمر بھی اتنی نہ تھی اور کچھ بے حد سادہ تھی اس لئے اسے دیکھ کر یہ کہنا ذرا مشکل تھا کہ وہ شادی شدہ ہے وہ سمارٹ سی لڑکی تھی۔ رنگت کھلتی ہوئی جب کہ بال جدید سٹائل میں کٹے ہوئے تھے جو اس کی عمر کو مزید کم کر کے ہی دکھا رہے تھے اور فگر بھی خوبصورت تھا۔

www.pdfbooksfree.pk

شادی شدہ بھی اور ایک عدد بچی کی ماں بھی۔۔۔۔وہ مسکرا کر بولی۔

واقعی۔۔۔۔ماروی پھر حیرت سے بولی۔۔۔۔اچھا تمہیں دیکھ کر لگتا نہیں ہے۔۔۔۔Any way تم یہاں کیوں ہو اگر تمہاری Family ہے تو۔۔۔۔اب کی بار ماروی نے ذرا دھیمے لہجے میں سوال کیا۔۔۔۔نہ جانے انیتا اس سوال کو پسند کرے نہ کرے۔یہ بات اس کے ذہن میں تھی۔

میری اور میرے شوہر کی لڑائی ہوگئی تھی۔میں گھر چھوڑ کر اپنی ماں کے گھر جانے کے بجائے یہاں چلی آئی۔۔۔۔اب دو تین ماہ یہاں آرام سے رہوں گی۔۔۔۔سارے گھر کے جھگڑوں اور ذمہ داریوں سے دور۔۔۔۔جب دل چاہے گا چلی جاؤں گی۔

دو تین ماہ۔۔۔۔تو تمہارے گھر والے اتنا عرصہ تمہیں۔۔۔۔ماروی کو وہ کوئی خبطی قسم کی مخلوق معلوم ہوئی جس کی باتیں سمجھ سے بالاتر تھیں۔

پتہ ہے۔۔۔۔سب کو میرا پتہ ہے۔۔۔۔کہ میرا دماغ بہت الٹا کام کرتا ہے۔۔۔۔لیکن اتنا بھی سب جانتے ہیں۔۔۔۔کہ میں جہاں کہیں بھی ہوں Safe ہوں۔۔۔۔میری ماما۔۔۔۔یعنی میری ریئل مدر یہاں میری موجودگی سے واقف ہیں۔۔۔۔وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔۔۔۔ماروی۔۔۔۔کو اس کا مسئلہ اب بھی سمجھ میں نہ آیا۔I know کہ تم Surprise ہو لیکن میں ذرا مختلف لڑکی ہوں میں آرام کرنا چاہتی تھی۔اور میری ماں کے گھر میرے سسرال والوں نے مجھے ہرگز آرام سے نہ رہنے دینا تھا۔۔۔۔

آرام۔۔۔۔اب کی بار ماروی کا دل چاہا کہ اس پزل Puzzul کو کمرے سے نکال کھڑا کرے جس کی کوئی بات بھی اس کی سمجھ میں نہ آئی تھی۔

ہاں آرام۔۔۔۔تین نندیں چار دیور ساس سسر شوہر بیٹی۔۔۔۔اف اتنی بڑی فیملی کی دن رات خدمت کرتے کرتے میں تھک گئی ہوں۔۔۔۔اسی لئے سب سے فرار حاصل کر کے میں اپنی آزاد زندگی جیسے شادی سے پہلے تھی اس کو یاد کرنے یہاں آئی ہوں۔۔۔۔

www.pdfbooksfree.pk

اوہ۔۔۔۔اب کی بار ماروی کچھ بات کی تہہ تک پہنچی۔

آخر کو پھر وہی بھاڑ جھونکنا ہے۔۔۔۔وہ چلتی ہوئی کھڑکی میں آ کھڑی ہوئی۔

ایسے تو نہ کہو آخر وہ تمہارا گھر ہے۔اب کی بار ماروی نے اسے خبطی تسلیم کر کے مزید کریدنے سے خود کو باز رکھا اس لیے مزید کچھ نہ پوچھا۔

پلیز ماروی۔۔۔۔وہ تیزی سے پلٹی۔۔۔۔پلیز میں تم سے امید کرتی ہوں کہ تم مجھے بڑی بوڑھیوں کی طرح Treat نہیں کرو گی اور سمجھانے نہیں بیٹھ جاؤ گی کیونکہ بہرحال اس جنگل سے جسے میری سسرال کہتے ہیں میں آئی ہوں اور میرا اندازہ کہہ رہا ہے کہ تمہاری ابھی شادی نہیں ہوئی تو میں تم سے زیادہ جانتی ہوں۔۔۔۔ماروی نے جواب دینے کے بجائے مثبت میں سر ہلایا تو وہ دوبارہ بول اٹھی hope I تم مجھے دوستوں کی طرح سمجھو گی میری بڑی نہیں بنو گی۔۔۔۔

ہاں۔ہاں Sure۔۔۔۔لیکن کیا بیٹی یاد نہیں آئے گی۔۔۔۔

صرف میری بیٹی نہیں ہے اپنے باپ کی دادا دادی پھوپھو چچا کی بھی کچھ لگتی ہے ہلکہ چہیتی ہے۔۔۔۔سب سنبھال لیں گے .She is in safe hands۔۔۔۔ وہ مطمئن تھی۔

Okay۔۔۔۔تو کیا لڑائی ہوئی تھی۔ماروی نہ رہ سکی تو پھر پوچھ بیٹھی وہ بھی کھڑکی کی طرف آ گئی۔

وہ تو ہوتی رہتی ہے۔۔۔۔دراصل میں اپنے موڈ کی لڑکی ہوں سب جانتے ہیں میری ماما سب سنبھال لیں گی۔اور میں یہاں سکون سے رہوں گی۔۔۔۔تم نے گیس ماروں گی اپنی پسند سے کھاؤں گی اپنی مرضی سے سوؤں گی اٹھوں گی مجھے کوئی روکنے والا نہیں ہوگا۔وہ مسکرا کر آسمان کو دور تک دیکھتی ہوئی بولی۔

ماروی اسے چند لمحے دیکھتی رہی اسے اس کی باتیں ہی نہیں وہ بھی عجیب سی لگ رہی تھی۔پھر سوچا کہ اسے کیا ضرورت ہے اسے سمجھانے کی جو جیسا کرتا ہے ٹھیک سمجھ کر ہی کرتا ہے چند لمحے توقف کر کے وہ بولی ایک تم ہو جو گھر ہوتے ہوئے بھی بے گھر ہو ایک ہم ہیں کوئی گھر ہی نہیں ہے۔۔۔۔ماروی پلٹتے ہوئے بول رہی تھی۔

www.pdfbooksfree.pk

اچھا ہے نا اتنی آزاد زندگی کسے نصیب ہوتی ہے۔۔۔۔ وہ رشک سے بولی۔

ماروی کو اس کی بات پر ہنسی آ گئی اس نے دل میں سوچا کہ یہ تو محسوس کرنے کی بات ہے کچھ لوگوں کے لیے شائید گھر کی کوئی اہمیت نہ ہو گھر کوئی چیز نہ ہو لیکن میرے لیے تو اپنا گھر اس دنیا کی سب سے خوبصورت اور سب سے حسین چیز ہے۔

کیا سوچنے لگیں انیتا اونچی آواز میں بولی تو ماروی کی سوچ کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔

کچھ نہیں۔۔۔۔ چائے چلے گی وہ چونک کر بات بدل کر بولی تو انیتا نے خوشگوار لہجے میں جواب دیا۔ بالکل چلے گی اور دوڑ دوڑ کے چلے گی۔

ابھی لاتی ہوں۔۔۔۔ ماروی مسکراتی ہوئی کمرے سے نکل آئی۔ وہ آفس سے تھکی ہوئی آئی تھی۔ زندگی میں پہلی بار اسے اس طرح کام کرنا پڑا تھا وہ آفس ورک سے واقف نہ تھی سارا دن ایک کرسی پر پابند بیٹھے رہنا ماروی کے لیے مشکل ہو رہا تھا وہ تو کشمیر کی آزاد فضا کی آزاد پنچھی تھی۔ جس نے دور آسمانوں میں سفر کرنا سیکھا تھا جس نے اجلی وادیوں میں اجلی فضاؤں سے دوستیاں کی تھیں ایک محدود آفس کی محدود میز کرسی اس کے لئے زندگی کی تلخیوں میں اضافے کے علاوہ صرف دو روٹی کا ذریعہ تھی اور اس دو روٹی کے لیے ایسے تلخ ذریعوں کو اپنی زندگی میں وسیع جگہ دینی تھی یہ بات اسے آہستہ آہستہ سیکھنی تھی۔ اور وہ سیکھ رہی تھی۔ آج واپس آتے وقت وہ شائل کے لیے سوچ رہی تھی کہ جب وہ واپس آئے گی تو یہ کمرہ اسے مل سکے گا یا نہیں البتہ اب انیتا کے آنے اور بقول انیتا کے دو تین ماہ تک یہاں رہنے کا یہ مسئلہ حل کر دیا تھا۔

ماروی نے انیتا کو وہی سب بتایا جو اس نے شائل کو اپنے بارے میں بتا رکھا تھا۔ انیتا کافی باتونی لڑکی تھی ماروی کا دل لگا رہا۔ انیتا کو آئے ابھی دو دن ہوئے تھے کہ بالکل ویسا گلدستہ جیسا اسے شائل کی موجودگی میں ملا تھا جس میں ایک اکلوتا سفید گلاب مہک رہا تھا پھر ملا۔

ماروی آفس کے لیے تیار تھی۔ ناشتہ بھی کر چکی تھی وہ کئی لمحوں تک بغور اس گلدستے کو دیکھتی رہی۔ انیتا جو چند لمحے پہلے بیدار ہوئی تھی اس کی نظریں بھی گلدستے پر تھیں چند ثانیے بعد وہ گلا کھنکھار کر بولی۔ کس نے بھیجا ہے نام نہیں بتاؤ گی۔

www.pdfbooksfree.pk

نہیں۔۔۔۔ میں نہیں جانتی۔۔۔۔ ماروی تیزی سے بولی۔

اجی ماروی صاحبہ مجھ سے جھوٹ مت بولو۔۔۔۔ تم جیسی پیاری اور حسین لڑکی کے تو ہزار عاشق ہوں گے۔۔۔۔ مجھے بچی نہ سمجھنا۔۔۔۔ سب سمجھتی ہوں۔۔۔۔ وہ معنی خیز لہجے میں بول رہی تھی۔

ایک لمحے کو تو ماروی کو اس کا انداز برا لگا پھر اس نے سوچا کہ جب وہ اسے جانتی ہی نہیں تو غصہ کرنا فضول ہے اور سچ تو سچ ہی ہوتا ہے بھلے کوئی یقین کرے یا نہ کرے وہ لہجے کو سادہ بنا کر بولی۔۔۔۔ یقین مانو انیتا۔۔۔۔ یہ مجھے دوسری بار ملا ہے۔ مگر کسی نے نام وغیرہ نہیں لکھا تھا۔۔۔۔ میں قسم کھا کر کہہ رہی ہوں۔

اچھا تو یہ کوئی خط لگ رہا ہے۔۔۔۔ انیتا نے سرخ ربن کے قریب ایک سفید رنگ کے لفافے پر نظر ڈال کر کہا جس پر ابھی تک ماروی کی نظر نہ پڑی تھی۔

ماروی نے اچک کر وہ لفافہ نکال لیا۔ وہ کشمکش میں تھی۔

خط۔۔۔۔ اسے شمائل کی بات یاد آ گئی۔۔۔۔ کوئی حسین شہزادہ تمہیں دل و جان سے پسند کر بیٹھے اور کل اس کا ایک عدد خط تمہیں ملے۔ وہ تمہارے لئے دل کی دنیا کا ہر دروازہ کھول دے ہر پہرے دار ہٹا دے اور کہے کہ آؤ ملکہ اس دل پر حکومت کرو شمائل کے الفاظ اس کے کانوں میں گونج رہے تھے۔

کھولو بھئی۔۔۔۔ کیا سوچ رہی ہو۔۔۔۔ انیتا جلدی سے بولی ماروی سے جلدی اسے تھی۔

کبھی کبھی بہت چھوٹے عمل بہت بڑے بڑے مسائل پیدا کر دیتے ہیں۔۔۔۔ انیتا ہو سکتا ہے اس خط کو پڑھ کر اس کا جواب دینا پڑے پھر اس کا جواب آئے بات بڑھے میں کسی مصیبت کسی مسئلے میں نہ پھنس جاؤں۔۔۔۔ اس نے انیتا کو بغور دیکھا اس کے ماتھے پر بل آ گئے۔۔۔۔ بہتر ہے اس چکر کو چلنے سے پہلے روک دیا جائے۔۔۔۔ ماروی کا ارادہ اس خط کو چاک کر دینے کا تھا کہ انیتا نے بڑھ کر وہ لفافہ پکڑ لیا۔

بے وقوف ہو تم۔۔۔۔ پہلے اس شخص کے ارادے تو معلوم کر لو ضروری تو نہیں کہ بات آگے بڑھنے پر تم کسی مصیبت میں ہی پھنسو۔ بات آگے بڑھنے پر تمہاری بہت

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material

مصیبتیں ختم بھی تو ہو سکتی ہیں۔۔۔۔ ہو سکتا ہے کوئی سچا شخص ہو شریف انسان ہو۔۔۔۔ سبھی کو ترازو کے ایک پلڑے میں ڈالو گی تو پلڑا برابر کبھی بھی نہیں ہو گا۔۔۔۔ وہ بولتے بولتے لفافہ چاک کر کے اس سے کاغذ نکال چکی تھی۔۔۔۔ اگر تم مائنڈ نہ کرو تو میں پڑھوں۔

ماروی نے چند لمحے سوچا اور پھر جب وہ لفافہ چاک کر ہی چکی تھی تو اس نے سادگی سے سر مثبت میں ہلایا انیتا نے بلند آواز میں پڑھنا شروع کیا۔

مس ماروی۔۔۔۔ ہنہ طرز تخاطب تو معقول ہے انیتا نے comment کیا اور پھر پڑھنے لگی۔

آپ کو پہلی بار مخاطب کرنے کی ہمت کر رہا ہوں یہ دوسرا گلدستہ اپنے ہاتھوں کو لہولہو کر کے بھیج رہا ہوں۔۔۔۔ دل نے اس آگ میں کودنے کی ضد کی سو کود گیا اب دل کندن ہونے کی ضد کر رہا ہے۔ جانتا ہوں کندن ہونا میرے بس کی بات نہیں کیونکہ کوئلہ جل کر راکھ تو ہو سکتا ہے کندن نہیں بن سکتا مگر آپ کی قسم میں اتنا جلا ہوں جتنا کندن بننے کے لیے لوہا جلتا ہے۔ بدقسمت ہوں نصیب کو کوئلے کا لے کر آیا ہوں۔ کیا کر سکتا ہوں آپ کو دیکھ کر زندگی کی ہر تلاش ختم ہو چکی ہے۔ میں تو خاک ہونے چلا تھا زندگی کو سوکھی لکڑی کی طرح جلانے پر تلا بیٹھا تھا۔ مگر آپ رم جھم برستے ٹھنڈے ساون کی طرح اچانک چلی آئیں۔ مجھے زندگی دے کر احسان کیا۔ لیکن میں آپ کو کچھ نہیں دے سکوں گا حتیٰ کہ مل بھی نہیں سکوں گا۔۔۔۔ آپ میں اور مجھ میں زمین آسمان کا فرق ہے۔

ایک معمولی انسان

اسفندیار

سمجھ نہیں آیا کہ کیا کہنا چاہتا ہے۔۔۔۔ خط مکمل کر کے انیتا نے ماتھے پہ بل ڈال کر کہا۔ مل نہیں سکتا تو بھائی پھول، وقت اور کاغذ کیوں ضائع کر رہے ہو۔

ماروی خاموشی سے ان لفظوں پر غور کر رہی تھی دو دن پہلے جب شائل نے کوئی پرانا جاننے والا کہا تھا تو دل میں شک کے ناگ پھر نے لگے تھے اس خط نے ان خیالوں کو تو تھپک تھپک کر سلا دیا مگر یہ بات تو سراسر خود ہی ایک مسئلہ تھی۔ اس نے فیصلہ کیا کہ وہ

www.pdfbooksfree.pk

چوکیدار بابا کو سمجھا دے گی کہ آئندہ کسی سے اس طرح کوئی چیز اس کے لئے نہ لے بلکہ جو بھی لائے اسے ماروی سے ملوا دے انہی سوچوں میں ڈوبی وہ بس سٹاپ کی طرف چل پڑی رستے میں حسب معمول سلطان نظر آیا ابھی بس آنے میں وقت تھا وہ دو دن سے اسے مسلسل نظر انداز کر رہی تھی وہ روز ہی وہاں موجود ہوتا تھا۔ ماروی اس کی طرف بڑھ گئی سڑک پر اکا دکا آدمی چل رہے تھے ٹریفک بھی کم تھی۔

ماروی کا دل بڑا بوجھل ہو رہا تھا وہ باغ کے قریب بنی چھوٹی دیوار پر بیٹھ گئی۔

بی بی۔۔۔۔ چنے دوں۔۔۔۔ سلطان اس کے قریب آ کر بولا۔

خدا کے لیے سلطان یہ صبح سویرے مجھ سے مرچوں والے یہ چنے مت پوچھا کرو۔۔۔۔ وہ اچانک غصے میں بھر گئی۔ ماروی کو اپنے غصے کی وجہ سمجھ نہ آئی۔ کیا وہ اسفند پر خفا تھی جس نے اتنے حسین لفظ استعمال کیے تھے مگر نہ ملنا بھی بیان کر دیا تھا۔ ماروی نے سر جھٹک کر سلطان کی طرف دیکھا۔ وہ پریشانی سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا ہمدردی سے بولا۔

طبیعت ٹھیک ہے بی بی۔

نہیں سلطان۔۔۔۔ طبیعت بہت بوجھل ہے۔ دل چاہتا ہے کشمیر چلی جاؤں۔۔۔۔ وہاں کے ٹھنڈے چشمے پر نہا کر ٹھیک ہو جاؤں گی۔۔۔۔ مگر۔۔۔۔ کیسے چلی جاؤں۔۔۔۔ وہ ہاتھ مسل کر بولی۔ کوئی بھی تو نہیں جو ڈھال بن کر میرے لئے لڑ سکے۔ مجھے اس جگہ کا راستہ دکھا سکے۔۔۔۔ ہر راستہ بند ہے سلطان۔۔۔۔ ہر راستہ۔۔۔۔ ہر راستے پر خار بچھے ہیں۔ پاؤں لہولہو ہو جائیں گے ایک قدم بھی اس راستے پر رکھا تو لٹ مروں گی۔۔۔۔ اور لہولہو ہونے کی ہمت نہیں ہے مجھ میں۔۔۔۔

کیا غم ہے بی بی، خلاف توقع اس کی آواز بڑی رس دار تھی ماروی نے چونک کر اس کی طرف دیکھا تو اس کی گہری سیاہ چمکدار آنکھیں اس کے چہرے پر ٹکی تھیں۔

کیا پوچھا تم نے۔۔۔۔ ماروی نے دوبارہ سوال کیا۔

پھر بتاؤں گا بی بی۔۔۔۔ ابھی دیر ہو رہی ہے۔ اگلی سڑک پر جو بچوں کا سکول ہے وہاں جانا ہے۔۔۔۔ جاؤں بی بی! سلطان اپنی بھاری بھرکم آواز میں بول رہا تھا اور اپنا

www.pdfbooksfree.pk

سامان سمیٹ رہا تھا۔ ماروی نے اثبات میں سر ہلایا اور سناپ کی جانب چل دی۔

شام کو انیتا نے اسے اخبار میں ایک اشتہار دکھایا۔ کسی ایڈورٹائزنگ ایجنسی کو ایک فی میل سیکٹری کی ضرورت تھی۔۔۔۔ ماروی حیرت سے بولی۔

مگر میرے پاس تو جاب ہے۔۔۔۔ میں کیوں جاؤں۔۔۔۔

تنخواہ ماروی تنخواہ۔۔۔۔ دیکھو تو تمہاری تنخواہ سے تین گنا زیادہ ہے پھر کتنی مراعات ہیں فلیٹ ملے گا گاڑی ملے گی الاؤنسز الگ۔۔۔۔ انیتا اسے سمجھانے لگی۔

مجھے ان تفصیلات کی ضرورت نہیں۔ میری جاب میرے لئے کافی ہے۔۔۔۔ ماروی ایک میگزین پڑھتی ہوئی بولی انیتا کو ایک دم غصہ آ گیا۔۔۔۔ ندی کا مینڈک مت بنو اپنے لئے ترقی کرنے کے لیے ہر شخص کو پورا حق حاصل ہے کہ وہ ہاتھ پاؤں مارے۔۔۔۔ تم آخر اتنی قنوطی کیوں ہو۔ مختصر مختصر ہر خوش رہنے والا۔۔۔۔

میری نیچر اگر ایسی ہے تو میں کیا کروں، ماروی ماتھے پر بل ڈال کر بولی اب کی بار وہ اس کے غصے کو نظر انداز کر کے مسکرا رہی تھی۔

لیکن ٹرائی کرنے میں کیا حرج ہے ویسے بھی اتوار کو تمہاری چھٹی ہوتی ہے اور انٹرویو اتوار کو ہے۔

انیتا جس چیز کی ضرورت نہ ہو اس کے لیے سر کھپانے سے فائدہ۔ اس کی نظریں پھر میگزین پر تھیں۔

دوسری طرف چند سیکنڈ خاموشی رہی پھر اچانک انیتا بولی۔

اچھا تو تم میرے ساتھ تو چل سکتی ہو نا۔۔۔۔ ماروی نے سر اٹھا کر اسے دیکھا جیسے اس کی بات نہ سمجھ سکی ہو۔۔۔۔ میں ضرور انٹرویو دوں گی۔۔۔۔ تم بس میرے ساتھ چلنا۔۔۔۔ میں کروں گی یہ نوکری۔۔۔۔ انیتا سکون بھرے لہجے میں بول رہی تھی۔

ماروی نے پہلے گھور کر اسے دیکھا پھر مکمل متوجہ ہو کر چند ثانیے بعد بولی۔۔۔۔ تم۔۔۔۔ تم عموماً مجھے بہت حیران کر دیتی ہو۔۔۔۔ تم کیا کرو گی نوکری کا۔۔۔۔

کچھ تو کروں گی۔۔۔۔ آدھا دن کرسی پر بیٹھ کر آرڈر آرڈر کروں گی اس طرح آدھا دن تو اس چڑیا گھر یعنی میرے سسرال سے باہر رہ سکوں گی۔۔۔۔ کچھ کماؤں گی تو

www.pdfbooksfree.pk

independent بھی ہو جاؤں گی۔۔۔۔ گھر کی ذمہ داری بھی کم ہو جائے گی ۔۔۔۔ انیتا مزے سے پلاننگ کر رہی تھی۔

ہنہ۔۔۔۔ اب بات کچھ سمجھ میں آتی ہے۔۔۔۔ اچھا میں چلی چلوں گی۔۔۔۔ ماروی نے جان چھڑانے کو کہا۔

اچھا جب چلو گی تو اپلائی کرنے میں کیا حرج ہے۔۔۔۔ انٹرویو ہی تو ہے۔۔۔۔ انیتا تیزی سے بول اٹھی۔

پھر وہی۔۔۔۔ میں تم سے کہہ رہی ہوں مجھے نہیں۔ ماروی تنک اٹھی۔

تو مت کرنا لیکن انٹرویو دینے میں کیا حرج ہے۔۔۔۔ تجربہ ہی سہی۔ مجھے ذرا ڈھارس ہو جائے گی۔ مجھے ڈر نہیں لگے گا۔ تم انٹرویو پہلے دینا مجھے پتا چل جائے گا کہ کس قسم کا انٹرویو ہے میں Mently prepare ہو جاؤں گی۔

کبھی کبھی تم بالکل بچوں کی طرح سوچتی ہو۔۔۔۔ ماروی اسے احمق خیال کر رہی تھی۔۔۔۔ مگر

ایک تو تم اگر مگر بہت کرتی ہو اگر اپنی چھٹی کا ایک گھنٹہ مجھے دے دو گی تو کیا ہو جائے گا۔

میرے لیے تم اتنا بھی نہیں کر سکتیں، انیتا مسکین صورت بنائے اسے دیکھنے لگی تو ماروی ہنس پڑی۔

اچھا بابا چلوں گی۔۔۔۔ بس، اس نے انیتا کے آگے ہار مان لی۔

Very good یہ ہوئی نا اچھے بچوں والی بات۔ انیتا خوش ہو کر بولی۔

راتوں کا سلطان کا رباب بجانا اب معمول ہو گیا تھا۔ لگتا تھا اس نے اسی بات پر رات کو ڈیرہ جما لیا تھا۔ اکثر و بیشتر ماروی کی آنکھ کھل جاتی۔ وہ بہت دیر تک اس ترنم میں ڈوبے ساز کو سنتی رہتی تھی۔ سلطان شکل وصورت کا جیسا بھی تھا اس کے دل میں باتوں میں اور ہاتھوں میں بہت مٹھاس تھی وہ جن انگلیوں سے رباب بجاتا تھا دنیا جہاں کی مٹھاس کشید کر لاتی تھیں۔ رات کا سناٹا جیسے بہت ساری روشنیوں رنگوں اور حسن کے سمندر میں ڈوب جانا اور حسن بھی وہ جس سے ماروی کو ازلی لگاؤ تھا۔

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material

اتوار کو ماروی اور انیتا سینز ایڈورٹائزنگ ایجنسی پہنچ گئیں۔ وہاں اور بھی لڑکیاں موجود تھیں چونکہ ماروی نے پہلے اپنا نام ریسپشن پہ دیا تھا تو اسے پہلے Call کیا گیا۔

ماروی انٹرویو دینے کے لئے کمرے میں داخل ہوئی۔ پہلی نظر میں اس نے کمرے کا جائزہ لے لیا سیٹ پر ایک ادھیڑ عمر کا شخص بیٹھا تھا رنگت صاف اور کھلتی ہوئی جب کہ آنکھیں اور بال دونوں ہی گرے تھے اردگرد کی ہر چیز سے ظاہر تھا کہ یہ ایجنسی اچھا بزنس کرتی ہے۔ بیٹھو۔۔۔۔ اس شخص نے ماروی کو گھورتے ہوئے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اس کی آواز گنگناتی ہوئی تھی۔ ماروی کو اس کا گھورنا اور اس کی آواز دونوں ہی ناگوار گزرے لیکن وہ نظر انداز کر کے بیٹھ گئی۔ اب اسے احساس ہوا کہ انٹرویو میں کوئی بھی سوال پوچھا جا سکتا ہے لیکن اس نے خود کو یہ کہہ کر مطمئن کر لیا کہ کون سا اسے یہ جاب کرنی ہے وہ تو انیتا کا حوصلہ بڑھانے کو چلی آئی تھی۔ اسی اثنا میں اس نے یہ بھی محسوس کر لیا کہ جب سے وہ کمرے میں داخل ہوئی ہے وہ بوڑھا شخص مسلسل اسے گھور رہا تھا۔

مس ماروی۔۔۔۔ وہ پھر اپنی گنگناتی آواز میں بولا۔

جی۔۔۔۔ یہی نام ہے میرا، اس نے ادب سے جواب دیا مگر لہجہ تھوڑا سخت تھا۔

آپ کو یہ نوکری مل گئی ہے۔۔۔۔ اب کی بار اس نے میٹھے لہجے میں جواب دیا۔

ماروی حیرت سے بول اٹھی۔۔۔۔ جی کیا مطلب سر۔۔۔۔ ابھی تو میں نے انٹرویو بھی۔۔۔۔

انٹرویو تو ایک Formality تھا۔۔۔۔ ہمیں اہلیت نہیں صورت چاہیے تھی۔۔۔۔ وہ ذومعنی لہجے میں بولا۔۔۔۔

میں آپ کا مطلب نہیں سمجھی سر۔۔۔۔ اب کے وہ پھر سخت لہجے میں بولی تھی۔

دیکھو ماروی۔۔۔۔ وہ فرینک ہو رہا تھا۔ ہمیں ایک جوان اور ہوشربا حسن کی مالک لڑکی کی ایک عرصے سے تلاش تھی۔ تمہیں پہلی نظر میں دیکھتے ہی میری تلاش ختم ہو گئی۔ تم اس جاب کے لئے بہت موزوں ہو۔ او کے۔۔۔۔ تم کل سے آ سکتی ہو۔۔۔۔ اپائنٹمنٹ لیٹر تمہیں کل ہی مل جائے گا وہ خوشدلی سے بولتا چلا گیا۔

میرا کام کس نوعیت کا ہوگا سر۔۔۔۔ اب کی بار ماروی اس کی ہر بات سمجھ چکی

www.pdfbooksfree.pk

تھی۔لیکن دانت پیس کر سوال کر بیٹھی۔

وہ شخص اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔اب وہ ماروی کی کرسی کے قریب آ گیا ٹیبل سے ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا۔۔۔۔کام۔۔۔۔تم کام کرو گی۔۔۔۔دنیا میں کام کرنے والے مر گئے ہیں کیا جو تم اپنے ان مرمریں ہاتھوں سے۔۔۔۔اس نے ماروی کا ہاتھ پکڑا ہی تھا کہ۔۔۔۔

ایک زناٹے کا تھپڑ اس کے منہ پر آ لگا تھا۔یہ سب اچانک اور آناً فاناً ہوا تھا۔ ماروی نے سوچ سمجھ کر کچھ بھی نہ کیا تھا۔ماروی کچھ بھی تو نہ کر سکی سوائے اس کے تھپڑ مارنے کے۔۔۔۔وہ شخص ہونق کھڑا رہا۔ماروی اپنے حواسوں میں آئی تو دروازے پر کھڑی تھی۔

سب سے پہلے اپنی عمر کا لحاظ کرو۔۔۔۔اس کے بعد انسان دیکھ کر بات کرنا اپنی سرشت میں باندھ لو میں تھوکتی ہوں تمہاری نوکری پر اور تم پر اس سے بہتر ہے کہ میں فاقوں مر جاؤں۔۔۔۔وہ تیزی سے باہر نکل آئی انیتا اسے باہر جاتے دیکھ کر اس کے پیچھے لپکی وہ تیزی سے سیڑھیاں اترتی گئی انیتا نے اسے پکارا وہ پھر بھی نہ رکی سڑک پر آ کر اس نے دم لیا جب اس کے حواس مکمل طور پر قابو میں آئے تو اس نے مڑ کر اس براؤن رنگ کے شیشوں سے بنی اس بلند و بالا عمارت پر نظر ڈالی جس کے پانچوں فلور سے وہ ابھی نیچے آئی تھی وہاں سفید روشنائی سے بہت نمایاں کر کے Sans Advertising لکھا ہوا تھا۔ماروی نے نفرت سے زمین پر تھوکا اور ٹیکسی کو رکنے کے لیے ہاتھ دے دیا۔

اتنے میں انیتا ہانپتی ہوئی اس کے قریب پہنچ گئی۔''کیا ہو گیا'' وہ حیرت سے پوچھ رہی تھی۔

''کچھ نہیں'' ماروی تلخی سے بولی۔مگر ابھی مجھے انٹرویو دینا ہے۔انیتا جو حیرت سے بولی تھی۔

کوئی انٹرویو نہیں دینا تم نے۔۔۔۔ہاسٹل چلو۔۔۔۔وہ پھر تیزی سے بولی۔

مگر کچھ پتہ تو چلے۔۔۔۔اب کی بار انیتا کے سوال کا جواب دینے کی بجائے ماروی ٹیکسی میں بیٹھ چکی تھی مجبوراً انیتا کو اس کی تقلید کرنی پڑی۔

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material
www.booksture.net
www.urdutune.net
www.urdumovies.net

تو کیا مجھے پتہ تھا وہ ایسے لوگ ہوں گے۔ ہاسٹل پہنچ کر انیتا کو ساری حقیقت کا پتہ چلا تو وہ سر پکڑ کر بیٹھ گئی وہ شرمندہ تو تھی لیکن یہ تو سچ تھا کہ ماروی کی طرح حقیقت سے وہ بھی بے خبر تھی۔

مگر اتنی مراعات دینے والوں کے مقاصد کا اندازہ تو ہونا چاہیے تھا۔۔۔۔ تمہارا شوہر اس جگہ کام کرنے پر تمہیں ہمیشہ کے لیے اپنے گھر سے چھٹی دے دے گا۔ اور وہ بڈھا۔۔۔۔ وہ فضول بڈھا۔۔۔۔ گھٹیا۔۔۔۔ لفنگا۔۔۔۔ دل چاہ رہا تھا دو چار اس کے منہ پر اور جڑ دیتی۔۔۔۔ ماروی کی آنکھوں میں شدت جذبات سے پانی تیر گیا اس نے سوچا۔

کیا یہ حیثیت رہ گئی ہے میری کہ کبھی کوئی آنچل کھینچتا ہے کبھی کوئی ہاتھ۔ اتنی بے وقعت بے حیثیت ہو گئی ہوں کہ کوئی میری عزت نہیں کرتا گاؤں کی وہ الھڑ ماروی، جو دنیا جہاں میں گھومتی پھرتی تھی مگر کوئی بھی اسے قریب سے گزرتا دیکھ کر عزت سے نظریں جھکا لیتا تھا۔ اور اب ہر ایرا غیرا گھور کر دیکھتا ہے۔ ہاں۔ ایسا ہی ہونا چاہیے۔۔۔۔ ادا۔ ادا کچھ اچھا نہیں کیا مجھے بے آسرا کر کے۔ بھیڑیوں کی کالی دنیا میں بھیج کے۔ ماروی کے پر بھی ٹوٹ گئے کہ اڑ نہیں سکتی۔ کیسی حسین تھی تیری ماروی بیچ پھلاں رانی تیری کشمیر کی شہزادی، تیری پگلی۔ اب ساری دنیا مجھے بھیک میں ملا سکہ سمجھ کر اچھالتی پھرتی ہے۔ میری کوئی حیثیت نہ رہی۔ اتنی اکیلی ہو گئی ہوں کہ ہر نکلی کو مجھ پر اٹھنے کا حق خود بخود مل گیا ہے۔ وہ مسلسل سوچوں میں ڈوبی تھی۔

تو جڑ دیتیں نا۔۔۔۔ کس نے منع کیا تھا۔۔۔۔ انیتا جو باتھ روم میں اس کی باتیں سن رہی تھی تولیے سے ہاتھ پونچھتی باہر نکلی۔

چند ثانیے وہ انیتا کو گھورتی رہی۔ ''اس کی عمر نے''

اگر کوئی جوان آدمی ہوتا تو۔۔۔۔ وہ دلچسپی سے کھوجتی ہوئی بولی۔

تو ضرور اور جڑ دیتی۔۔۔۔ اب ختم کرو۔۔۔۔ ایسے مزہ لے رہی ہو جیسے فلم دیکھ کر آئی ہو۔۔۔۔

ماروی دکھ سے بولی اور تیزی سے کمرے سے نکل کر ہاسٹل کے بیچ بنے لان میں

www.pdfbooksfree.pk

چلی آئی۔ اس نے دل سے سوچا کہ انیتا تو کیا کوئی بھی میری اس ہنک کو نہیں سمجھ سکے گا دل کی بات دل کا بھید وہ کسے سنائے کاش کہ کوئی ہمدرد ہوتا جو اسے اس واقعے کے بعد تسلی دیتا۔ انیتا تو مذاق اڑانے لگی تھی۔ ماروی کو شائل اور صدف یاد آ گئیں مگر وہ ابھی ان تک نہیں پہنچ سکتی تھی۔ وہ واپس کمرے میں آئی تو انیتا موجود نہ تھی اس نے کھڑکی سے باہر جھانکا دوپہر کا وقت تھا باغ میں ہلکی ہلکی سنہری دھوپ تھی جسے بہت سے لوگ اور بچے Enjoy کر رہے تھے ایک کونے پر سلطان بھی کھڑا تھا۔ ماروی اس کے پاس چلی آئی۔ وہ اسی جگہ بیٹھ گئی جہاں وہ ہمیشہ بیٹھتی تھی۔ ماروی کے چہرے کی اداسی کو سلطان نے محسوس کر لیا اس کے قریب آ کر بولا ''بی بی''

''ہنہ'' ماروی نے اس کے چہرے کو دیکھ کر جواب دیا۔

''کیا پریشانی ہے بی بی''

ماروی زہر خندہ ہنسی ہنس دی۔ پریشانی۔ زندگی پریشانی ہے سلطان۔ اس سے زیادہ کچھ ہونے کا نام ہی نہیں لیتی۔۔۔۔ تم بتاؤ سلطان تم بھی تو پریشان ہو رات کی تاریکی میں جب تم اپنا رباب چھیڑتے ہو تو ایسا کیوں لگتا ہے کہ دل کا بہت سارا درد انہی سازوں سے نکل رہا ہو۔۔۔۔

مجھے تو غم ہے نا بی بی۔ بہت سے اپنوں کو کھویا ہے۔ دھوکا کھایا ہے۔ ایک بھائی بڑا پیارا تھا مجھے۔۔۔۔ اسے کھو بیٹھا۔ سب کو چھوڑ آیا۔۔۔۔ پوری برادری۔۔۔۔ تو درد تو دل میں اٹھے گا نا جی۔۔۔۔ مگر بی بی۔۔۔ وہ سوچوں میں ڈوبتا ابھرتا پھر اسی کی غمگساری میں لگا تھا۔ تجھے کیا غم ہے تو اتنی اداس کیوں رہتی ہے سلطان کے چہرے پر دنیا جہان کی ہمدردی اتر آئی وہ اس کے قدموں سے چند قدم کے فاصلے پر زمین پر بیٹھا تھا۔

بہت سارے غم ہیں سلطان اتنے کہ جھولی تنگ پڑ جاتی ہے۔ کسی سے بات کرتے ڈر لگتا ہے نہ جانے کون کس بھیس میں مل جائے۔ مگر تمہاری آنکھوں میں نہ جانے کیا ہے۔۔۔۔ جو مجھے تم سے کبھی ڈر نہیں لگا۔ تبھی تو تمہارے پاس آ جاتی ہوں۔

بی بی ان غموں کا علاج کیوں نہیں کرتی۔

''علاج''

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material

ہاں بی بی ۔۔۔۔ چاند جیسی صورت ہے تیری ۔۔۔۔ شادی کر لے کوئی دکھ بانٹنے والا مل جائے گا ۔۔۔۔ وہ سادہ لہجے میں مگر نظر جھکا کر بہت بڑا مشورہ دے گیا۔

کیا:- کیا کروں! ماروی نے حیرت سے پوچھا۔

شادی بی بی ۔۔۔۔

وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی اس کا چاند چہرہ سورج کی کھلتی ہوئی روشنی میں مزید کھل گیا۔

''شادی'' ۔۔۔۔ اس نے اس لفظ کو دھیرے سے دہرایا جیسے جانتی ہی نہ ہو۔ میرے پاس کسی کو دینے کے لیئے کچھ نہیں ہے سلطان۔ اور پھر کون ہے جو مجھ سے شادی کرے گا۔ یہ زر کی دنیا ہے اور میرے تو دونوں ہاتھ خالی ہیں سلطان ۔۔۔۔

مگر اتنی سندر تو ہے تو۔

کس کام کی یہ سندرتا ۔۔۔۔ جو بھی دیکھتا ہے ہاتھ پکڑتا ہے کوئی بھی آنچل سر پر نہیں ڈالتا۔ میں تو رواجوں کی گود میں پلی ہوں۔ شرم و حیا کا آنچل میرے سر پر عرصے سے پڑا ہے۔ مگر اب اس کی حفاظت کرنے والا کوئی بھی نہیں رہا۔ کوئی ہو بھی نہیں سکتا ۔۔۔۔ سارے غیرت مند تو پیچھے چھوڑ آئی ہوں ۔۔۔۔ ہر پل ڈرتی رہتی ہوں کوئی غلط قدم نہ اٹھ جائے۔ مگر بدنصیبی ہمیشہ بھیس بدل کر دھوکہ دیتی ہے۔ ماروی اپنی دھن میں بولے جا رہی تھی۔ اسے سلطان کا خیال ہی نہ آیا جو اس کے دکھ سے بے کل ہو گیا تھا۔ اس کی سہری کالی آنکھوں میں بے چینی کی ناؤ غوطے لگا رہی تھی۔ ماروی نے اچانک سوال کیا۔

تم ۔۔۔۔ تمہاری شادی ہو گئی سلطان ۔۔۔۔

جی ۔۔۔۔ وہ ایکدم شرما گیا ۔۔۔۔ نہیں جی پر ۔۔۔۔ پر ۔۔۔۔

پر کیا ۔۔۔۔ وہ موڈ بدل کر بولی۔

پر جی دل مل گیا ہے جی ۔۔۔۔

اچھا ۔۔۔۔ کیا کوئی پسند آ گئی۔

جی ۔۔۔۔ وہ اپنے انداز میں سر جھکا کر بولا۔

کیسی ہے ۔۔۔۔ اب کی بار وہ دلچسپی سے بولی اسے نہ جانے کیوں سلطان میں

www.pdfbooksfree.pk

سفیر کی مٹی دکھائی دیتی تھی۔ اپنائیت کی، اپنے پن کی، قربت کی اور اپنے دیس کی۔

بڑی سوہنی ہے جی۔۔۔۔ بڑی سندر ہے۔۔۔۔ وہ شرما رہا تھا اس کا سانولا رنگ۔ چمک اٹھا۔

کیا نام ہے۔۔۔۔ اس نے پھر مسکرا کر سوال کیا۔

جی۔۔۔۔ ملکہ۔۔۔۔ سلطان کی ملکہ۔۔۔۔

واہ۔۔۔۔ کیا میچ ہے میرا مطلب ہے سوچ سمجھ کر نام رکھا ہے۔ تمہارے قبیلے کی ہے۔۔۔۔

انسانوں کے قبیلے کی ہے جی۔۔۔۔ وہ سنجیدہ لہجے میں بولا۔

ہنہ۔۔۔۔ اچھا تو کب کر رہے ہو شادی۔

بس جی ہونے والی ہے۔۔۔۔ وہ مسلسل شرما رہا تھا ماروی کو اچھا لگ رہا تھا۔

بہت مبارک ہو تمہیں۔۔۔۔ خدا کرے کہ وہ تمہیں بہت ساری خوشیاں دے اتنی کہ دامن تنگ پڑ جائے۔ ماروی نے سچے دل سے دعا دے ڈالی۔

بی بی۔۔۔۔ وہ سر اٹھا کر بولا یہ جو تیرے گلے میں چٹی زنجیر ہے نا۔۔۔۔ یہ بڑی پیاری ہے۔۔۔۔ وہ زنجیر پر نظر ڈال کر بولا۔

یہ میری بہن کی نشانی ہے۔ ماروی نے زنجیر کو چھوتے ہوئے اسے بتایا۔

بی بی مجھے ایسی زنجیر بنوا دے میں۔۔۔۔ اسے دوں گا جی۔۔۔۔ اپنی ہونے والی گھر والی کو۔۔۔۔ ملکہ کو۔۔۔۔ وہ اشتیاق سے بول رہا تھا۔

ماروی ایک دم سوچ میں پڑ گئی۔ یہ زنجیر تو سنار چاچا نے بنائی تھی۔ یہاں شہر میں تو وہ کسی سنار کو نہیں جانتی تھی اور پھر پتہ نہیں ایسی چیز یہاں کوئی بنا پائے یا نہ۔۔۔۔ مگر سلطان یہ تو میرے گاؤں کے سنار نے بنائی تھی۔۔۔۔ یہاں شہر میں تو۔۔۔۔ ماروی بات بناتے لگی۔

اچھا جی۔۔۔۔ چلو جی ٹھیک ہے۔۔۔۔ وہ بے دلی سے بولا۔

ماروی کو اس کا یہ انداز اچھا نہ لگا اس نے پہلی بار سلطان کی آنکھوں میں مایوسی دیکھی تھی۔ اس نے بغیر کچھ سوچے سمجھے وہ زنجیر اتاری اور سلطان کے آگے کر دی۔ اچھا تو

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material
www.booktube.net
www.urdutube.net
www.urdumovies.net

پھر یہ تم لے لو ہلکہ میری طرف سے اپنی ملکہ کو یہ تحفہ دے دینا۔۔۔۔ سلطان کی باچھیں خوشی سے کھل گئیں۔

جی بڑی مہربانی بی بی۔۔۔۔ وہ دیکھے گی تو بڑی خوش ہو جائے گی۔ سلطان نے اس کے ہاتھ سے وہ زنجیر لے لی۔

سلطان کو وہ زنجیر پکڑاتے وقت اس نے آخری بار اس کے کنڈے کو چھوا جو سونے کا تھا اسے ٹھنڈک سی محسوس ہوئی۔ یہ تو زینب کی آخری نشانی تھی اس وادی کی آخری یادتھی اس کے پاس۔ مگر اب وہ سلطان کو دے چکی تھی اب سوچنے سے کیا فائدہ تھا۔

اگلے دن اسے جو تحفہ ملا وہ اس کی توقع کے اس قدر خلاف تھا کہ ایک پل کو وہ ڈر گئی کون تھا جو اسے اتنا جانتا تھا۔ پہلے سفید گلدستے میں ایک نیلا پھول اور اب یہ۔ وہ ضرور کوئی بھیدی تھا ورنہ ماروی کو اس کی پسند کون یاد دلا سکتا تھا۔

وہ سنگ مرمر سے تراشا ہوا سفید تاج محل تھا جس کا سائز 16 انچ کے نیلی ویژن کے برابر تھا۔ کاغذ ہٹاتے ہی اس کی آنکھوں میں روشنی سی بھر گیا۔ چوکیدار بابا کا چھوٹا لڑکا وہ پیک کیا ہوا تاج محل اس کے کمرے میں دے گیا تھا۔ ماروی نے جیسے ہی اسے دیکھا اس کا اندر کا سانس اندر اور باہر کا باہر رہ گیا۔ انیتا بھی اپنے بستر پر بیٹھی ٹکر ٹکر اس عمارت کو دیکھ رہی تھی۔

اس کی آنکھوں میں عجیب سی چمک تھی۔ آگے بڑھ کر اس نے سائیڈ پر لگے ایک کاغذ کے پرزے کو اٹھا کر پڑھا لکھا تھا اسفند یار۔۔۔۔ مان لو ماروی کہ اسفند تمہارے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گیا ہے تمہارے پسندیدہ رنگ کے پھول اور اب تمہاری پسند کی یہ عمارت۔ لگتا ہے وہ تمہیں بہت قریب سے جانتا ہے۔۔۔۔ مگر حیرت ہے کہ سامنے نہیں آتا۔

مجھے حیرت اسی بات پر ہے کہ وہ یہ سب کیسے جانتا ہے۔ ماروی کی نظریں مسلسل اس عمارت پر تھیں حقیقت تو یہ تھی کہ اس ماڈل پر سے نظریں ہٹانے کو دل ہی نہ چاہ رہا تھا۔

اس دن سے اس نے سنجیدگی سے اسفند کے بارے میں سوچا اس کا خط نکال کر کئی

www.pdfbooksfree.pk

بار پڑھا۔ جس میں صاف لکھا تھا کہ وہ اس سے مل نہیں سکتا۔ کیا مجبوری ہو سکتی تھی یہ بات اس نے کئی بار سوچی آفس کے فارغ اوقات میں بھی اس کا ذہن انہی خیالات میں الجھا رہا۔ ہاسپٹل واپس آئی تو انیتا کے پاس ایک خط موجود تھا۔

ابھی ابھی تمہارے لیے آیا ہے۔۔۔۔ مجھے پورا یقین ہے کہ اسفند کا ہے۔۔۔۔ جلدی کھولو۔۔۔۔ وہ بے چینی سے بولی۔

مگر تمہیں یقین کیسے ہے۔۔۔۔ وہ لفافہ چاک کرتے ہوئے بولی۔

پچھلی بار بھی یہی لفافہ آیا تھا۔ سفید لفافہ جس کے کونے میں دو چھوٹے چھوٹے نیلے ستارے بنے ہوئے تھے۔ ماروی نے خط پڑھنا شروع کیا۔

مس ماروی۔۔۔۔

جانتا ہوں جو تحفہ آپ کو بھیجا ہے آپ اس کی قدر کریں گی۔ یہ محبت کی یادگار عمارت ہے اور مجھے بے حد پسند ہے۔ نہیں معلوم آپ کو پسند ہے یا نہیں۔ بس یہ مت سوچیے گا کہ یہ کسی کا مقبرہ ہے۔ بلکہ یہ کسی کی حسین خواہش کا حسین عملی جامہ ہے۔

ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔ آپ اتنی اداس کیوں رہتی ہیں آپ کا غم میرے دل کو بہت جلاتا ہے۔ کاش میں آپ کے ہر دکھ کو اپنی باہوں میں سمیٹ کر امر ہونے کی طاقت رکھتا مگر مجبور ہوں میں آپ کے لائق نہیں ہوں۔ آپ میں اور مجھ میں زمین آسمان کا فرق ہے میری دنیا تنگ دلوں اور تنگ دستوں کی دنیا ہے اور آپ قدرت فطرت محبت اور پاکیزگی سے گندھا ہوا سمندر۔۔۔۔ یقین مانیے اس دل کو رواجی پن سے نفرت تھی آپ کی محبت میں اس قدر رواجی ہو جاؤں گا اگر پتہ ہوتا تو زندگی کا پہلا کام ہی آپ کی پرستش ہوتا۔

اسفند یار

ہا۔۔۔ ماروی۔۔۔ یہ بندہ تو سیریس ہو گیا۔۔۔ انیتا خط سن کر حیرت سے بولی۔

لیکن انیتا وہ مجھے اتنے قریب سے کیسے جانتا ہے۔ میں خوش ہوں یا دکھی اسے کیسے پتہ چل جاتا ہے۔۔۔۔ انیتا یہ تو مجھے ڈرائے دے رہا ہے۔۔۔۔ ماروی کی انہی سوچوں میں انیتا بھی شامل تھی۔

www.pdfbooksfree.pk

اگلے دن سے اس نے اپنے اردگرد پر سختی سے نظر رکھنا شروع کی مبادا کسی آنکھ میں کوئی چمک دیکھ سکے کسی نظر میں کوئی کہانی پڑھ کر۔ پہچان لے مگر وہ کامیاب نہ ہو سکی۔

وہ اسفند کو ڈھونڈنا چاہتی تھی روبرو بیٹھ کر اس کی وہ باتیں سننا چاہتی تھی جو وہ خط میں لکھتا تھا۔

ماروی غیر محسوس انداز میں بہت وقت اس کے بارے میں سوچنے لگی مگر اس کا ذہن الجھتا جاتا اس نے کیوں لکھا تھا کہ وہ ماروی کے قابل نہیں ہے۔ ماروی اس کے خط کئی بار پڑھ چکی تھی اور کئی بار خوش ہوئی تھی کہ زندگی میں کوئی ہے جو اس کے لئے سوچتا ہے اس کے بارے میں اپنے دل میں کچھ رکھتا ہے۔

ایک دن انیتا اسے شاپنگ کے لیے مارکیٹ لے گئی ماروی ملک صاحب کے کہنے کے مطابق ہاسپٹل سے زیادہ دور جانا نہیں چاہتی تھی لیکن انیتا کو وہ کئی دن سے انکار کر رہی تھی اس کے پاس اب کوئی بہانہ بھی نہ تھا سو مجبوراً اسے اس کے ساتھ آنا پڑا۔

انیتا کے گلے کی سونے کی چین ٹوٹ گئی تھی وہ دونوں ایک جیولری کی دوکان میں داخل ہوئیں چین دینے کے بعد انیتا دوکان کے مالک سے سونے کے ریٹ کے بارے میں بات کر رہی تھی کہ ماروی کی نظر سامنے پڑی ایک انگوٹھی پر جا ٹکی۔

نیلا رنگ شائید وہ نیلم تھا سونے کی انگوٹھی میں بہت حسین نیلم سے آرائش کی گئی تھی۔ ایسی کہ ماروی نظر ہٹانا بھول گئی۔ وہ اس کا دل کاٹ چکا تو دوکاندار سے ماروی نے وہ انگوٹھی نکالنے کو کہا۔ دوکاندار نے انگوٹھی نکال کر اس کے آگے کر دی۔

ماروی نے الٹ پلٹ کر دیکھی انگلی میں ڈال کر جب اس نے ہاتھ سامنے کیا تو دوکان میں موجود بے شمار روشنیوں میں اس کا ہاتھ سنگ مرمر سے زیادہ چمک اٹھا اس انگوٹھی نے اس کے ہاتھ کو سجا دیا تھا یا اس کے ہاتھ نے اس انگوٹھی کو یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو رہا تھا۔

کیا قیمت ہو گی اس کی۔ ماروی نے سادگی سے سوال کیا۔ دوکاندار نے جو قیمت بتائی وہ اس کی پہنچ سے باہر تھی۔ سونے کی قیمت بہت زیادہ تھی۔ زندگی میں پہلی بار ماروی کو پیسے کی اہمیت کا احساس ہوا۔ اگر اس کے پاس اتنے پیسے ہوتے تو وہ ایک پل لگائے

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material
www.booksfree.net
www.urdutube.net
www.urdumovies.net

بغیر وہ انگوٹھی خرید لیتی۔ اس نے انگوٹھی واپس کر دی انیتا کی چین جڑ چکی تھی وہ پیسے انہیں تھما کر باہر نکل آئیں۔

آئی ایم سوری ماروی۔۔۔۔ باہر نکلتے ہی انیتا نے ہولے سے ماروی سے کہا۔ سچ اگر میرے پاس اتنے پیسے ہوتے تو میں پیچھے کی فکر کیے بغیر وہ انگوٹھی تمہیں لے دیتی۔۔۔۔ مجھے پتہ ہے تمہیں سونے کی انگوٹھی سے زیادہ اس میں لگے نیلم atract کیا تھا۔

ارے نہیں انیتا۔۔۔۔ بس وہ تو اچھی لگ رہی تھی۔۔۔۔ مگر میں اتنی مہنگی چیز کی حفاظت نہ کر سکوں گی۔ میری لاپرواہ طبیعت سے تو واقف ہو تم۔۔۔۔ ماروی نے مسکرا کر جواب دیا۔

لیکن دل میں وہ ٹھان چکی تھی کہ تنخواہ ملتے ہی وہ اسے ضرور خرید لے گی۔

اگلے ہی دن اسے ایک چھوٹا سا پارسل ملا۔ وہ جانے کے لئے بالکل تیار کھڑی تھی۔ خاکی رنگ کے لفافے کو کالے رنگ کی ٹیپ سے بڑے بے ڈھنگے طریقے سے باندھ رکھا تھا۔ ماروی نے بڑی مشکل سے اسے کھولا باہر اسفند کا نام وہ پہلے ہی پڑھ چکی تھی۔ اندر سے جو چیز برآمد ہوئی وہ ماروی کو ڈرانے کو کافی تھی ماروی کے منہ سے ہلکی سے چیخ بھی نکلی۔ انیتا اس کی آواز سن کر واش روم سے باہر آ گئی تھی۔

کیا ہوا۔ اس نے ماروی کو دیکھا جو ہونق انداز میں بیڈ پر پڑی کسی چیز کو گھور رہی تھی انیتا نے نظر ڈالی اور حیرت سے آگے بڑھ کر وہ انگوٹھی اٹھالی۔

یہ تو۔۔۔۔ یہ تو وہی ہے۔۔۔۔ کہاں سے آئی کون لایا۔۔۔۔ انیتا بے یقینی سے اسے الٹ پلٹ رہی تھی۔ ہاں۔۔۔۔ ماروی کے منہ سے نکلا۔

کہیں اسفند نے تو۔۔۔۔ انیتا نے اندازے سے Guess کیا جو ٹھیک تھا۔

ہاں۔۔۔۔ ہاں انیتا۔۔۔۔ وہ کل ہمارے ساتھ تھا وہیں۔۔۔۔ مارکیٹ میں۔۔۔۔ یاد کرو انیتا۔۔۔۔ یاد کرو جب ہم انگوٹھی دیکھ رہے تھے تو۔۔۔۔ ماروی بے چینی سے ہاتھ ملتی ہوئی بولی۔ انگوٹھی انیتا کے ہاتھ میں تھی۔

لیکن میں نے تو دوکان سے باہر دیکھا ہی نہیں تھا۔۔۔۔ وہ سادگی سے بولی تھی۔

www.pdfbooksfree.pk

دیکھا تو میں نے بھی نہیں تھا۔۔۔۔اور کیوں نہیں دیکھا تھا۔۔۔۔وہ ہاتھ پر ہاتھ مار کر جھنجھلا کر بول اٹھی۔

آئیڈیا۔۔۔۔انیتا نے چٹکی بجا کر کہا ماروی نے اسے دیکھا تو وہ چند لمحے رک گئی۔

تم اس کے بارے میں جاننا چاہتی ہو تا کہ وہ کیسا ہے۔

ہاں۔۔۔۔ماروی نے اثبات میں سر ہلایا

تو چلو یار۔۔۔۔یہ بالکل وہی انگوٹھی ہے اس دوکان والے سے جس نے خریدی ہم اس کے بارے میں اس دکان والے سے تو پوچھ سکتے ہیں کہ کیسا تھا کون تھا۔ کچھ نہیں تو حلیہ تو پتا چلے گا۔

پھر ہم دیکھ لیں گے کہ آپ کے یہ عاشق میاں کتنے پانی میں ہیں۔ ہماری چاندسی ماروی کے قابل بھی ہیں یا نہیں۔ انیتا خوشگوار مسکراہٹ کے ساتھ اپنے بال تولیے سے خشک کرتی ہوئی بولی۔ چلو پھر۔۔۔۔ماروی جلدی سے بولی۔

ابھی۔۔۔۔ابھی تو نو بجے ہیں انیتا نے حیرت سے کہا ماروی جھینپ گئی اس نے احتیاط سے انگوٹھی اسی کاغذ میں لپیٹ کر سنبھال دی۔ یادیں اور نشانیاں بڑھتی جا رہی تھیں نہ جانے کونسی منزل کا تعین کرنے والی تھیں نہ جانے اسے ڈرنا چاہیے تھا یا خوش ہونا چاہیے تھا ہمیشہ سے بے یقینی کی ناؤ میں غوطے لگاتی ماروی بازار کھلنے کے انتظار میں اپنے بیڈ پر بیٹھ گئی۔

دوکاندار سے ماروی نے انگوٹھی کے بارے میں سوال کیا اس کی نظریں شوکیس پر تھیں جہاں وہ انگوٹھی کل تھی آج نہیں تھی۔

وہ تو کل ہی بک گئی میڈم۔۔۔۔دوکاندار نے ادب سے جواب دیا۔

کس نے خریدی۔۔۔۔انیتا نے سوال کر ڈالا۔

کیوں میڈم کوئی خاص بات۔۔۔۔دوکاندار نے پھر مودبانہ انداز میں پوچھا۔

نہیں تو۔۔۔۔بس میں وہ خریدنا چاہتی تھی۔۔۔۔ماروی جلدی سے بولی۔

تو میڈم ہم آپ کو بالکل ویسی ہی اور بنوا دیتے ہیں۔ آپ آرڈر لکھوا دیں

www.pdfbooksfree.pk

ماروی کی سمجھ میں نہ آیا کہ کیا جواب دے کہ انیتا بول اٹھی۔۔۔۔نہیں دراصل کچھ دیر بعد ہم شہر سے باہر جا رہے ہیں۔ہمیں بس وہی چاہیے تھی۔کیا آپ خریدنے والے کا ایڈریس بتا سکتے ہیں۔انیتا نے شاطرانہ انداز میں لاپرواہی سے پوچھا۔

No میڈم ہمارے پاس نئے کسٹمرز کا ایڈریس نہیں ہوتا۔جہاں تک اس انگوٹھی کا تعلق ہے تو مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ یہ کس نے لی ہے لیکن نہ تو اس کا ایڈریس ہے نہ فون نمبر۔۔۔۔وہ کچھ عجیب سا شخص تھا۔مجھے اچھی طرح یاد ہے آپ لوگوں کے جانے کے فوراً بعد وہ آ گیا تھا۔۔۔۔اور مجھ سے کہنے لگا کہ ان بی بی نے کیا پسند کیا ہے۔۔۔۔اس نے ماروی کی طرف اشارہ کر کے کہا تو ایک پل کو ماروی شرمندہ ہو گئی مگر اسے ابھی پوری بات سننی تھی۔میں نے وہ انگوٹھی اسے دکھائی تو اس نے وہ خرید لی۔دوکاندار کا لہجہ ذومعنی ہو گیا تھا ماروی کو اس کا لہجہ برا لگا۔

یہ تو آپ نے بڑی عجیب بات بتائی ہے اب تو اس کے بارے میں جاننا اور زیادہ ضروری ہو گیا ہے۔۔۔۔آپ اس کا حلیہ تو بتائیے۔۔۔۔انیتا نے بھی ڈھٹائی میں حد کر دی تھی۔

جی وہ کوئی چھ فٹ کا چوڑے شانوں والا نہایت کالے رنگ کا آدمی تھا۔۔۔۔آف وائیٹ شلوار قمیض تھی۔ہاتھ میں ایک انگوٹھی پہنی ہوئی تھی۔وہ بول رہا تھا اور کالے رنگ سے نہ جانے کیوں ماروی کے ذہن میں صرف سلطان کا چہرہ گھوم گیا۔

سلطان۔۔۔۔وہ جب باہر آئی تو اس کی زبان سے نکلا۔

سلطان کون سلطان۔۔۔۔انیتا نے حیرت سے پوچھا۔

وہی آلو چھولے والا۔۔۔۔جو ہاسٹل کے سامنے کھڑا ہوتا ہے۔میں نے تمہیں بتایا تھا جو پہلے فقیر تھا۔۔۔۔ماروی حیرت سے بول رہی تھی۔

کم آن ماروی۔۔۔۔ایک فقیر ایک آلو چھولے بیچنے والا تمہیں اتنی مہنگی انگوٹھی وہ سنگ مرمر کا ماڈل اور اس قدر حسین پھول کیسے بھیج سکتا ہے۔ایک ان پڑھ جاہل سے تم کیسے توقع کر سکتی ہو۔اور پھر اسفند کی تحریر دیکھی ہے۔جیسے کاغذ پر موتی بکھیر دیے ہوں

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material

اور اس کے لفظ اس کی سوچ اس کی باتیں ۔۔۔۔ پلیز ۔۔۔۔ وہ تو کافی پڑھا لکھا لگتا ہے۔ اسے فقیر سے تو مت ملاؤ ایک گھٹیا قسم کے آدمی سے ۔۔۔۔ انیتا روانی سے بول رہی تھی۔

نہیں انیتا ایسا مت کہو ۔۔۔۔ اس کا چہرہ بے شک کالا ہے مگر اس کا دل تو اجلا ہوگا بالکل میرے اور تمہارے دل کی طرح۔ اس کے دل میں بھی وہی خواہشیں آتی ہوں گی جو سب کے دل میں آتی ہیں کسی کو چاہنے کی کسی کو پانے کی وہ بھی اپنے اسی دل سے اسی خدا کو یاد کرتا ہوگا جس سے میں تم یا ہم سب کرتے ہیں۔ ماروی بات کو بہت دور لے گئی۔

اچھا بس فلسفہ مت جھاڑو ۔۔۔۔ مجھے ان باتوں سے دلچسپی نہیں ہے۔ حیرت اس بات پر ہے۔

کہ تمہارے ذہن میں سلطان کیسے آ گیا۔ دنیا میں ایک اسی کا کالا رنگ نہیں ہے۔ وہ سواری کی تلاش میں نظر دوڑاتی ہوئی بولی۔

ہاں یہ تو ہے۔ سلطان تو واقعی ایک ان پڑھ انسان ہے۔ میں اسے جانتی ہوں۔ ویسے بھی وہ تو ملکہ کا دیوانہ ہے ۔۔۔۔ وہ ہولے سے ہنسی اس کی ہنسی میں نہ جانے کیوں دکھ سا سمٹ آیا۔

لیکن ایک بات ہے جو حلیہ دوکاندار نے بتایا اس کو سن کر تو اچھا ہی ہے کہ اسفند تم سے نہ ملے میں تو اس شخص کو فیل قرار دیتی ہوں۔ صحیح کہتا ہے کہ تمہارے قابل نہیں ہے۔

انیتا کی صحیح بات کا ماروی کوئی جواب نہ دے سکی تھوڑی دیر میں وہ ہاسٹل واپس پہنچ گئیں۔

اسفند کے خط برابر آتے رہے۔ وہ اکثر ایسی باتیں کر جاتا جو ماروی کو حیران کر دیتیں۔ مگر آہستہ آہستہ ماروی ان خطوں کی عادی ہوتی جا رہی تھی۔ اگر اس کا خط کچھ دن نہ آتا تو وہ بے کل سی رہتی۔ انیتا نے ان خطوں میں دلچسپی لینی بند کر دی تھی۔ ماروی اس کی باتوں سے اکثر خوشی کشید کرتی رہی اس طرح اس نے اپنے خوش رہنے کا طریقہ ڈھونڈ لیا تھا۔ منزل اور انجام کی پرواہ کیے بغیر اسفند اس کی زندگی میں ہولے ہولے داخل ہو چکا تھا۔

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material

سلطان بھی اب کبھی کبھی ہی نظر آتا تھا اس سے بات کرنے کا زیادہ موقع بھی نہ ملتا تھا انیتا کو آئے بھی دو ماہ ہو چلے تھے ماروی کو بس ہر صبح اسفند کے خط کا انتظار رہتا وہ ماروی کی شان میں قصیدے لکھتا کبھی پھولوں کی باتیں کرتا کبھی چاندنی رات کے قصے سناتا اور کبھی ٹھنڈی ہواؤں کی راگنی گاتا کبھی گھٹاؤں کی کہانیاں ہوتیں اور کبھی سمندروں کی روانی سے دل بہلاتا اس کا ہر خط ایک نئی کہانی ہوتا اس کا انداز بیان اس قدر خوبصورت تھا کہ ماروی ایک پل کو ہی سہی خوشی سے نہال ضرور ہو جاتی تھی مگر اس سے نہ ملنے سے بے چین بھی رہتی تھی۔

ایک رات جب موسلا دھار بارش پڑ رہی تھی اندازہ یہی تھا کہ یہ بارش سردی کو اور بڑھا دے گی۔ انیتا جو بستر میں دبکی مونگ پھلیاں کھا رہی تھی ابھی چند دن پہلے ہی اس نے ایک کلر ٹی وی لا کر کمرے میں رکھ چھوڑا تھا ٹی وی کے پروگرام سے لطف اندوز بھی ہو رہی تھی لیکن وقتاً فوقتاً سر اٹھا کر ماروی کو بھی ٹوک دیتی جو پچھلے آدھے گھنٹے سے کھڑکی کھولے گرم شال جسم سے لپیٹے بارش سے لطف اندوز ہو رہی تھی ماروی نے مسکرا کر انیتا کے کسی سوال کا جواب دیا ایک نظر ٹی وی پر ڈالی اور دوبارہ باہر دیکھنے لگی ایسے میں اسے سامنے باغ کے ایک کونے میں ایک بڑی سی پوٹلی پڑی نظر آئی۔ اس نے مزید غور کیا تو اسے محسوس ہوا کہ دو آنکھیں اس کی طرف اٹھی ہوئی ہیں۔ باغ کی روشنی قدرے مدھم تھی اس نے چند لمحے میں ہی پوٹلی میں حرکت سی ہوتی محسوس کر لی وہ یقیناً کوئی انسان ہی تھا جو سردی کی بارش میں ٹھٹھر رہا تھا ہمدردی سے ماروی کا دل بھر گیا۔ اس لمحے تو اس نے خود پر شکر بھیجا کہ پرانی ہی سہی اسے سر چھپانے کو ہاسٹل کی چھت تو میسر ہے وگرنہ لوگوں کو تو گرم سرد سے بچنے کو چھت بھی میسر نہیں ہوتی۔

انیتا۔۔۔۔ دیکھو۔۔۔۔ ماروی نے پلٹ کر اسے پکارا۔

کیا ہے۔۔۔۔ انیتا نے اچک کر اسے دیکھا۔

سامنے کوئی ہے جو بارش میں بھیگ رہا ہے۔ وہ تیزی سے بولی۔

تو بھیگنے دو تمہارا کیا جا رہا ہے۔ اب کے انیتا بے زاری سے مونگ پھلی منہ میں رکھتے ہوئے بولی۔

www.pdfbooksfree.pk

ماروی نے مڑ کر اس کی طرف دیکھا۔۔۔۔کس قدر سنگ دل ہو تم۔۔۔۔

اس میں سنگ دلی والی کیا بات ہے۔۔۔۔اپنے کمرے میں تو لانے سے رہے ۔۔۔۔وہ بھنک کر بولی۔

ہاں ٹھیک ہے لیکن نیچے سیڑھیوں کے پاس خالی جگہ پڑی ہے اسے وہاں اٹھایا جا سکتا ہے۔ماروی ارادہ باندھتے ہوئے دروازے کی طرف بڑھی۔

مگر ایسے لوگ تخریب کار ہوتے ہیں۔انیتا اچانک ڈرانے والے لہجے میں لاپرواہی سے بولی تھی۔

وہ بیچارہ غریب کوئی بوڑھا آدمی لگ رہا ہے۔۔۔۔ماروی اپنے انداز سے بولی۔۔۔۔اور اب تم یہ مت کہنا شروع کر دینا کہ وہ بم رکھنے آیا ہے۔۔۔۔ماروی نے دروازہ کھولا ہی تھا کہ انیتا پھر بول اٹھی اور نہیں تو کیا۔۔۔۔اگر وہ بم رکھ گیا تو۔۔۔۔ہم تو گئے۔

شٹ اپ۔۔۔۔ماروی انیتا کی گول گول گھومتی آنکھوں سے محسوس کر گئی کہ انیتا اس کی مہربان طبیعت کا مذاق اڑا رہی ہے لیکن وہ اسے نظر انداز کر گئی وہ وہی کرنا چاہتی تھی جو اس کا دل کہہ رہا تھا۔

اس نے سوچا تھا کہ چوکیدار بابا سے اس آدمی کو اندر بلوا لے گی مگر گیٹ بھی بند تھا اور چوکیدار بھی موجود نہیں تھا۔ماروی نے ادھر ادھر نظر دوڑائی مگر بابا کہیں نظر نہ آیا۔ادھر بارش مسلسل بڑھ رہی تھی اس قدر شدت تھی کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دے رہا تھا ماروی دل میں سوچ سوچ کر دکھی ہو رہی تھی کہ وہ جو بھی تھا بارش اور سردی میں ٹھٹھر رہا ہوگا۔اچانک ہی ماروی نے بارش کی پرواہ نہ کرتے ہوئے خود گیٹ کھولا اور باہر نکل آئی۔تیز بارش نے اسے فوراً بھگونا شروع کر دیا وہ سڑک پار کر کے بمشکل اندھیرے کو چیرتی اس شخص تک پہنچی پہلی نظر میں ہی ماروی نے اس کا جائزہ لے لیا تھا۔وہ ایک ادھیڑ عمر انسان تھا ستر اسی سے کم کسی صورت نہ تھا اس کی بھنویں تک سفید ہو چکی تھیں۔کھچڑی سفید اور کچھ کالے بالوں اور بے ہنگم سی داڑھی میں وہ عجیب و غریب لگ رہا تھا۔کچھ بارش نے حلیہ بگاڑ رکھا تھا عام حالات میں تو ماروی اس سے ڈر سکتی تھی لیکن اس نے دل کڑا کر کے اس کو پکارا ''بابا''

www.pdfbooksfree.pk

۔۔۔۔اس آدمی نے پلاسٹک کے چھوٹے سے ٹکڑے سے خود کو بارش سے بچا رکھا تھا جب کہ بڑی سی کالی چادر مکمل طور پر پانی سے بھیگ چکی تھی جو اس نے اوڑھ رکھی تھی۔

''بابا۔۔۔۔اٹھو بابا'' ماروی نے تقریباً چیخ کر کہا بارش کے شور میں آواز سنائی نہ دے رہی تھی اس نے بمشکل اپنی آنکھیں کھولیں اور ماروی کی طرف چندھیاتی آنکھوں سے دیکھا۔

اٹھو بابا۔ یہاں بارش ہو رہی ہے۔۔۔۔سائے کی جگہ پر آ جاؤ۔

شائید وہ ٹھیک سے ماروی کی بات نہ سن سکا اس لئے اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ ماروی پوری پانی میں بھیگ چکی تھی اس نے بابا کو بازو سے پکڑا اور اسے تقریباً گھسیٹتی ہوئی ہاسٹل کے گیٹ تک لانے میں کامیاب ہوگئی۔ وہ ہانپ سی گئی ایک جگہ بیٹھ کر اس آدمی نے اپنے منہ پر ڈھکا ہوا پلاسٹک کا ٹکڑا ہٹا دیا ماروی کو اس کے کھچڑی بالوں اور کھچڑی داڑھی سے ڈر سا لگا مگر وہ دل کڑا کر کے بولی۔

وہاں کیوں بھیگ رہے تھے بابا کسی سائے میں کیوں نہیں بیٹھے۔ ماروی نے چادر جھٹک کر دوبارہ اوڑھی اور بالوں پر ہاتھ پھیرا اس کا سارا چہرہ پانی میں تر تھا اسے سردی لگنے لگی تھی۔

سایہ۔۔۔۔کہاں ہے سایہ۔۔۔۔وہ اپنی گھٹی ہوئی آواز میں بولا تھا۔

آنکھیں کھول کر دیکھو بابا۔۔۔۔میں تمہیں یہاں برآمدے میں لے آئی ہوں۔۔۔۔یہاں سایہ ہے۔۔۔۔اچھا۔۔۔۔سایہ ہے۔۔۔۔وہ آنکھیں چندھیا کر بولا۔

ہاں بابا۔۔۔۔تم بہت بھیگ گئے ہو۔۔۔۔میں تمہارے لئے چادر لاتی ہوں۔۔۔۔ماروی فوراً اوپر گئی اور اپنی نئی شال انیتا کے منع کرنے کے باوجود اٹھا لائی۔

''لیجئے! یہ لو بابا''

www.pdfbooksfree.pk

بابا نے فوراً چادر اپنے اردگرد لپیٹ لی، لگتا تھا اسے بہت سردی لگ رہی تھی، اب اس کی نگاہیں ماروی کی جانب تھیں اس نے کہیں سے نکال کر موٹے عدسوں کی عینک لگالی جو کافی میلی تھی۔ اور زمانہ قدیم کی لگ رہی تھی۔ شیشے کے پیچھے سے اس کی بڑی بڑی آنکھیں اور بھیانک لگنے لگیں، اب وہ غور سے ماروی کے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔

جیتی رہو۔۔۔۔ بال بچے سلامت رہیں۔۔۔۔ وہ دعائیہ انداز میں بولا۔

ماروی اس کی بات سن کر ہنس پڑی، لیکن بابا میری تو شادی بھی نہیں ہوئی۔

نہیں ہوئی۔۔۔ چلو ہو جائے گی۔۔۔ اس نے ہاتھ اٹھا کر دعائیہ انداز میں کہا۔

''اچھا بابا۔۔۔ تم اتنی سردی اور اتنی بارش میں کیوں بھیگ رہے تھے''۔۔۔۔

ماروی اپنے گرد لپیٹتے ہوئے بولی۔

چاند کا انتظار کر رہا تھا۔۔۔ بڑی دیر میں نکلتا ہے نا چاند۔۔۔۔

چاند!۔۔۔ مگر آسمان پر تو بادل ہیں، بارش ہے۔۔۔۔ اس وقت چاند کہاں بابا۔

ماروی نے حیرت سے کہا۔

چاند چاند میں فرق ہوتا ہے۔۔۔۔ وہ باہر کی طرف آسمان کو دیکھتا ہوا بولا۔

کیا فرق بابا؟۔۔۔۔ کیا ہوتا ہے فرق۔۔۔۔ ماروی اس کے فلسفیانہ انداز پر مسکرائے بغیر نہ رہ سکی کہ وہ اس عمر میں بھی ایسی معنی خیز باتیں کر سکتا تھا۔

چھوڑو۔۔۔۔ اچھا تمہاری بڑی مہربانی کہ تم نے مجھے بھیگنے سے بچا لیا۔۔۔۔ ورنہ شاید میں اس بارش میں ٹھٹھر کر مر جاتا۔۔۔۔ تم نہ آتیں تو میں کب کا مر چکا ہوتا۔۔۔۔ بڑا احسان ہے تمہارا۔

بابا یہ تو میرا فرض تھا۔۔۔۔ ماروی خوش ہو کر بولی۔

www.pdfbooksfree.pk

باہر بارش ہلکی ہوگئی تھی چوکیدار بابا بھی آ گیا۔ ماروی نے اسے بتا دیا کہ وہ بابا بارش میں بھیگ رہا تھا۔ ایسے میں بابا بیچ میں بول اٹھا۔ اب چلتا ہوں۔۔۔۔ دیر ہو جائے گی۔

مگر بابا تم نے یہ نہیں بتایا کہ تم اتنی بارش میں گھر سے باہر کیوں نکلے تھے۔ کیا تمہارے گھر والوں نے تمہیں نہیں روکا۔۔۔۔ یا کوئی کام تھا ماروی نے ملاحیت سے پوچھا۔

میرا کوئی نہیں ہے۔۔۔۔ گھر سے پریشان ہو کر نکلا تھا۔۔۔۔ دل کو چین نہیں آ رہا تھا چاند جو نظر نہیں آیا تھا۔ اسی لیے بارش میں نکل آیا۔

مگر آسمان پر چاند نہیں نکلا بابا۔۔۔۔ ماروی بے زاری سے بولی اس کی باتیں جو عجیب تھیں۔

ہاں آسمان پر نہیں ہے۔۔۔۔ مگر میری جھولی میں تو ہے۔۔۔۔ بابا اپنی جھولی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا اس کا انداز پاگلوں والا تھا۔

ماروی بیٹی مجھے تو یہ کوئی سنکی بڈھا لگتا ہے، بارش تھم چکی ہے اسے جانے دو۔۔۔۔ چوکیدار نے ماروی کے کان میں سرگوشی کی۔

اچھا میں چلتا ہوں۔۔۔۔ کیا یہ چادر لے جاؤں؟۔۔۔۔ بڑی سردی لگ رہی ہے۔۔۔۔ شاید مجھے یہی پناہ دے دے، اس نے اجازت طلب کی۔

ہاں بابا لے جاؤ تمہارے لیے ہی تو اوپر سے لائی تھی، ماروی اپنی اس نیلی چادر کو دیکھتی ہوئی بولی جو اس نے دو دن پہلے ہی تنخواہ ملنے پر خریدی تھی۔ مگر اب وہ اسے بابا کے حوالے کر چکی تھی۔

بابا لاٹھی ٹیکتا آہستہ آہستہ سڑک پر چلتا ہوا اندھیرے میں گم ہو گیا اور ماروی اپنے کمرے میں آ گئی، انیتا نے اس کی اس رحم دلی پر اسے دو چار باتیں بھی سنائیں مگر ماروی خاموش رہی۔۔۔۔ وہ اپنی ملن سار اور دوسروں پر نچھاور ہو جانے والی طبیعت سے مجبور تھی۔

☆☆☆

www.pdfbooksfree.pk

چند دن بعد انیتا نے اسے ایک اور اشتہار دکھایا۔

بس بی بی اب کہیں نہیں جاؤں گی۔۔۔۔ ہرگز نہیں جاؤں گی۔۔۔۔ ماروی جو اپنے کپڑے استری کر رہی تھی تنک کر بولی۔

کون زبردستی کر رہا ہے، مگر دیکھ تو لو۔۔۔۔ انیتا اخبار لے کر اس کے قریب آ بیٹھی۔

پھر بنگلہ اور پھر گاڑی کی آفر۔۔۔۔ اور پھر تین گنا تنخواہ۔۔۔۔ ماروی اخبار دیکھتی ہوئی بولی۔

انیتا اونچی آواز میں اشتہار پڑھنے لگی۔ ٹی زیڈ انڈسٹریز کو اپنے گھر ایک بچی کی دیکھ بھال کے لیے ٹیچر کم گورنس کی ضرورت ہے، رہائش بچی کے ساتھ ہوگی ضرورت پر چھٹی مل سکتی ہے۔ بہترین تنخواہ کے علاوہ کھانا اور رہائش مفت۔

مجھے نہ تو رہائش کا مسئلہ ہے نہ پیسوں کی ضرورت، ہاسٹل سے تھوڑی دور آفس ہے آنے جانے کا بھی کوئی مسئلہ نہیں۔ اس لیے یہ سب میری ضرورت کو کافی ہے، جب ضرورت بڑھے گی تب ہاتھ پاؤں ماروں گی، ماروی بولی اور اٹھ کر اپنے کپڑے الماری میں رکھنے کے لیے مڑ گئی۔

انیتا نے بھی شاید اس لیے زور نہیں دیا کہ اس کی وجہ سے کچھ دن پہلے ماروی ایک بڑے تجربے سے گزر چکی تھی۔

☆☆☆

اگلے دن آفس سے واپسی پر وہ ہو گیا جس کا تصور ہی ماروی کو ہولا دیتا تھا وہ گاؤں کا اچھا خاصا بااثر آدمی بہادر خان تھا۔ وہ بہادر خان جسے ماروی اور وہ ماروی کو اچھی طرح جانتا تھا۔

ماروی بس کے دروازے پر تھی کہ ایک گاڑی اس کے بہت قریب آ کر رکی، ماروی نے بس میں بیٹھنے کے بعد غیر ارادی طور پر اس کی طرف دیکھا تو اس کا سانس الٹ پلٹ ہونے لگا، خیر ہوئی کہ بس چل پڑی تھی دونوں نے ایک دوسرے کو واضح طور پر دیکھا تھا۔ بہادر خان کی سرخ آنکھیں ماروی کو ڈرا چکی تھیں۔ وہ اس کی برادری کی تھی اور بہادر

www.pdfbooksfree.pk

خان کئی بار ماروی سے ایسی بات کر چکا تھا جو ماروی کو جی جان سے جلا دیتی تھی۔ ماروی ہمیشہ اس سے کنی کترا جاتی تھی حتیٰ کہ بہادر خان نے ایک بار اس سے شادی کا ارادہ بھی ظاہر کیا تھا۔ مگر ماروی اس کے منہ پر تھپڑ رسید کر چکی تھی۔ بہادر خان شاید اس کی تلاش میں اس شہر میں آ گیا تھا۔ اسے موقع مل رہا تھا کہ وہ ہر بدلہ اتار لیتا۔ ماروی نے خوف کے مارے اپنے دوپٹے کو اچھی طرح اپنے چہرے پر لپیٹ لیا تھا۔

وہ ہاسٹل کے قریب اتری تو سرخ گاڑی کو دور سے آتے ہوئے دیکھ لیا۔ ماروی کا دل ایک پل میں کئی بار دھڑکا، اس نے ہاسٹل کا رخ کرنے کے بجائے اس کی پچھلی سائیڈ کا رخ کیا۔ وہ ان گلیوں سے واقف نہیں تھی۔ مگر بہادر خان اس کا پیچھا کر رہا تھا۔ اس لیے اس نے ایک بالکل انجان گلی کا رخ کیا۔ آخری مکان کے برابر والا پلاٹ خالی تھا۔ شام بڑھ رہی تھی۔ ماروی ایک کچی دیوار کے پیچھے چھپ کر بیٹھ گئی۔ گلی میں اکا دکا لوگ گزر رہے تھے۔ ویسے بھی گلی کا اختتام تھا۔ ماروی کے آنسو کئی بار چھل اٹھے، مگر وہ سختی سے اپنی آنکھوں کو مسل دیتی، وہ اس بارے میں سوچنا نہیں چاہ رہی تھی کہ اس پر کیا بیت رہی تھی۔ کیونکہ اگر وہ اس بارے میں سوچے گی تو پھوٹ پھوٹ کر رو دے گی۔ کہیں اس کی آواز کسی نے سن لی تو یہ دنیا کسی کا بھی ایک منٹ کے اندر تماشا بنانے میں ماہر ہوتی ہے۔

فریدہ کا چہرہ اس کی نظروں میں گھوم گیا۔ جب فریدہ چوہدری باپ کی بیٹی ہو کر نہ بچ سکی تھی۔ تو پھر ماروی تو ایک عام انسان تھی نہ باپ نہ ماں نہ بہن نہ بھائی۔ ایک ادا نور محمد اس کی ڈھال کے لیے کس قدر ناکافی تھا اس بات کا احساس اسے اچھی طرح تھا۔ رات گہری ہوتی چلی گئی مگر ماروی کے دل سے ڈر ختم نہ ہوا۔ وہ تین گھنٹے سے اسی جگہ بیٹھی تھی۔ حلق سوکھ کر لکڑی بن گیا تھا۔ سردی کے موسم میں بھی پسینے میں شرابور تھی۔ اس کی آنکھیں رو رو کر سرخ ہو رہی تھیں۔ زندگی نے ایسا کڑا وقت بھی دکھانا تھا۔ کاش اپنی وادی میں ہی موت آ جاتی شہر کی اس اجنبی دنیا میں دربدری تو نصیب نہ ہوتی۔

آخر کار وہ ہمت کر کے وہاں سے نکل آئی۔ خیال یہی تھا کہ بہادر خان تھک ہار کر واپس ہو چکا ہوگا، صبح سے بھوکی تھی۔ آفس میں کچھ کھانے کو دل نہ چاہا تھا۔ سوچا تھا کہ

www.pdfbooksfree.pk

ہاسٹل جا کر کھانا کھائے گی۔ مگر ہاسٹل کے بجائے یہاں آ پہنچی تھی۔

ڈر کے مارے اس سے سیدھا بھی کھڑا نہ ہوا گیا۔ بہت ہمت کر کے ہاسٹل تک آ پہنچی اس نے سوچ لیا تھا کہ اگر وہ اس پل کمزور پڑ جائے گی تو اس کے ساتھ کچھ بھی ہو جائے گا۔ اسے خود کی حفاظت خود کرنی تھی۔ اگر وہ اس حفاظت میں ذرا کمزور پڑ گئی تو خود کو کھو دینا لازمی امر تھا۔ اسی سوچ نے اس کے اندر توانائی بھری تھی وہ ہاسٹل کے گیٹ میں داخل ہو رہی تھی کہ ایک کار زناٹے کے ساتھ سڑک پر سے گزری۔ ماروی نے دہل کے پیچھے مڑ کر دیکھا۔

لال رنگ کی گاڑی بہت آگے جا چکی تھی۔ نہ جانے دل کو یقین سا ہو گیا کہ وہ بہادر خان کی گاڑی ہی تھی۔ کیا وہ لوگ ابھی تک اسے ڈھونڈ رہے تھے اور اب واپس گئے تھے۔ اگر وہ چند لمحوں کی بھی دیر کر دیتی تو اس کے آگے وہ سوچ بھی نہ سکی۔ یا پھر ہاسٹل میں داخل ہوتے ہوئے اسے دیکھ لیتے تو دنیا کی کوئی طاقت اسے بچا نہیں سکتی تھی۔ وہ بھاری قدموں سے اپنے کمرے میں داخل ہو گئی، انیتا نے اسے دیکھتے ہی چین کا سانس لیا۔

کہاں تھیں تم اس قدر دیر کر دی؟۔۔۔ انیتا اسے دیکھتے ہی بول اٹھی۔

ماروی خاموشی سے اپنے بیڈ پر بیٹھ گئی۔ اس کے چہرے پر اڑتی ہوائیاں اور اس کی غیر حالت دیکھ کر انیتا پانی کا گلاس بھر کر اس کے سامنے لے آئی۔ اسے پی لو، ماروی اور ٹھیک سے بیٹھو۔۔۔ انیتا ہمدردی سے بولی۔

ماروی غٹا غٹ پانی کا گلاس پی گئی۔ چند لمحوں بعد اسے معاملے کی نزاکت کا احساس ہوا کہ اسے انیتا کو اپنی اس حالت کی وجہ بتانی تھی۔ وہ یہ ہرگز نہیں بتا سکتی تھی کہ گاؤں کا کوئی شخص اسے ڈھونڈ رہا تھا۔ اس لیے کہ انیتا اس کے کسی گاؤں والے کو نہیں جانتی تھی۔ انیتا ماروی کے کسی گاؤں یا گاؤں کے رشتے دار کو نہیں جانتی تھی۔ ماروی ذہن پر زور دینے لگی کہ وہ انیتا کو کیا بتائے۔

اب بولو ماروی اتنی پریشاں کیوں ہو۔۔۔ اور اتنی دیر کہاں لگا دی؟۔۔۔ میں تو بہت پریشان ہو گئی تھی۔ کئی چکر تو میں نے اسٹاپ تک لگائے تھے۔ مگر تمہارا کوئی پتہ ہی

www.pdfbooksfree.pk

نہیں تھا!! انیتا ہمدردی سے پوچھنے لگی۔

ماروی نے سوچ سمجھ کر جواب دیا۔ وہ کچھ لوگ میرا پیچھا کر رہے تھے۔

کیا؟ کون لوگ تھے۔۔۔۔ انیتا آنکھیں پھاڑ کر بولی۔

میں نہیں جانتی۔۔۔۔ ہرگز بھی نہیں جانتی۔۔۔ پہلے انہوں نے مجھ سے بدتمیزی کی پھر یہاں تک پیچھا کیا۔۔۔ ماروی کہانی گھڑنے میں کامیاب ہوگئی۔

کیا وہ ہاسٹل دیکھ گئے؟۔۔۔۔ انیتا بات کاٹتے ہوئے بولی۔

نہیں۔۔۔۔ میں پچھلی سڑک پر چلی گئی تھی۔ وہاں میں جا کر چھپ گئی۔ وہ شاید ڈھونڈ کر چلے گئے تو میں نکل آئی، ماروی نے بہت سارا سچ تھوڑے سے جھوٹ کے ساتھ بتا دیا۔

کیا!۔۔۔ تم پیچھے تھیں؟۔۔۔ انیتا حیرت سے بولی۔

ہاں۔۔۔ ماروی سنجیدہ لہجے میں بولی۔

مجھے پتہ ہوتا تو پولیس لے کر وہاں آ جاتی۔۔۔ انیتا غصے میں بولی۔

چھوڑو نا اب تو چلے گئے۔۔۔ ماروی پشت سے سر ٹکا کر بولی۔

یہ تمہارا خیال ہے۔۔۔ یہ گھٹیا لوگ تھوڑے سے بھی اچھے نہیں ہوتے۔۔۔ انہوں نے تمہارا سٹاپ دیکھ لیا ہے وہ پھر تمہیں تنگ کریں گے۔

تو۔۔۔ تو کیا کروں۔۔۔ ماروی کو یاد آیا کہ جس اسٹاپ پر اس نے بہادر خان کو دیکھا تھا وہ ضرور دوبارہ ماروی کو وہیں ڈھونڈے گا۔ سردی کی ایک لہر ریڑھ کی ہڈی تک سرایت کرتی محسوس ہوئی۔

چند دن چھٹی کر لو۔۔۔ یا پھر انہیں ایسی کھری کھری سنا دو کہ وہ دوبارہ تمہارے سامنے سے گزریں تو سر جھکا کر گزریں۔۔۔ انیتا تسلی آمیز لہجے میں بولی۔

ایسا ہی تو نہیں ہو سکتا۔۔۔ ماروی نے دل میں سوچا۔۔۔ پھر بولی "چند دن چھٹی کر لیتی ہوں۔

ہاں چند دن میں بھول جائیں گے۔

بھول جائیں گے؟ ماروی نے اس کے الفاظ دہرائے اور سوچا کہ بہادر اسے نہیں

www.pdfbooksfree.pk

بھولے گا۔ اور روز وہاں آئے گا، نہ جانے کب مد بھیڑ ہو جائے۔ ماروی نے تھوک نگلتے ہوئے انیتا کو دیکھا۔

میں یہ نوکری چھوڑ دوں گی، وہ ہولے سے بولی۔

ارے اتنا کیوں ڈر رہی ہو۔۔۔۔ ایک دفعہ بھری پبلک میں کھری کھری سنا دینا دوبارہ پاس نہیں پھٹکیں گے۔۔۔۔ تم آرام سے چند دن کی چھٹی کر لو۔۔۔۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ ورنہ مجھے ساتھ لے جانا میں ان کی نانی یاد دلوا دوں گی۔۔۔۔ انیتا مسکرا کر بولی۔

۔۔۔ ماروی جبراً مسکرائی۔

اچھا میں تمہارے لیے کھانا لاتی ہوں۔۔۔۔ انیتا اٹھتی ہوئی بولی۔

ماروی اب اسے کیا بتاتی وہ اسے بھول ہی تو نہیں سکتے۔ اس نے دل ہی دل میں نوکری کو خدا حافظ کہا اور دیوار سے ٹیک لگائے اس خوف ناک سین کے بارے میں سوچنے لگی۔ انیتا کے بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر اسے وہی اخبار نظر آیا جس میں ایک اشتہار انیتا نے کل ہی دکھایا تھا۔ ماروی کے ذہن میں بجلی سی کوندگئی اس نے اخبار اٹھا کر دوبارہ اس اشتہار پر نظر ڈالی جس کے گرد انیتا نے سبز مارکر سے گول دائرہ بنا دیا تھا۔

انیتا ٹرے لے کر کمرے میں داخل ہوئی، تو ماروی نے مسکرا کر اسے دیکھا۔

کس بات پر مسکرایا جا رہا ہے؟۔۔۔۔ وہ ٹرے اس کے سامنے رکھتی ہوئی بولی۔

اس اشتہار پر۔۔۔۔ ماروی نے اخبار واپس ٹیبل پر رکھتے ہوئے کہا۔

ارے ہاں۔۔۔۔ تو کیا ارادہ بن رہا ہے۔۔۔۔ انیتا دلچسپی سے بولی۔

ہاں۔۔۔۔ ماروی نے لقمہ توڑتے ہوئے جواب دیا۔

اچھی بات ہے میں تو تمہارا دھیان دوبارہ اس کی طرف دلوانے والی تھی۔ اب دیکھو تمہیں خود ضرورت پڑ گئی نا۔۔۔۔ ویسے بھی میں ٹی زیڈ انڈسٹریز کو تھوڑا بہت جانتی ہوں، کافی بڑے لوگ ہیں۔

مجھے بڑے چھوٹے سے کیا۔۔۔۔ ماروی لقمہ حلق سے اتارتے ہوئے بولی۔

میرے کہنے کا مطلب تھا کہ پتہ نہیں یہ نوکری تمہیں ملتی ہے یا نہیں ایسی نوکری

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material
www.booksfree.net
www.urdufree.net
www.urdumovies.net

کے لیے تو بہت لوگ پیچھے ہوں گے۔

ٹرائی کرنے میں کیا حرج ہے۔ میری قسمت اچھی ہوئی تو شاید مل جائے۔۔۔۔ اس طرح گھر سے نکلنے کا جھنجٹ ختم ہو جائے گا۔۔۔۔ ماروی پانی کا گلاس اٹھا کر بولی۔

میرے شوہر ان لوگوں کو جانتے ہیں۔ تبھی تو کل یہ اشتہار دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی، کیونکہ ان کے گھر میں تو بے شمار نوکرانیاں ہیں بچی کے لیے ٹیچر کے اشتہار دینے کی کیا ضرورت تھی پھر سوچا۔۔۔۔ مجھے کیا۔۔۔۔ جو مرضی کریں ویسے بھی یہ بہت بڑے لوگ ہیں، بے شمار انڈسٹریز اور فیکٹریاں ہیں، مگر سنا ہے کہ بہت مغرور لوگ ہیں ایک چھوٹی بچی ہے شاید وہ بھی ٹی زیڈ کی مالک ہی ہے میرا خیال ہے اسے ہی ٹیچ کرنا ہوگا۔۔۔ انیتا شاید تفصیل بتانے کے موڈ میں تھی۔

بچی کا ذکر سن کر ماروی کو اپنی اجالا، روشنی اور کران یاد آ گئیں۔ اس کے روشن چہرے میں موجود دو روشن آنکھیں اس خیال سے ہی روشن ہو گئی تھیں۔

اسی رات اس نے ملک صاحب کو فون کر کے ساری حقیقت بتا دی۔ تشویش انہیں بھی تھی، مگر جب ماروی نے ٹی زیڈ انڈسٹریز کے اس اشتہار کا ذکر کیا تو انہیں بھی یہ بات مناسب لگی کیونکہ یہ اشتہار ملک صاحب کی نظر میں بھی تھا، ملک صاحب نے وعدہ کیا تھا کہ اگر کسی وجہ سے اسے یہ نوکری نہ مل سکی تو وہ اسے اپنے گھر رکھ لیں گے۔ مگر ماروی نے اس پل دل و جان سے دعا مانگی کہ کاش اسے یہ نوکری مل جائے۔

رات کو سوتے وقت ماروی ایک نئے ذہن اور نئے دل کے ساتھ سوچ رہی تھی۔ زندگی کتنی بدل کر رہ گئی تھی، زندہ رہنا کس قدر مشکل ہو گیا تھا۔ اب نئے لوگوں کے ساتھ نئے ماحول میں وہ کیسے رہ پائے گی، نہ جانے کیسے لوگ ہوں گے۔ بڑے لوگوں کے نخرے بھی بڑے ہوتے ہیں، ماروی پریشان تھی تو یہ سوچ کر کہ پتہ نہیں اسے یہ نوکری ملے گی بھی یا نہیں اگر نہ مل سکی تو وہ کیا کرے گی ملک صاحب کے گھر رہنا نہ تو اسے گوارا تھا نہ ہی ٹھیک تھا۔ اب یہ ضروری تھا کہ یہ نوکری اسے مل جاتی ماروی نے سوچ لیا تھا کہ اب چاہے جو بھی ہو جیسے بھی حالات میں رہنا پڑے وہ رہ لے گی مگر اس گھر سے قدم باہر نہیں نکالے گی نہ جانے بہادر خان پھر کب ٹکرا جائے۔ زندگی نے جیسی دربدری نصیب میں لکھ دی تھی اس

www.pdfbooksfree.pk

کے بعد کوئی شکوہ زبان پر لانا بھی حماقت لگتی تھی۔ قسمت ہی ایسی لے کر آئی تھی تو رونا کس بات کا تھا۔

فیض کی یہ نظم اس نے کئی بار پڑھ ڈالی۔

میرے دل میرے مسافر
ہوا حکم پھر سے صادر
کہ وطن بدر ہوں ہم تم
دیں گلی گلی صدائیں
کریں رخ نگر نگر کا
کہ سراغ کوئی پائیں
ہر ایک اجنبی سے پوچھیں
جو پتہ تھا اپنے گھر کا
سر کوئے ناشناساں
ہمیں دن سے رات کرنا
کبھی اس سے بات کرنا
کبھی اس سے بات کرنا
ہمیں یہ بھی تھا گوارا
جو کوئی شمار ہوتا
ہمیں کیا برا تھا مرنا
اگر ایک بار ہوتا

یہ پل پل کی موت ہی تو تھی جسے وہ اپنے وجود پر برداشت کر رہی تھی بات یہ تو نہ تھی کہ وہ کم ہمت یا کم حوصلہ تھی۔ پہاڑوں کی بیٹی تھی ارادوں کی مضبوط مگر چھیننے والے نے جسم سے قبا تک چھین لی تھی۔ اس قدر تہی دامن ہوئی تھی کہ کوئی سنتا تو یقین نہ کرنا مشکل تھا۔ کسی کا اپنا چھٹتا ہے ماروی کا تو اپنوں کے ساتھ ہرنا تا، ہر خواہش، ہر محبت، ہر چاہ چھوٹ گئی، اور اتنی بڑی دنیا میں وہ تنہا تھی۔ بالکل تنہا بالکل اکیلی تھی۔ مگر پھر بھی وہ ہمت کر

www.bookstube.net
www.urdutube.net
www.urdumovies.net
www.pdfbooksfree.pk

کے مسکراتی بھی تھی اور زندہ بھی رہ رہی تھی۔ شاید یہی اس کی کامیابی تھی۔

اور پھر ماروی اس اشتہار پر دیے گئے پتے پر ٹھیک وقت پر پہنچ گئی، وہ ٹی زیڈ ہاؤس کی عمارت کے سامنے موجود تھی اور یک ٹک اس عمارت کو دیکھے جا رہی تھی۔

یہ بات تو وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ وہ جس دنیا میں رہتی ہے وہ دنیا افہام و تفہیم کا ایک بہت بڑا ادارہ ہے نہ جانے کن لوگوں کو یہ دنیا راس آ جاتی ہے ماروی تو پورا پورا اس کے پنجوں میں جکڑنے کے باوجود اس کے سکھ نہ اٹھا سکی تھی۔ کون ہوتے ہیں وہ لوگ جو زندگی کے مزے اڑا لیتے ہیں، ماروی کی زبان نے تو ایسا تلخ ذائقہ چکھ لیا تھا کہ کسی مزے کے اڑانے کا حوصلہ ہی باقی نہیں بچا تھا۔

ٹی زیڈ ہاؤس کی عمارت کے آگے کھڑے ہو کر ماروی کو نہ جانے کیسا احساس ہو رہا تھا اس احساس کو وہ کوئی بھی نام تو نہ دے سکی تھی۔ احساس سر چکے تھے، اسفند کے خطوط نے میٹھے احساسات جگائے تو تھے، مگر ماروی ڈرتے ڈرتے ہر قدم اٹھاتی تھی۔ زندگی کی آنکھ مچولیوں کے آگے خود ہی چھپتی پھر رہی تھی۔ وہ خود بھی نہیں جانتی تھی کہ اس کی وجہ کیا ہے۔ مگر سچ تھا تو بس یہ کہ وہ ڈر چکی تھی۔ اپنی کسی بھی خواہش کو عملی جامہ پہنے دیکھتی تو خوف زدہ ہو جاتی تھی۔ ڈرتو آخر قسمت میں لکھا تھا۔ بہت سارے اپنوں نے مل کر قسمت بنائی تھی۔ مگر کیسی عجیب کہ ماروی پل پل گرتی سنبھلتی تھی۔

وہ یک ٹک اس عمارت کو دیکھے جا رہی تھی یہ کوئی خواب تھا یا سراب یہ کوئی افسانہ تھا یا طلسمی کہانی۔۔۔۔ کیا تھی اس کی زندگی لمحہ بہ لمحہ رنگ بدلتی۔۔۔۔ آخر اور کیا کیا دیکھنا باقی رہ گیا تھا۔

یہ جگہ شہر کی بھیڑ بھاڑ سے تھوڑی الگ تھی۔ مگر نہایت سرسبز اور خوب صورت علاقہ تھا۔ جتنے رقبے پر ٹی زیڈ انڈسٹریز کا گھر بنا تھا یقیناً اتنا تھا کہ ایک کنارے سے دوسرے کنارے پر پہنچنے میں بہت وقت لگ سکتا تھا۔ سفید رنگ کی وہ پرشکوہ عمارت جسے دیکھتے ہی ماروی اپنا آپ کھو بیٹھی تھی۔

یوں معلوم ہوتا تھا جیسے کسی جن نے اپنے جادو سے تاج محل کو چھوٹا کر کے اس سرسبز وادی میں لا رکھ دیا ہو۔ اس عمارت کے سامنے کا نقشہ بالکل تاج محل جیسا تھا۔ بڑی سی

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material

عمارت کے آگے دو بڑے بڑے باغ تھے۔ یہ سب دوسرے لوگوں کے لیے تو قابل ستائش تھا، مگر ماروی کے لیے کیا تھا یہ صرف ماروی کا دل جانتا تھا یا پھر وہ جانتے تھے جو ماروی کے حسن پسند دل سے واقف تھے۔ ماروی بے یقینی سے اس عمارت کو دیکھتی رہ گئی۔

واہ۔۔۔۔ ایسی چیزیں اس دنیا میں موجود ہیں۔۔۔۔ ماروی دل میں سوچ رہی تھی۔ اور ماروی جانتی ہی نہیں کہ ایسی چیزیں اس دنیا میں موجود ہیں جن کا یہ دل عرصے سے دیوانہ رہا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ کسی اور کو بھی تاج محل اسی شدت سے پسند ہے جس شدت سے مجھے پسند ہے۔۔۔۔ ماروی دھیرے سے مسکرائی۔

چوکیدار جو کافی دیر سے ماروی کی اس حرکت کو نوٹ کر رہا تھا اس کے قریب آ کر بولا۔ اے بی بی۔

ماروی نے چونک کر اس کو دیکھا پھر خود ہی شرمندہ ہو گئی۔

کیا دیکھتی ہو؟۔۔۔ جاؤ اپنا کام کرو۔۔۔۔ وہ غصے میں بولا۔

ماروی گیٹ کی طرف بڑھنے لگی۔

کیا ہے۔۔۔۔ کدھر جاتی ہو۔ وہ ماروی کے سامنے آ گیا۔

میں انٹرویو دینے کے لیے آئی ہوں۔ بچی کے لیے ٹیچر کی ضرورت ہے۔۔۔ ماروی عمارت کی طرف نظر ڈال کر بولی۔

اچھا اچھا تو یوں بولو نا۔۔۔۔ اندر چلی جاؤ سامنے وہ آدمی کھڑا ہے وہ تم کو آفس تک لے جائے گا۔۔۔۔ چوکیدار نے گیٹ کھولتے ہوئے کہا۔

ماروی نے ایک گہرا سانس لیا اور گیٹ میں داخل ہو گئی، گیٹ کے اندر کھڑے ہو کر اس نے نظر بھر کر اس عمارت کو پھر دیکھا چار دیواری کے اندر سے اس عمارت کا حسن بہت زیادہ نمایاں تھا۔ اور بہت زیادہ حسین، چاروں طرف کے وہ باغات تھے جو حسین پھولوں سے لدر ہے تھے۔ ایک طرف کے باغ میں سفید پتھروں کا بہت بڑا سا پل بنا تھا جس کے نیچے بہت خوب صورت تالاب چمک رہا تھا۔ ماروی نے ایک نظر میں ہی محسوس کر لیا تھا کہ اس تالاب کا رنگ نیلا تھا۔ گہرا نیلا، ماروی نظریں چرا گئی اچانک ہی اسے اپنی سوچ پر شرمندگی ہو رہی تھی، وہ بھی بھلا کیا سوچ رہی تھی جس قدر ندیدے پن سے وہ اس

www.pdfbooksfree.pk

عمارت کو دیکھ رہی تھی وہ واقعی شرمندگی کی بات تھی۔

ماروی نے سر جھٹک کر سوچا تاج محل بنانے والے نے اس کے معماروں کے ہاتھ تو کٹوا دیے تھے بھلا اس عمارت کو بنانے والے ہاتھ ڈھونڈنے والے نے کہاں سے ڈھونڈے ہوں گے۔ خوش نصیب ہے وہ ممتاز محل جسے اس دنیا میں کوئی ایسا چاہنے والا نصیب ہوگیا جس نے اس کے لیے یہ محل کھڑا کر دیا تھا۔ میں ضرور جاننا چاہوں گی کہ وہ خوش قسمت عورت کون ہے جس کے نام پر اس محل کی سنگ بنیاد ڈالی گئی تھی اور وہ کون بادشاہ ہے جو آج کے زمانے میں بھی زندہ ہے وگرنہ میں تو سمجھتی تھی کہ بادشاہوں کے وجود اس دنیا سے اٹھ چکے ہیں۔ یقیناً یہ لوگ بہت باذوق لوگ ہیں اگر مجھے یہ نوکری مل گئی تو میرا وقت اچھا گزرے گا۔ وہ مسکراتی ہوئی اس شخص تک جا پہنچی جس نے اسے اس آفس روم کے باہر پہنچا دیا، جس میں چند ایک اور خواتین بھی اس انٹرویو کے لیے آئی تھیں۔ سبھی کی باتوں سے پتہ چل رہا تھا کہ سبھی ضرورت مند ہیں۔ شاید ہر ایک کو اپنی ضرورت بڑی محسوس ہو رہی تھی۔ آفس کے باہر بیٹھی ہوئی لڑکی کی باتوں سے انہیں علم ہوا کہ جس بچی کو ٹیچر کی ضرورت ہے وہ ٹی زیڈ انڈسٹریز کے مالک کی چھوٹی بہن ہے اور اسے ایک ٹیچر سے کہیں زیادہ ایک ایسی عورت کی ضرورت ہے، جو اس کی بہترین نگہداشت کر سکے۔ ایک اور اطلاع بھی تھی کہ اپنے لیے گورنس کے انٹرویو کے لیے وہ بچی خود انٹرسٹ لے رہی ہے بہت ممکن تھا کہ انٹرویو کے دوران وہ بچی بھی موجود ہو۔

ماروی کا نام پکارا گیا تو ماروی خاموشی اور اطمینان سے چلتی ہوئی کمرے میں داخل ہوگئی اس نے باہر کے کمرے میں بیٹھے ہوئے تمام عرصے میں سوچ لیا تھا کہ وہ کوشش ضرور کرے گی کہ اسے یہ نوکری مل جائے مگر وہ اسے اپنی انا کا مسئلہ نہیں بنائے گی۔ اس نے یہ بات بھی سوچ لی تھی کہ یہ شہر نہ سہی وہ کسی اور شہر میں چلی جائے گی۔ مگر کسی کام کے لیے کسی کے آگے گڑگڑانا یا کسی بھی چیز کے حاصل کرنے کی خواہش کرنا اسے بہت الگ کام لگے۔ وہ فیصلہ کر چکی تھی کیونکہ اسے کئی خواتین اپنے سے زیادہ تعلیم یافتہ اور بہت زیادہ تجربہ کار لگ رہی تھیں۔ ماروی سمجھ گئی تھی کہ یہ نوکری اسے نہیں مل سکتی مگر پھر بھی وہ قسمت آزمانے کے لیے اس آفس کے اس کمرے میں داخل ہوگئی۔ کمرہ اس عمارت

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material
www.booksfree.net
www.urdutube.net
www.urdumovies.net

کی طرح ایک عالیشان حیثیت رکھتا تھا۔ بڑے بڑے پردوں اور دبیز قالینوں سے۔۔۔۔ نہایت نفیس فرنیچر کے دوسری جانب ایک ادھیڑ عمر شخص موجود تھا جس کے چہرے سے شفقت اور ملائمت نمایاں تھی۔ جب کہ قریب ہی ایک صوفے پر بہت پیاری سی بچی بیٹھی تھی۔ ایک ادھیڑ عمر عورت اس کے بالکل قریب کھڑی تھی۔ اس بچی کی پیاری سی صورت دیکھ کر ماروی کو اجالا کا چہرہ یاد آ گیا۔ اس بچی نے گلابی فراک زیب تن کر رکھی تھی۔ عمر یہی کوئی بارہ سال تک ہوگی، جب کہ اس کے گہرے سیاہ بال اور گہری کالی شفاف آنکھیں ماروی کو پہلی ہی نظر میں بہت پسند آئیں سرخ و سفید رنگت کے ساتھ وہ بچی دھیمی مسکراہٹ سے بہت پیاری لگ رہی تھی۔

بیٹھیے۔۔۔۔ وہ شخص گویا ہوا۔

ماروی اطمینان سے کرسی پر بیٹھ گئی اس کی پلکیں ہی نہیں بلکہ سر بھی بلند تھا اس کے چہرے پر زبردست اطمینان اور اعتماد چھلک رہا تھا مگر ماروی کا انتباک اب بھی بچی کے چہرے میں گم تھا جہاں دنیا جہان کا بھولا پن بیٹھا شرما رہا تھا۔ وہ جس ماں باپ کی اولاد ہوگی وہ بھی بہت خوب صورت ہوں گے۔ ماروی نے دل میں سوچا اور اپنا دھیان سامنے شخص کی طرف کر دیا۔

مس ماروی! مجھے محمود ہاشمی کہتے ہیں، اور میں ٹی زیڈ انڈسٹریز کے مالک طاؤس خان صاحب کا پرسنل سیکریٹری ہوں۔

جی۔۔۔۔ ماروی فرمانبرداری سے بولی۔

یہ مس ذوباریہ خان ہیں۔ طاؤس خان صاحب کی اکلوتی اور چھوٹی بہن انہی کی دیکھ بھال کے لیے ہمیں ایسی خاتون کی ضرورت ہے جو چوبیس گھنٹے ذوباریہ بی بی کے ساتھ رہے اور ہر طرح سے ان کی دیکھ بھال کرے۔ ہر طرح سے میری مراد ہر طرح ہے۔ میرا خیال ہے آپ سمجھ گئی ہوں گی۔

جی یہ بات تو میں نے اشتہار دیکھ کر بھی سمجھ لی تھی۔۔۔۔ ماروی نے جواب دیا اور مسکرا کر بچی کی طرف دیکھا بچی نے بھی مسکراہٹ کا جواب مسکراہٹ سے دیا تھا۔

مس ماروی آپ کی تعلیم بہت کم ہے۔ ہاشمی صاحب اس کی اسناد دیکھتے ہوئے

www.pdfbooksfree.pk

بولے۔

جی سر۔۔۔۔بس حالات ایسے ہو گئے تھے کہ تعلیم کا سلسلہ منقطع کرنا پڑا۔ مگر میرا ارادہ گریجویشن کا ہے۔ انشاء اللہ میں تعلیم ضرور مکمل کروں گی۔۔۔۔ ماروی نے سادگی سے جواب دیا۔

ہنہ۔۔۔۔ بچوں کو سنبھالنے کا کوئی تجربہ۔ انہوں نے پھر سوال کیا۔

جی۔۔۔۔ میری بہن کی بچیاں میرے ہاتھوں پلی ہیں۔ میں اچھی طرح ہینڈل کر سکتی ہوں۔۔۔۔ وہ پھر فرمانبرداری سے بولی۔

گڈ۔۔۔۔ ویری گڈ۔۔۔۔ کتنی بچیاں تھیں؟

جی تین۔۔۔۔ ماروی نے پھر جواب دیا۔

یہ تو بہت اچھا ہے اس کا مطلب ہے کہ آپ کا تجربہ تو ہے آپ کی عمر دیکھ کر میرا خیال تھا کہ آپ کو صرف اس وجہ سے ریجیکٹ کیا جائے گا کہ آپ کے پاس تجربہ نہیں ہوگا مگر میرا خیال ہے کہ اب سوچا جا سکتا ہے کیوں ذوباریہ بیٹا؟

جی انکل۔۔۔۔ وہ بچی معصومیت سے بولی اس کی نظریں ماروی کی جانب تھیں۔ وہ بہت دلچسپی سے ماروی کو دیکھ رہی تھی۔

تو پھر آپ کا کیا خیال ہے؟۔۔۔۔ کیا یہ ٹیچر آپ کو پسند ہیں۔۔۔۔ ہاشمی صاحب نے شفقت سے سوال کیا۔

ذوباریہ نے ماروی کی طرف گہری نظروں سے دیکھا۔ دراصل میڈم مجھ سے بہت ساری غلطیاں ہو جاتی ہیں آپ مجھے میری غلطیوں پر ڈانٹیں گی تو نہیں۔ وہ معصومیت سے سوال کر رہی تھی۔

نہیں ذوباریہ۔۔۔۔ مین کیوں ڈانٹنے لگی۔۔۔۔ میں آپ کی غلطی کی تصحیح کر دوں گی۔۔۔۔ اس طرح وہ غلطی غلطی نہیں رہے گی۔۔۔۔ تو پھر ڈانٹ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، ماروی دھیمے لہجے میں بولی۔

تھینک یو میڈم۔ ذوباریہ خوش ہوتے ہوئے بولی۔ اور مڑ کر ہاشمی صاحب کی طرف دیکھا جو شاید ذوباریہ کی آنکھوں کا مطلب سمجھ گئے تھے۔

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material

ٹھیک ہے زوباریہ اب آپ اپنے کمرے میں جائیں۔ ہاشمی صاحب رسانیت سے بولے۔

اوکے۔۔۔ انکل۔۔۔۔ اوکے۔۔۔ میڈم۔۔۔ بائے۔۔۔۔ زوباریہ نے پہلے ہاشمی صاحب اور پھر ماروی کو خدا حافظ کہا اور قریب کھڑی خاتون کے ساتھ کمرے کے دوسرے دروازے سے باہر نکل گئی۔

ٹھیک ہے مس ماروی آپ باہر بیٹھیں ابھی آپ کو اطلاع دی جائے گی۔

جب انٹرویو مکمل ہو چکا تو چند منٹوں بعد ہی ماروی کو دوبارہ بلوایا گیا۔

مس ماروی۔۔۔ آپ جان چکی ہوں گی کہ یہ نوکری آپ کو مل چکی ہے۔۔۔ وہ آہستہ آہستہ بول رہے تھے۔

جی۔۔۔ ماروی نے خوش دلی سے جواب دیا۔

دراصل اس گھر میں زوباریہ کی دیکھ بھال کے لیے بہت سے لوگ موجود ہیں۔ مگر چونکہ نہ تو زوباریہ کی والدہ زندہ ہیں اور نہ ہی کوئی بہن ہے بھائی بھی زوباریہ کی مصروفیت میں آئے دن گھر سے باہر رہتے ہیں۔ اس لیے زوباریہ کو دیکھ بھال کرنے والی آیا سے زیادہ ایک دوست ایک ماں اور ایک بہن کی طرح محبت کرنے والی ہستی کی ضرورت ہے جسے زوباریہ بھی دل سے پسند کرے اور وہ بھی زوباریہ کو ہر لحاظ سے اہمیت دے جو نہ صرف اس کی تنہائی میں اس کی باتیں اس کی پسند ناپسند کو شیئر کرے بلکہ اس کی تربیت میں بھی اہم کام سرانجام دے۔ سو اسی لیے اس انٹرویو کے دوران زوباریہ یہاں موجود تھی اور اسے تمام خواتین میں سے صرف آپ پسند آئی ہیں۔ اس کا خیال ہے کہ آپ ہر لحاظ سے اس کا خیال رکھیں گی کیا میں جان سکتا ہوں کہ زوباریہ کا اعتبار درست ہے یا نہیں۔

سر میں دعویٰ نہیں کرتی مگر میں وعدہ ضرور کرتی ہوں کہ محض زوباریہ کے اعتبار پر نہیں بلکہ میں ہر اعتبار پر پوری اترنے کی کوشش کروں گی۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ میرا اس دنیا میں کوئی نہیں ہے بہن کی جن بچیوں کا ذکر میں نے کیا تھا انہیں بہت دور چھوڑ آئی ہوں میں ان تینوں کا پیار زوباریہ کو دے سکتی ہوں اور وعدہ کرتی ہوں کہ ہر طرح سے

www.pdfbooksfree.pk

بہت اچھا۔۔۔ یہ سب میں نے اس لیے بھی کہا ہے کہ طاؤس خان جو ذوباریہ کے معاملے میں بہت سخت ہیں، ان کے خیال میں ذوباریہ کے قریب رہنے والی ہر شخصیت میں اعلیٰ اخلاق، بہترین تعلیم، تہذیب اور تجربہ ہونا لازمی امر ہے۔ آپ سے امید ہے کہ آپ ان اصولوں کو ملحوظ خاطر رکھیں گی۔

جی۔۔۔ ضرور۔۔۔ ماروی نے آہستہ سے جواب دیا۔

تو پھر آپ اپنا سامان آج ہی یہاں لے آئیں اور مجھے وقت بتا دیجئے کہ آپ کب تک یہاں پہنچیں گی؟ انہوں نے سوالیہ لہجے میں پوچھا۔

میرا خیال ہے میں دوپہر میں تین یا چار بجے کے درمیان یہاں پہنچ جاؤں گی، وہ کرسی چھوڑتی ہوئی بولی۔

ٹھیک ہے۔۔۔ ہاشم صاحب بھی اپنی جگہ سے کھڑے ہو گئے۔

اب میں چلتی ہوں۔

جی بہتر۔

ماروی وہاں سے آہستہ آہستہ چلتی ہوئی باہر نکل آئی۔ اس نوکری کے مل جانے پر وہ خوش تھی مگر اسے حیرت بھی تھی۔ وہ اتنی خوش قسمت تو کبھی نہ تھی کہ کسی چیز کی خواہش کرتی اور وہ اسے مل جاتی۔ جانے کس خوش قسمت کا سایہ پڑ گیا تھا نہ جانے صبح کس خوش بخت کا چہرہ دیکھ آئی تھی جو اس کی مشکل حل ہونے کا سبب بن گئی تھی۔

بہادر خان سے بچنا اس قدر آسان تو نہ تھا آخر وہ کب تک ہاسٹل میں قید رہ سکتی تھی۔ اس کے لیے تو ہاسٹل کے قریب نظر آنا بھی مشکل ہو گیا تھا۔ جانے کب بہادر خان اسے ڈھونڈ لیتا۔ خوش اس بات کی تھی کہ اسے زیادہ دن ہاسٹل میں نہیں بیٹھنا پڑا تھا۔ ورنہ کئی طرح کی فکریں اسے آ گھیرتیں۔ ہاسٹل کے اخراجات کے لیے جو رقم ملک صاحب نے جمع کروائی تھی۔ وہ مزید چند ماہ چل سکتی تھی۔ مگر ماروی کو گوارا نہ تھا کہ اب وہ بار بار ملک صاحب کی اس طرح کی مدد کریں۔ وہ اپنے قدموں پر کھڑے ہو کر جینا چاہتی تھی۔ نوکری ایسا ہی وسیلہ بن گئی تھی جس کے لیے اسے کسی سفارش کی ضرورت بھی نہیں

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material

پڑی تھی۔

انیتا بہتر ہے کہ تم اپنے گھر چلی جاؤ۔۔۔۔اب چھوڑو یہ ضد۔۔۔۔ماروی جو ہاسٹل واپس آ چکی تھی اور کھانے سے فارغ ہو کر اپنے کپڑے پیک کر رہی تھی پہلی بار انیتا سے دل کی بات کہہ بیٹھی۔

لے آئیں دل کی بات زبان پر۔۔۔۔انیتا ہولے سے رسالے کے صفحات الٹتے ہوئے بولی۔

آخر برائی کیا ہے، تمہارا اپنا گھر ہے۔۔۔۔کچھ نہیں تو امی کے گھر چلی جاؤ۔۔۔ اس طرح سب کے ہوتے ہوئے ہاسٹل میں رہنا اچھا نہیں لگتا۔۔۔۔وہ بیگ کی زپ بند کرتی ہوئی بولی۔

برائی نہ سہی اچھائی بھی تو کوئی نہیں۔۔۔۔وہ اسی انداز میں بولی۔

بیٹی یاد نہیں آتی؟۔۔۔۔ماروی اس کے قریب بیٹھتی ہوئی بولی۔

بس وہی یاد آتی ہے۔۔۔۔بہت چھوٹی ہے نا۔۔۔۔اور اب تم بھی جا رہی ہو ۔۔۔۔یہاں اکیلے میرا دل کیسے لگے گا۔۔۔۔سوچتی ہوں چلی جاؤں۔۔۔۔وہ سادگی سے بول اٹھی۔

بہت اچھا سوچ رہی ہو۔۔۔ماروی جلدی سے بولی۔

کیا تم اب واپس نہیں آؤ گی؟ انیتا نے سوال کیا۔

آؤں گی۔۔۔۔آخر تو واپس آنا ہے۔کون کہاں کب تک رہ سکتا ہے۔اس بات کا جواب تو کوئی نہیں دے سکتا۔یہاں آئی تھی تو سوچا تھا شاید مر کر ہی یہ ہاسٹل چھوٹے گا۔مگر دیکھو کتنی جلدی دانہ دنکا اٹھ گیا۔جہاں اب جا رہی ہوں جانے کب وہ بھی نکال کھڑا کریں؟ مگر اتنا ضرور ہے کہ اس وقت ایسی نوکری میری ضرورت ہے۔۔۔۔ماروی کے ذہن میں بہادر خان کا خیال لہرا گیا۔

ارے ہاں مجھے یاد آیا۔۔۔کل تمہارا رزلٹ بھی آ رہا ہے۔۔۔انیتا نے خبر دی۔

کیا واقعی ماروی خوشی سے اچھل کر بولی۔

ہاں میں نے آج ہی اخبار میں پڑھا ہے۔خدا کرے تم پاس ہو جاؤ۔۔۔۔بہ۔

www.pdfbooksfree.pk

اچھے نمبروں سے ۔۔۔۔ انیتا نے دعا سے امداد میں ہے۔

لیکن ماروی کے ذہن میں زینب کی وہ دعائیں گونج گئیں: زینب نے امتحانوں کے آغاز میں ماروی کو دی تھیں۔ کیا پتہ تھا کہ اس امتحان کا نتیجہ وہ ہی نہیں سن پائے گی۔ جس نے سب سے زیادہ سچے دل سے اس کے لیے دعا کی تھی۔

انیتا نے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر کیا کیا سوچنے لگیں؟

کچھ نہیں ۔۔۔۔ صدف کا خیال آ گیا ۔۔۔۔ وہ واپس آ چکی ہوگی ۔۔۔۔ پہلی فرصت میں اس سے رابطہ کروں گی ۔۔۔۔ ماروی نے بات بنائی۔

اور شمائل؟

ہاں یہاں پیغام چھوڑ دوں گی اس نے رابطہ کیا تو اسے پتہ چل جائے گا۔ ہاں لیکن تم جب گھر جاؤ تو مجھے ضرور اطلاع دینا۔

ہاں ہاں ۔۔۔ ضرور ۔۔۔ ویسے بھی ٹی زیڈ والوں کا نمبر ملنا مشکل کام نہیں میں وہاں تمہیں فون کر دوں گی۔

اچھا ۔۔۔ اب میں چلوں؟ ۔۔۔ ماروی گھڑی دیکھتی ہوئی بولی۔

چلو میں تمہیں گیٹ تک چھوڑ آؤں ۔۔۔ انیتا خوش دلی سے بولی۔

جواباً ماروی بیگ اٹھا کر باہر نکل آئی۔ انیتا اس کے پیچھے تھی۔ ٹیکسی میں سامان رکھواتے وقت ماروی نے سلطان کی مخصوص جگہ ایک نظر ڈالی وہ وہاں موجود نہ تھا۔ ماروی چاہتی تھی کہ ایک بار اس سے مل لیتی مگر اس کی غیر موجودگی پر وہ افسردہ سی ہوگئی اور انیتا سے بغل گیر ہو کر ٹیکسی میں بیٹھ گئی۔ ماروی کے سامان میں ایک بیگ اور ایک سفید کاغذ میں احتیاط سے لپٹا ہوا تاج محل بھی تھا۔

ہاشمی صاحب نے بڑے ادب سے اسے اس کے کمرے تک پہنچا دیا۔ شام کے پانچ بج رہے تھے۔ ہاشمی صاحب اسے چھوڑ کر فریش ہونے کا کہہ کر چلے گئے۔ ماروی نے نظر اٹھا کر کمرے کی طرف ڈالی تو حیران رہ گئی۔ ایک ادنیٰ سے نوکر کے لیے اس قدر عالی شان کمرہ کسی اعزاز سے کم نہ تھا مگر ہاشمی صاحب کی وہ بات ماروی کے ذہن میں گونج گئی کہ طاؤس خان کے خیال میں ذوباریہ کے ساتھ رہنے والی ہر شخصیت میں اعلیٰ اخلاق

www.pdfbooksfree.pk

یم اور تہذیب ہونا لازمی امر ہے۔ شاید اسی اصول کے تحت ماروی کو اتنی عزت دی جا رہی تھی مگر اب ماروی کو ان اصولوں پر پورا ابھی اترنا تھا۔

اب تک ماروی نے اس گھر کا جتنا بھی حصہ دیکھا تھا اس سے صرف امارات کا رعب ہی ظاہر نہیں تھا بلکہ ایک ایک کونے سے کسی کے مخصوص لگاؤ کی مہک بھی آ رہی تھی لگتا تھا کہ چھوٹے سے چھوٹے گوشے پر بھی مخصوص دھیان دیا گیا ہو۔ مغلیہ طرز کی آرائش کو جدید سوچ نے جس فن کا عملی جامہ پہنایا تھا اس سے یہ چھوٹا سا محل عجیب سی تمکنت اور غرور کے ساتھ اپنی جگہ کھڑا تھا اونچے اور وسیع برآمدوں سے گزرتے وقت ماروی کو ایک پل میں ڈر سا بھی لگا۔ جانے کیوں اس عالی شان عمارت میں بے شمار لوگوں کے ہوتے ہوئے اتنی رونق نہ تھی۔ پتہ نہیں یہ بات صرف ماروی نے محسوس کی تھی یا سچ تھی کہ اس در و دیوار پر عجیب سی اداسی نے ڈیرہ ڈال رکھا تھا۔ نوکروں کی فوج سے لے کر ڈرائیور تک خاموش اور چپ تھے شاید کوئی ہنستا ہوگا تو ان در و دیوار کو کچھ سکون آتا ہوگا ورنہ تو اس قدر خاموشی میں جانے یہ بچی کیسے رہ رہی تھی۔

ماروی کو غصہ بھی آتا کہ جانے کیوں لوگ اتنی دولت تو خرچ کر دیتے ہیں کہ دیکھنے والے پر اپنی امارات کا دبدبہ بٹھا سکیں مگر سکھ، خوشی اور اطمینان کے لیے ان کی دولت کم پڑ جاتی ہے یا پھر انکاری ہو جاتی ہے سچ ہی تو ہے دولت سے اگر مسکراہٹ خریدی جا سکتی تو غریب انسان سے اس کا یہ ازلی سکھ بھی چھین لیا گیا ہوتا۔

ماروی نے نہانے کے بعد کپڑے تبدیل کیے سفید اور سبز سوٹ بڑا سا سفید دوپٹہ اوڑھے اس کا چاند سا چہرہ اس گھر کی عالی شان چیزوں کو اور اس محل کو بھی مات کر رہا تھا۔ آج پہلی بار ماروی نے اسفندی بھیجی ہوئی نیلم کی وہ انگوٹھی پہنی جو درحقیقت ماروی نے ہی پسند کی تھی۔ بس ایک وہی تو اس دنیا میں ماروی کا چاہنے والا تھا بھلا ماروی کے دل میں اس کی قدر کیوں نہ ہوتی۔ ماروی ابھی سوچ ہی رہی تھی کہ باہر نکل کر ہاشمی صاحب کو پتہ کرے اتنے میں دروازے پر دستک ہوئی اور ذوباریہ کا اجازت طلب کرتا ہوا چہرہ نظر آیا۔

''آؤ نا'' ماروی مسکراتی ہوئی کھڑی ہو گئی۔

www.pdfbooksfree.pk

ذوباریہ کے ساتھ ہی ہاشمی صاحب اور ذوباریہ کی آیا بھی اندر داخل ہو گئے۔

ذوباریہ بلیک جینز اور سفید ٹی شرٹ میں ملبوس تھی سیاہ چمک دار اور خوب صورت بال اس کی سیاہ آنکھوں کے ساتھ سرخ و سفید چہرے پر بڑے بھلے لگ رہے تھے۔

ویلکم ہیڈم۔۔۔۔ ذوباریہ مسکراتے ہوئے بولی۔

تھینک یو۔۔۔ آیا آپ بھی جاؤ۔۔۔ ذوبازیہ دھیمے لہجے میں بولی تو ہاشمی صاحب اور آیا واپس مڑ گئے۔ ذوباریہ اور ماروی اطمینان سے بیڈ پر بیٹھ گئیں۔

آپ کہاں سے آئی ہیں؟ ذوباریہ نے بولنے میں پہل کی۔

اسی شہر سے۔۔۔۔ ماروی نے مسکرا کر جواب دیا۔

آپ مجھے بہت اچھی لگی تھیں۔ ویسے بھی آکا میری پسند کو بہت اہمیت دیتے ہیں۔ میں نے فون پر انہیں بتا دیا کہ میں نے اپنی پسند کی ٹیچر ڈھونڈ لی ہے۔ آپ کو پتہ ہے انہیں مجھ سے ہمیشہ شکایت رہتی ہے کہ میں آیا اور ٹیچر کا کہا نہیں مانتی۔۔۔۔ مگر اب میں نے آکا کو کہہ دیا ہے کہ اب میں اپنی ان ٹیچر کا کہنا ضرور مانوں گی۔۔۔۔

ذوباریہ دلچسپی سے بول رہی تھی۔

یہ آکا کون ہیں؟۔۔۔۔ ماروی نے انجان لہجے میں سوال کیا۔

آکا۔۔۔ میرے آکا۔۔۔۔ ذوباریہ پھر بولی۔

تمہارے کون ہیں وہ؟۔۔۔۔ ماروی نے پھر سوال کیا۔

میرے بھائی ہیں۔۔۔۔ طاؤس خان۔۔۔ کیا آپ ٹی زیڈ کے ''ٹی'' کو نہیں جانتیں؟۔۔۔ ذوباریہ نے پھر حیرت سے سوال کیا۔

فی الحال تو میں ابھی آئی ہوں اس لئے نہیں جانتی۔۔۔۔ ماروی نے دھیمے لہجے میں جواب دیا۔

''اوہ ہو''۔۔۔۔ ذوباریہ نے اپنے ماتھے پر ہاتھ مارا تو ماروی کو اس بل بہت اچھی لگی۔

ماروی نے مسکرا کر پوچھا ''اب کیا ہوا؟''

''آکا بالکل ٹھیک کہتے ہیں مجھے واقعی ایک اچھی ٹیچر کی ضرورت ہے۔۔۔۔

www.pdfbooksfree.pk

آپ ابھی آئی ہیں اور مجھے خیال ہی نہیں رہا کہ آپ یہ سب نہیں جانتیں۔۔۔ ویسے میں بتا دیتی ہوں۔۔۔ ٹی زیڈ اینڈ سٹریز کے ''ٹی'' ہیں میرے بھائی جان طاؤس خان اور ''زیڈ'' ہوں میں یعنی ذوباریہ خان۔۔۔ وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

اچھا اب آپ اٹھیں۔۔۔ وہ اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کھڑی ہوگئی۔

''کہاں؟''۔۔۔ ماروی نے سوال کیا۔

آپ کو اپنا گھر دکھاتی ہوں اور سب لوگوں سے ملواتی ہوں۔۔۔ یعنی ہیڈ کک سے لے کر مالی بابا تک۔۔۔ آپ کو سب کو جاننا چاہیے نا۔۔۔ وہ معصومیت سے بولی۔

اچھا۔۔۔ چلو۔۔۔ ماروی کھڑی ہوگئی۔ کمرے سے نکل کر وہ اسے گھر کا ایک ایک گوشہ دکھانے میں مصروف تھی۔ جو جگہ باہر سے مشرقی طرز کی عمارت کا نمونہ تھی۔ اندر سے وہ ایک جدید طرز کے حسین انتخاب سے کم نہ تھا۔ پچھلی طرف نوکروں کے کوارٹر بنے تھے۔ بے شمار لوگ اسے نظر آئے جو اس عمارت سے وابستہ تھے۔ مگر حیرت تھی کہ محض دو افراد کے لیے اتنے لوگ سرگرداں تھے۔ ماروی کو اس خوب صورت جگہ کو دیکھتے ہوئے اب بھی محسوس ہو رہا تھا کہ کوئی دیا کہیں بجھا ہوا ضرور تھا کوئی اداسی فریم سے ضرور جھانک رہی تھی۔ ماروی کے ذہن میں یہ اداسی کھٹک رہی تھی اتنا سب ہونے کے باوجود زندگی کی چمکار اسے کہیں سنائی نہ دی تھی۔ جو تھوڑی بہت معلومات ذوباریہ نے اسے ابھی بہم پہنچائی تھی وہ یہ تھی کہ ان کے والدین مر چکے ہیں اور ذوباریہ طاؤس خان کی اکلوتی بہن ہے دور یا قریب کے کبھی رشتے دار ملک سے باہر رہتے ہیں۔ ذوباریہ ماروی کو اپنے کمرے میں لے آئی۔ جو اس کی Nature کے مطابق نہایت نفاست سے بنا ہوا تھا۔

ذوباریہ۔۔۔ ماروی نے سوال کرنے کے لیے منہ کھولا۔

نہیں میڈم۔۔۔ وہ تیزی سے بول اٹھی۔

کیا ہوا۔۔۔ ماروی نے بھی اسی سرعت سے سوال کیا۔

ذوباریہ نہیں بلکہ ذوبا۔۔۔ وہ ماروی کے برابر بیٹھتی ہوئی بولی۔

ذوبا۔۔۔ ماروی نے سمجھتے ہوئے نام دوبارہ دہرایا۔

آکا بھائی اور اتا نے مجھے ذوبا ہی کہا ہے جب کہ آپ کو پتہ ہے میرا نام برادر

www.pdfbooksfree.pk

یہ اتا اور برادر کون ہیں؟۔۔۔۔۔ ماروی نے پھر سوال کیا۔

اتا۔۔۔ طہماس بھائی۔۔۔ ذوبار یہ نے نام لیا تو اس کے چہرے پر اداسی چھا گئی۔

وہ مجھے پیار کرتے تھے۔۔۔۔ بہت زیادہ۔۔۔۔۔ ذوبار یہ رک گئی۔

کہاں ہیں وہ۔۔۔۔ کیا کہیں چلے گئے ہیں۔۔۔۔ ماروی نے سوال کیا۔

ہاں۔۔۔۔ اللہ میاں کے پاس چلے گئے ہیں۔ پورا ایک سال ہو گیا ہے۔ پچھلے ماہ ہی تو ان کی برسی تھی۔ وہ آکا سے دو سال بڑے تھے۔ اس گھر کے سب سے بڑے بیٹے، وہ آہستہ آہستہ سر جھکا کر بول رہی تھی۔

اوہ۔۔۔۔ ویری سیڈ۔۔۔۔ ماروی کو اس گھر کے در و دیوار سے جھانکتی ہوئی اداسی کی وجہ پتہ چل گئی کون سا دیا بجھا ہوا تھا وہ جان گئی تھی۔ جس گھر نے جوان موت کو آنکھوں سے دیکھا ہو وہ گھر بھلا زندگی کی جھنکار کیسے بنا سکتا تھا۔

کیسے ہوا یہ سب؟۔۔۔۔ ماروی نے دھیمے سے سوال کیا۔

زیادہ تو نہیں جانتی بس اتا پتہ ہے کہ انہوں نے نیند کی بہت ساری گولیاں کھالی تھیں پتہ نہیں کیوں؟۔۔۔۔ وہ تو بہت زندہ دل تھے ہر وقت ہنستے رہتے تھے۔ ان کی شادی کو صرف تین ماہ تو ہوئے تھے۔ مگر آکا مجھے پوری بات نہیں بتاتے لیکن میں آپ کو بتاؤں کہ مجھے ایک بات بہت اچھی طرح پتہ ہے۔۔۔۔ وہ تیزی سے ماروی کی طرف دیکھ کر بولی۔

کیا؟ ماروی نے سوال کیا۔

وہ جو اتا کی بیوی تھیں نا۔۔۔۔ بیلا بھابھی۔۔۔ وہ اچھی بھابھی نہیں تھیں۔۔۔ وہ معصومیت سے بولی اس کی آنکھوں کو گوشے نم ہو چکے تھے۔

نہیں ذوبا۔۔۔۔ رونا نہیں۔۔۔۔ اس طرح جانے والوں کو تکلیف ہوتی ہے۔۔۔ ماروی نے یہ لفظ کہہ تو دیے مگر اسے آج احساس ہو رہا تھا کہ تسلی دینا جتنا آسان کام ہوتا ہے اس پر عمل کرنا اتنا ہی مشکل ہوتا ہے۔

ذوبار یہ کی ان باتوں سے ماروی کو ایک بات کا احساس ہو گیا تھا اور وہ یہ تھا کہ یہ

www.pdfbooksfree.pk

پی اس اتنے بڑے گھر میں رہتے ہوئے بھی اور اتنے لوگوں کی موجودگی میں بھی تنہائی کا شکار تھی۔ اسے ایک ٹیچر ایک گورنس یا آیا سے زیادہ ایک دوست ایک۔ ایسے اپنے کی تلاش تھی جس سے وہ اپنے دل کی ہر معصوم خواہش اور بات کا ذکر کر سکے۔ جس بچی نے ماں کی شکل نہ دیکھی ہو بہن کی چاہت کے لمس کو نہ چھوا ہو جس کا اکلوتا بھائی اپنے کاروبار میں مصروف رہ کر اسے نظر انداز کر رہا ہو اسے ایک ایسے ساتھی کی ہی ضرورت تھی جو اسے اس کی ذات سے نکل کر اور اصولوں کی دنیا سے باہر لا کر ایک ملائم اور بے ضرر زندگی سے ملوا سکے۔ ان تھوڑے سے لمحوں میں جب سے وہ ذوباریہ کے ساتھ تھی اس نے اس بہت بڑی بات کو محسوس کر لیا تھا کہ اسے ذوبا کی تربیت سے زیادہ اس کی تنہائی دور کرنے کے لیے رکھا گیا ہے۔

میں روتی نہیں ہوں میڈم۔۔۔ مجھے آکا اور بگ برادر نے قسم دے رکھی ہے کہ میں روؤں گی نہیں۔۔۔ ذوبا نے اپنی نم آنکھیں اپنے ہاتھوں سے رگڑ کر ماروی کو جواب دیا۔

اس لمحے ماروی کو وہ چھوٹی سی لڑکی قد میں بہت بڑی لگی۔ جو اتنے عزم اور ہمت سے وعدے کو نبھا رہی تھی۔ ماروی نے اس کے دونوں ہاتھ تھام لیے۔

اور یہ برادر کون ہیں؟

میرے بھائی۔۔۔ آکا اور اتا کے بچپن کے اکلوتے اور سب سے اچھے دوست ہیں۔

ذوبا نے بتایا اور پھر بولی تھوڑا سا رہ گیا ہے اس طرف آکا کا کمرہ ہے اور اس طرف میرا پسندیدہ لان بھی ہے۔۔۔ چلیں؟

چلو۔۔۔ ماروی نے فضا کو خوشگوار بناتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

وہ دونوں کافی لمبی راہداری میں سے چلتی ہوئی ذوباریہ کے پسندیدہ لان کی طرف جا رہی تھیں۔ شام پڑ چکی تھی۔ اندھیرے نے دھرتی پر راج کرنا شروع نہیں کیا تھا۔ سورج بھی نیند کی گہری وادیوں کی طرف اتر رہا تھا۔ موسم میں عجیب سی ٹھنڈک اور اس گھر میں پراسراری خاموشی تھی۔ اس لمحے ماروی نے اپنی وادی کو شدت سے یاد کیا جہاں کوئی انسان نہ بھی نظر آئے مگر وہ ہمیشہ پررونق اور ہری بھری رہتی ہے۔ لیکن اس گھر میں اسے بہت سے انسان نظر آئے مگر سکون کا موتی نہ تو ذوباریہ کی آنکھوں میں چمک رہا

www.pdfbooksfree.pk

تھا اور نہ اس گھر کی در و دیوار سے جھانک رہا تھا۔

گھر اور مکان میں فرق ماروی کی سمجھ میں آ رہا تھا۔ لاکھوں کروڑوں خرچ کر کے بھی انسان صرف مکان بنا سکتا ہے گھر کے لیے تو ایک کچی چار دیواری بھی بہت ہوتی ہے۔ بات تو انسانوں کی ہوتی ہے جو گھر کا لازمی جزو ہوتے ہیں اگر نہ ہوں تو چاہے مٹی کا ہو چاہے سنگ مرمر کا مکان مکان ہی رہتا ہے۔

ذوباریہ اسے ایک بہت خوب صورت لان میں لے آئی۔ جہاں جا بجا پھول ہی پھول تھے۔ کہیں موتیا کہیں گلاب کہیں نرگس اور ایک گوشے میں بے تحاشا رات کی رانی کے پھول کھلنے کے لیے بے تاب تھے۔ ان کی مہک نے پورے لان کو مہکا رکھا تھا۔ ماروی نے اس باغ کی تعریف کی تو ذوباریہ خوش ہوئی۔ شاید اس لیے کہ اسے بھی یہ جگہ بہت پسند تھی۔ اور جب اس کی پسندیدہ ٹیچر نے اسے پسندیدگی کی سند دے دی تھی تو ذوباریہ کا خوش ہونا لازمی امر تھا۔

ادھر آیئے۔۔۔۔ ذوباریہ آگے چلتی ہوئی بولی تو ماروی اس کے پیچھے قدم بڑھا دیے۔۔۔ ایک راہداری سے مڑ کر وہ ایک دروازے کے سامنے آ کھڑی ہوئیں۔

ذوباریہ نے آگے بڑھ کر صندل کی لکڑی سے بنے اس دروازے کو آگے کی جانب دھکیلا تو وہ کھلتا چلا گیا، ذوباریہ سفید پردہ ہٹا کر اندر داخل ہو گئی۔ ماروی نے قدم اندر رکھا ہی تھا کہ خوشبو کے ایک مخمور جھونکے نے اس کا استقبال کیا اندر داخل ہو کر وہ مرعوب سی ہو گئی سفید اور سنہرے فرنیچر سے مزین وہ کمرہ کسی کے اعلیٰ ذوق کا اعلیٰ مظہر لگ رہا تھا۔ ماروی ہر چیز کو بڑے انہماک سے دیکھ رہی تھی اس کی نظروں میں ستائش تھی ایک پل تو ماروی کو ایسا لگا جیسے وہ کسی قدیم زمانے میں آ گئی ہو اور کسی بادشاہ کے محل میں کھڑی اس کے محل کی حسین چیزوں کا نظارہ کر رہی ہو۔ اس کی نظر سحر زدہ سی واپس آئی تو بالکل سامنے کی دیوار پر بہت بڑے اور قیمتی فریم میں مسکراتی ہوئی تصویر پر اٹک گئی۔

آپ رکیں میں آتی ہوں، ذوبا کو شاید کچھ یاد آیا تو وہ واپس پلٹ گئی۔

وہ حسن جو خال خال ہی کسی کے پاس ہوتا ہے۔ وہ خوب صورتی جس کا مکمل ہونا ہر ایک کے بس کی بات کہاں تھی۔ اس کی سیاہ آنکھوں میں مقناطیسی چمک تھی۔ کالی رات

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material

کی سیاہی کی طرح اپنی طرف کھینچتی ہوئی ماروی کو وقت رکتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ وہ ذوبارہ یہ کے ساتھ واپس پلٹنا چاہتی تھی مگر نہ جانے کس احساس کے تحت وہ وہیں کھڑی رہ گئی۔ زندگی نے جس کنول کے پھول کو دیکھنے کی خواہش کی تھی وہ اس کے سامنے موجود تھا جس کو وہ نور کے لیے شاید وہ جنگل جنگل بھٹکتی مگر نہ مل سکتا۔ اس گھر کے اس کمرے کی ایک دیوار میں قید اسے مل گیا تھا۔ اس کے انداز میں بادشاہوں جیسی شان وشوکت تھی۔ روشن پیشانی اور کشادہ بازوؤں میں عجیب سا احساس تحفظ جھلک رہا تھا۔ اس کی آنکھوں کی چمک ماروی کو اپنے دل کی گہرائیوں میں اترتی محسوس ہو رہی تھی جس کے بارے میں کہہ سکتے تھے کہ قدرت نے اسے اپنے ہاتھوں سے تراشا ہوگا تو بے جانہ تھا۔ تبھی تو ماروی یک ٹک اسے دیکھتی چلی گئی وہ ماروی کے حسن دل پسند میں ایک لمحے کے ہزارویں حصے میں اُترتا چلا گیا۔ وہ کون تھا؟ کیا طہماس چھ مر چکا تھا؟ یا پھر طاؤس کا کوئی اور؟۔۔۔ مگر وہ جو کوئی بھی تھا ماروی نے ایک پل میں فیصلہ کر لیا تھا کہ چاہے وہ بادشاہ وقت کیوں نہ ہو وہ اس سے ایک بار ضرور ملے گی۔ اس حسین تصور کو چلتا پھرتا ضرور دیکھے گی اور اگر وہ طہماس ہوا تو بال بکھیر کر ماتم بھی ضرور کرے گی کہ اس کی ملاقات اس سے کیوں نہ ہو سکی تھی۔

ایسا نہیں تھا کہ آج سے پہلے ماروی نے ایسا حسن کبھی نہ دیکھا تھا۔ اس کی وادی تو حسین چہروں سے بھری پڑی تھی۔ مگر ماروی کو اپنی زندگی میں پہلی نظر میں کوئی اتنا نہیں بھایا تھا۔ اس کی آنکھیں دیکھ کر ماروی کو اپنی وادی کی وہ کالی راتیں یاد آ گئیں جن کا ہمیشہ ایک حسن ہوتا تھا جن راتوں سے ماروی کو عشق تھا۔

وہ پہلی نظر میں اسے راجہ اندر جیسی شان والا بادشاہ لگا تھا شاید اسے پہلی نظر آ گیا تھا اس سے پہلے کہ وہ ہاتھ بڑھا کر اس پھول کو تھام لیتی۔ دل میں ہزار طرح کے وسوسے جاگ اٹھے۔ کئی خیالات نے اس کی سوچ کی مذمت کی۔ وہ بھی بھلا کیا سوچنے لگی تھی۔ راجہ اندر کی سبھا میں ماروی جیسی نوکرانیوں کی جگہ ہمیشہ اس کے رتھ سے بہت دور رہی ہے۔ یہ احساس ماروی کو بہت اچھی طرح تھا۔

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material

پاگل سوہنو

--تحریر محمد شفیق۔ سوہاوہ۔ ضلع جہلم--

عقاب تیزی سے ایک طرف ہوا ڑنے لگا سوہنو بھی تیزی سے ایک طرف اس کے پیچھے بھاگنے لگا تھا تھوڑی دیر میں وہ پہاڑی علاقے میں پہنچ گئے عقاب ایک بڑے پہاڑ کے سامنے رک گیا اور اس کی طرف اشارہ کر کے کہا سوہنو یہی ہے وہ پہاڑ جس میں اس بلا نے آدمی غائب کیے تھے سوہنو یہ سنتے ہی تیزی سے آگے بڑھا اس پہاڑ کے قریب جا کر اس نے تلوار نکالی اور پوری قوت سے پہاڑ پر دے ماری اس کی تلوار تیزی سے نکل گئی سوہنو نے محسوس کیا کہ اس کی تلوار کسی بھی پتھر سے نہیں ٹکرائی اچانک کچھ سوچ کر اس نے آنکھیں بند کی اور پہاڑ میں زور سے ٹکر ماری سوہنو نے محسوس کیا جیسے وہ پہاڑ سے ٹکرانے کے بجائے کسی کھائی میں گر پڑا ہو تھوڑی دیر کے بعد ہوش ہو گیا جب سوہنو کو ہوش آیا تو اس نے خود کو ایک سرسبز باغ میں پایا اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کس طرح اس جگہ آ پہنچا ہے تھوڑی دیر سوچنے کے بعد اس نے یہی فیصلہ کیا کہ وہ جادوگر کے طلسم میں پہنچ چکا ہے یہ سوچ کر وہ ایک طرف کو چل پڑا تا کہ جادوگر کو تلاش کر سکے۔ اچانک اس کے سامنے ایک بہت بڑا جن آ گیا اس کے ہاتھ میں تلوار تھی سوہنو نے بھی میان سے طلسمی تلوار نکالی اور مقابلے کے لیے تیار ہو گیا جن نے زبردستی وار کیا سوہنو نے وار تلوار سے روکا اور یوں دونوں نے خونی جنگ شروع کر دی آخر سوہنو نے ایک بھاری وار کر کے جن کی گردن تن سے جدا کر دی۔ ایک خوفناک کہانی۔

ایک نوجوان گلی میں بھاگا جا رہا تھا کہ اس کے کپڑے پھٹے ہوئے تھے پیروں میں بھی جوتی نہیں تھی شکل سے یہ پاگل لگ رہا تھا اس کے پیچھے بہت سے بچے لگے ہوئے تھے یہ واقعی پاگل تھا بچے اس کو پیچھے سوہنو پاگل سوہنو پاگل کی زور زور سے آوازیں لگا رہے تھے۔

گلی میں موجود لوگ اس پاگل کو اسی طرح بھاگتا دیکھ کر قہقہے لگا رہے تھے جبکہ وہ پاگل نوجوان انہیں گالیاں دے رہا تھا لوگ اس کی ان گالیوں کو سن کر اسے چھیڑ رہے تھے وہ معصوم اسی طرح ہی بھاگتا ہوا شہر سے دور نکل گیا یہ بچے اسے کافی دور تک چھوڑ کر واپس آ گئے یہ ہے آج کی دنیا جو مست معصوم لوگوں کو اس طرح تنگ کرتی ہے وہ یہ نہیں سوچتی کہ اگر اس معصوم کی جگہ وہ خود ہوتے تو کیا حال ہوتا خدا کے لیے کیا مشکل ہے وہ ہر الٹے کام کو سیدھا کر سکتا ہے بہر حال کسی پاگل مست کو دیکھ کر اس کے پیچھے آوازیں نہیں لگانی چاہئیں بلکہ وہ تو مست مولا ہوتا ہے اگر اسے پیار کریں گے تو وہ بھی سب سے پیار سے پیش آئے گا اور اگر نفرت کریں گے تو گالیاں ہی دے گا وہ مست مولا شہر کے لوگوں کے ظلم سے تنگ آ کر اس شہر سے چلا گیا تھا وہ جنگل کی طرف چل پڑا جو شہر سے تھوڑی دور ہی تھا جنگل کے متعلق مشہور تھا کہ یہاں بدروحیں رہتی ہیں لیکن اس مست مولا کے دل میں کوئی خوف نہیں تھا اللہ لوگ کو کیا پتہ تھا کہ بدروحیں کیا ہوتی ہیں۔

ابھی اسے جنگل میں پہنچے تھوڑی دیر ہی ہوئی تھی

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material

کہ اچانک بارش شروع ہوگئی وہ ایک گھنے درخت کے نیچے بارش سے بچنے کے لیے بیٹھ گیا نا جانے اس کے دل میں کیا بات آئی اس نے اپنے ہاتھ باندھے اور خدا سے مخاطب ہو کر دعا کرنے لگا۔

اے میرے معبود کیا میں ہمیشہ اسی طرح ہی لوگوں کا مرکز بنا رہوں گا کیا مجھ سے محبت کرنے والا تیرے جہاں میں کوئی نہیں اسے میرے خدا میں اب یہ ظلم اور برداشت نہیں کر سکتا یا تو تو مجھے اپنے پاس بلا لے اور یا ایسی طاقت دے دو کہ میں ہمیشہ کے لیے اس دنیا کی محبتوں کا مرکز بن جاؤں میرے خدا میری دعا قبول کر لے اگر دنیا ہے تو عزت کی زندگی دے میں اس ذلت کی زندگی سے تنگ آ گیا ہوں میرے خدا مجھ پر رحم کر۔

سوہنو پاگل اتنا کہہ کر خدا کے حضور سجدہ میں جھک گیا اور اس کو پاس دعا نے عرش کا ہلا کر رکھ دیا خدا کو اس پر رحم آ گیا اور اس کی دعا قبول ہو گئی اچانک زور دار بجلی کڑکی اور سوہنوں پاگل پر آ گری اور سوہنوں پاگل کے جسم کو آگ لگ گئی وہ اس آگ کی وجہ سے پاگل بھی نہ تڑپا بلکہ اسی طرح ہی سجدے میں گرا رہا اس آگ کی وجہ سے ہر طرف دھواں ہی دھواں ہو گیا جب یہ دھواں چھٹا تو بارش بھی بند ہو گئی تھی یوں لگ رہا تھا جیسے جو مر چکا ہے کیونکہ وہ ابھی تک سجدے میں تھا۔

اچانک غیب سے آواز آئی سوہنو خدا نے تیری دعا قبول کر لی ہے اور تجھے ایسی طاقت سے نواز ہے کہ تیرے مقابلے کا اس دنیا میں کوئی نہیں یہ طاقت خدا کی نعمت ہے تو اسے کبھی بھی اپنے لیے استعمال نہ کرنا بلکہ خدا کی مخلوق کا محافظ بننا سوہنو اپنے دونوں ہاتھ اوپر کر جیوانے سجدے سے اٹھ کر اس کی دونوں آنکھیں ابھی تک بند تھیں یونہی اس نے ہاتھ اوپر اٹھائے اس کے ہاتھ میں ایک چمکدار طلسمی تلوار آ گئی جبکہ دوسرے ہاتھ پر ایک عقاب آ بیٹھا تھا غیب سے آواز آئی سوہنو یہ خدا کا تحفہ ہے یہ تلسمی تلوار تیری حفاظت کرے گی جبکہ عقاب تجھے دنیا سے باخبر رکھے گا آنکھیں کھول اور چل اس دنیا سے ظلم کا خاتمہ کر دے سوہنو نے یونہی آنکھیں کھولیں وہ حیران رہ گیا کیونکہ نہ صرف خدا نے اس کو یہ دو تحفے دیئے تھے بلکہ اسے ایک طاقت جسم کا مالک بھی بنا دیا تھا۔ اس کا پاگل پن بھی دور ہو چکا تھا وہ اب اس جنگل میں ہی رہنے لگا۔ ایک دن سوہنو نے سوچا کہ شہر جا کر حالات کا جائزہ لینا چاہئے دن رات سفر کرتے ہوئے سوہنو ایک شہر میں جا پہنچا جہاں دور دور تک کسی آدم زاد کا نام ونشان بھی نہ تھا شہر کی گلیاں اور سڑکیں اسی طرح ہی تھی جیسے یہاں ابھی کسی نے صاف کیا ہو مکان بھی باہر سے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ آباد ہی نہ ہوں لیکن ان میں کوئی بھی نہیں تھا۔

سوہنو یہ صورت حال دیکھ کر پریشان ہو گیا اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس خوفناک صورت شہر کے باسی کہاں گئے ہیں وہ ابھی اسی پریشانی میں ڈوبا ہوا تھا کہ اسے دور ایک بوڑھا آدمی دکھائی دیا وہ تیزی سے اس کی طرف بڑھا اور پوچھا باباجی اس شہر کے رہنے والے کہاں گئے ہیں۔

بیٹا اس شہر کو نہ جانے کسی کی نظر لگ گئی ہے ہم لوگ پہلے یہاں خوش رہتے تھے ایک دن ایک بلا اس شہر میں آئی اور بہت لوگوں کو اٹھا کر لے گئی وہ بلا ایسی ہے جو کسی کو نظر نہیں آتی پہلے تو ہمارے دلوں میں عجیب خیال تھے لیکن بعد میں یہ حقیقت کھل گئی وہ نظر نہ آنے والی بلا کسی جادوگر نے اس شہر میں بھیجی تھی اس جادوگر نے آہستہ آہستہ تمام شہر کے لوگوں کو اغوا کر لیا اور ان اغواء ہونے والوں کا کچھ پتہ نہیں نہی کہ جادوگر انہیں کہاں لے گیا اور ان کا کیا حشر کیا معلوم نہیں وہ لوگ زندہ بھی ہیں یا نہیں اس جادوگر انہیں ہلاک کر دیا یا پھر پتہ نہیں۔

بوڑھے کی آنکھوں میں آنسو جاری ہو گئے سوہنو

www.pdfbooksfree.pk

پاگل نے جو یہ حقیقت سنی تو اس کے تمام جسم میں ایک عجیب سے سنسناہٹ ہوئی اس نے بوڑھے سے جادوگر کا پتہ جاننا چاہا لیکن اسے اور کچھ علم نہ تھا سوہنو نے دل میں عہد کیا کہ وہ اس جادوگر کا خاتمہ نہیں کر لیتا سکون سے نہیں بیٹھے گا اس نے عقاب کو جادوگر کی تلاش میں بھیج سیا اور خود بھی اسے تلاش کرنے نکل پڑا اس کی دن اسی طرح اس گزر گئے مگر اسے کوئی کامیابی حاصل نہیں ہوئی تھی عقاب روزانہ آ کر اسے ملتا سوہنو کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کس طرح جادوگر تک پہنچے ایک دن عقاب جیوا نے کو اطلاع دی کہ دوسرے شہر سے بھی کئی لوگ غائب ہیں جیوا تیزی سے اس شہر کی جانب چل پڑا جہاں سے لوگ غائب ہو گئے تھے اس شہر میں پہنچ کر جیوا نے لوگوں سے اس بلا کے متعلق پوچھا لیکن کسی کو کچھ پتہ نہ تھا تمام لوگ اس بلا کے خوف سے سہمے ہوئے تھے سوہنو نے اس شہر کی نگرانی شروع کر دی کیونکہ اسے یقین تھا کہ وہ بلا ضرور دوبارہ آئے گی۔

کئی دن گزر گئے لیکن وہ بلا نہ آئی نہ ہی کوئی آدمی غائب نہ ہوا تھا سوہنو کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ اب کیا کرے کسی طرح اس بلا تک پہنچے ایک صبح اسے پتہ چلا کہ رات پھر وہ بلا آئی تھی بہت سے آدمیوں کو اغوا کر کے لے گئی ہے اسے اپنے آپ پر بہت غصہ آ رہا تھا کیونکہ اس نے پہرے دار میں سستی کر دی تھی عقاب تھوڑی دیر بعد اس کے پاس پہنچ گیا سوہنو اسے دیکھتے ہی سمجھ گیا تھا کہ وہ ضرور کچھ خبر لائے گا کہو دوست اس بلا کے متعلق کیا کچھ معلوم ہوا ہے مجھے اس بلا کا اس وقت علم ہوا جب وہ کئی آدمیوں کو اٹھا کر لے جا رہی تھی میں نے بہتر یہی سمجھا کہ اس کا پیچھا کروں میں اس کا پیچھا کرتے ہوئے شہر سے دور پہاڑی علاقے میں پہنچ گیا اس بلا نے تمام آدمیوں کو ایک پہاڑ میں دے مارا اور یہ دیکھ کر میں حیران رہ گیا کہ تمام لوگ پہاڑ سے ٹکرا کر مرنے کے بجائے اس میں اندر ہی گئے ہیں عقاب نے اس بلا کے متعلق بتایا سوہنو نے جو یہ حقیقت سنی وہ بہت حیران پریشان ہوا اس نے عقاب سے کہا کہ وہ اسے اس جگہ لے چلے جہاں وہ طلسمی پہاڑ ہے۔

عقاب تیزی سے ایک طرف ہواڑنے لگا سوہنو بھی تیزی سے ایک طرف اس کے پیچھے بھاگنے لگا تھا تھوڑی دیر میں وہ پہاڑی علاقے میں پہنچ گئے عقاب ایک بڑے پہاڑ کے سامنے رک گیا اور اس کی طرف اشارہ کر کے کہا سوہنو یہی ہے وہ پہاڑ جس میں اس بلا نے آدمی غائب کیے تھے سوہنو یہ سنتے ہی تیزی سے آگے بڑھا اس پہاڑ کے قریب جا کر اس نے تلوار نکالی اور پوری قوت سے پہاڑ پر دے ماری اس کی تلوار تیزی سے نکل گئی سوہنو نے محسوس کیا کہ اس کی تلوار کسی بھی پتھر سے نہیں ٹکرائی اچانک کچھ سوچ کر اس نے آنکھیں بند کی اور پہاڑ میں زور سے ٹکر ماری سوہنو نے محسوس کیا جیسے وہ پہاڑ سے ٹکرانے کے بجائے کسی کھائی میں گر پڑا ہو تھوڑی دیر کے بعد ہو بے ہوش ہو گیا جب سوہنو کو ہوش آیا تو اس نے خود کو ایک سرسبز باغ میں پایا اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کس طرح اس جگہ آ پہنچا ہے تھوڑی دیر سوچنے کے بعد اس نے یہی فیصلہ کیا کہ وہ جادوگر کے طلسم میں پہنچ چکا ہے یہ سوچ کر وہ ایک طرف کو چل پڑا تا کہ جادوگر کو تلاش کر سکے۔ اچانک اس کے سامنے ایک بہت بڑا جن آ گیا اس کے ہاتھ میں تلوار تھی سوہنو نے بھی میان سے طلسمی تلوار نکالی اور مقابلے کے لیے تیار ہو گیا جن نے زبردستی وار کیا سوہنو نے وار تلوار سے روکا اور یوں دونوں نے خونی جنگ شروع کر دی آخر سوہنو نے ایک بھاری وار کر کے جن کی گردن تن سے جدا کر دی اور سامنے ایک دیوار تھی سوہنو نے تلوار دیوار پر کیا اور ایک شگاف ہو گیا اس نے سامنے دیکھا تو وہ ایک بڑے کمرے میں پہنچ گیا تھا اس کمرے میں ہر طرف ہی بہت آدمی بیٹھے ہوئے تھے لیکن سب کے

www.pdfbooksfree.pk

سب پتھر کے تھے سوہنو تیزی سے کمرے سے نکلا اور جادوگر کو تلاش کرنے لگا سوہنو نے اس جگہ موجود تمام کمرے دیکھ لیے لیکن اسے جادوگر کہیں دیکھائی نہیں دیا اچانک اس کے پیروں میں ایک زنجیر پڑ گئی اور اسے زمین میں کھینچنے لگی اس نے اپنے آپ کو زنجیر سے چھڑانے کی بہت کوشش کی لیکن ناکام رہا زمین کے نیچے ایک قید خانہ تھا وہ اس میں قید ہو گیا اس قید خانے میں ایک طرف سلاخیں لگی ہوئی تھی سوہنو نے جب سامنے دیکھا اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئی سامنے بہرام جادوگر آنکھیں بند کیے ہوئے بیٹھا تھا اس کے سامنے چھوٹے چھوٹے کئی چراغ جل رہے تھے ان چراغوں میں اوپر لٹکے ہوئے ایک آدمی کا خون قطرہ قطرہ کر کے ٹپک رہا تھا یہ منظر دکھ کر سوہنو غصے سے پاگل ہو گیا اس نے طلسمی تلوار کے ایک ہی وار سے تمام سلاخوں کو کاٹ دیا اور قید سے باہر نکل آیا اس کے وہ بہرام جادوگر تک پہنچا ایک زوردار گھونسہ اس کے منہ پر پڑا اس نے اپنے ارد گرد دیکھا لیکن وہاں کوئی نہ تھا یہ صورت حال دیکھ کر وہ پریشان ہو گیا اچانک ایک گھونسہ اور اس کے منہ پر لڑکھڑاتا ہوا پڑا سوہنو مضبوطی سے اپنی تلوار کو تھام اس سے پہلے کہ وہ غیبی بلا اس پر کوئی وار کرے سوہنو نے پوری قوت سے چاروں طرف تلوار گھمائی اور ایک زوردار چیخ بلند ہوئی اور پھر سناٹا چھا گیا کہ بلا ک ہلاک ہو گئی ہے اس بلا کے ہلاک ہوتے ہی بہرام جادوگر کھڑا ہو گیا اس نے جو پیچھے مڑ کر دیکھا تو اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا اس نے غصے سے گرجتے ہوئے کہا اے بدبخت آدم زاد تو نے میرے طلسم کو توڑنے کی کوشش کی ہے اب میں تمہیں اس کی سزا دینے والا ہوں اسے دیکھ کر تمہاری روح بھی کانپ اٹھے گی یہ کہہ کر وہ اس کی طرف بڑھا اس سے پہلے کہ وہ سوہنو تک پہنچتا سوہنو نے ایک زبردست وار کر کے اس کے سر تن سے جدا کر دیا جادوگر کے ہلاک ہوتے ہی ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا پھیل گیا جب اندھیرا چھٹا تو سوہنو پہاڑی علاقے میں اس جگہ کھڑا تھا جہاں وہ پہاڑ میں داخل ہوا تھا اس کے علاوہ اور بھی بہت تعداد میں لوگ جمع تھے سوہنو نے خدا کا شکر ادا کیا جو اس ظالم جادوگر کا خاتمہ ہوا ان تمام لوگوں نے سوہنو کا شکریہ ادا کیا یہ وہ لوگ تھے جو جادوگر کے جادو سے پتھر بنے ہوئے تھے وہ تمام اس جادوگر کی موت سے بہت خوش تھے سوہنو کا عقاب بھی اس کے پاس پہنچ گیا تھا سوہنو نے سب سے اجازت لی اور پھر سے انجانی منزل کی طرف چل پڑا۔ اختتام۔

میری ساری زندگی
محبتوں کی تلاش میں گزری
اس راہ گزر پر ہاتھ لہولہان
اور دو جو ریزہ ریزہ
یہ دکھ میں ہنس کر سہہ لیتا
اگر سچی محبتیں
اپنی عظمتوں کے مقام پر ملتی
دکھ یہ پہنچیں کہ محبتیں نہ ملیں
غم یہ ہے رشتوں نے اپنا مان کھو دیا

عاصم ناصر، سرگودھا

میں سوچتا ہوں
تیرا یہ محبت سے پیش آنا
میرے غموں پہ اداس ہونا
میری خوشیوں میں شریک ہونا
میں روٹھ جاؤں مجھے منانا
نظر نہ آؤں بے سکون ہونا
کہیں تیری عادت تو نہیں
میں شکی لڑکا لف ایسا ہوں
کہ کہیں بھی تیری محبتوں میں
کبھی بھی کمی ہوئی

www.booksfree.net www.urdutube.net www.urdumovies.net
www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material

ایس۔امتیاز احمد (کراچی)

محرم مجرم-----

''وہ صرف اپنے خدا سے مانگنا چاہتی تھی لیکن اس کے شوہر اور ساس نے اسے انسان سے مانگنے پر مجبور کر دیا۔۔۔ اور ایک دن۔۔۔۔

ماں کی صرف ایک خواہش تھی کہ ان کے سونے آنگن میں بہو پھول کھلا دے اور یہ کوئی انوکھی بات نہ تھی لیکن بہو مجبور تھی۔ سب ٹھیک تھا لیکن اللہ کے ہاں سے دیر تھی۔

یہ کام صرف اس خوبصورت کائنات کے مالک کا تھا کہ وہ اپنی اس حسین دنیا کے ایک کونے میں بنے چھوٹے سے گھر میں بھی تھوڑی سی رنگینی پیدا کر دے۔ اس آنگن کی الگنی پہ سوکھنے کے لئے ننھی منی فراکیں، موزے اور کپڑے ہوں۔ برآمدے میں ٹوٹی چوڑیوں کے ٹکڑے ہوں۔ ہرے لال اور اودے پیلے رنگین کپڑے۔

کبھی دادی اماں کو نظر کی کمزوری کے باعث کھلونوں پر سے پھسل کر ٹھوکر لگے وہ گرتے گرتے بچیں۔ اور کبھی ان کے پاک بستر پر گندے پیروں سمیت چڑھ جائے۔ کبھی کوئی ننھا منا وجود ان کا چشمہ توڑ ڈالے اور وہ کئی روز نیا چشمہ آنے تک اپنے بیٹے سے بیار بھرا شکوہ کرتیں رہیں۔

''ارے شاہد! میرا چشمہ تو بنا لا بیٹا کتنے ہی روز گزر گئے تیرے صاحبزادے نے توڑ ڈالا تھا۔ قرآن پاک پڑھنے میں مشکل پیش آتی ہے۔

لیکن وہ لاکھ سوچتیں کوئی سراپا ہاتھ ہی نہ آتا۔ بہو تھی تو اتنی فرمانبردار کہ اس سے ان کو کوئی شکایت ہی نہ تھی۔ وہ خواہ مخواہ اس کے خلاف بات کر کے اپنے ایمان کو کیسے قینچی لگائیں۔ اور بیٹا تھا تو اس قدر سعادت

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material



www.pdfbooksfree.pk

مند کہ ضرورت کے اظہار کی نوبت ہی نہ آتی۔ پوچھ گچھ، دوا دارو، پھل فروٹ، کپڑا لتا اور خدمت گزاری میں دونوں ایک دوسرے پر سبقت لے چکے تھے۔ لیکن کیا تھا کہ سونے آنگن کو قلقاریوں کی ضرورت تھی۔

بھرا پورا گھر تھا لیکن اتنا صاف ستھرا کہ کمروں سے صفائی کی مہک آتی تھی جو اماں جی کو ریڑھ کی ہڈی تک منجمند کر دیتی تھی۔ اور اماں کو ہول اٹھتے تھے۔

بہو کو اور کون سے کام ہیں۔ گھر کی دیکھ بھال اور تفریح۔

نوکر تھے تو ان کے ہاتھ چیزوں کو سنوارنے میں لگے رہتے تھے اور اماں بی کا دل چاہتا تھا۔

اس سجاوٹ کو کوئی بگاڑنے والا بھی تو ہو۔ مہینوں چیزیں ایک حالت میں پڑی رہتی تھیں۔ کوئی میزوں کے کپڑے کھینچ کر اوپر پڑی چیزیں توڑ ڈالنے والا نہ تھا۔ بہو کی سنگار میز۔ امپورٹڈ خوشبوؤں سے اٹی رہتی لیکن وہی مخصوص خوشبو جو وہ تیار ہو کر نکلتی تو گھر میں پھیل جاتی۔ کبھی ایسا نہ ہوا کہ دن کے کسی حصے میں اچانک کوئی شیشی گری ہو تو خوشبو کے ساتھ تیز آوازوں اور بچے کے ساتھ ماں کے چیخنے چلانے کی آوازیں آتی ہوں۔ رات بھر کبھی کسی کے کان دور ہوتا نہ پیٹ میں۔ سب کچھ سونا تھا۔

اماں تو وہ دادی تھیں جن کو بچے کھلانے کا شوق شاہد کے گود میں آتے ہی شروع ہو چکا تھا۔ لیکن شاہد نے اس مسئلے پر سوچنا بند کر دیا تھا۔ وہ ایک ہی ایک تو بیٹا تھا۔ لیکن اس کی سوچیں ماں سے تو مختلف تھیں۔ ماں کا تو یہ عالم انہوں نے جب بھی فقیر کو خیرات دی۔ ایک جیسے جملے پہ آمین کہا۔ ''بی بی! اللہ ایک سے شہر آباد ہو تیرا۔ سات پوتوں کا منہ دھلاؤ۔'' اور بی بی اللہ کے ہاں دن رات دعاؤں کا ذخیرہ کرتیں رہیں ، کہ اُمید پہ دنیا قائم ہے۔ وہ امیدیں باندھتی رہیں کبھی کسی کو خالی ہاتھ گھر سے نہ جانے دیا۔ مگر جب لوٹانے

www.pdfbooksfree.pk

کا وقت آیا تو اس خزانے میں سے واپسی کی کوئی امید نہ نظر آئی۔

پورے تیرہ برس بیت گئے۔ ان کو بہو بیٹے سے کوئی شکایت ہی نہ تھی۔ حالانکہ لوگوں نے بہتیرے کان بھرے۔ لیکن وہ بیٹے سے مطالبہ نہ کر سکیں۔ ان کو معلوم تھا کہ ان کی بہو پڑھی لکھی ہے۔ وہ خود اپنے شوہر سے کہہ چکی ہے۔ کہ بے شک اسے اس کی دوسری شادی سے وہی دکھ ہوگا جو ایک عورت کو ہو سکتا ہے اور وہ اپنے شوہر کی دوسری شادی کے بعد اس کے پاس بھی نہیں رہے گی۔ کیونکہ وہ لاکھ بہادر ہو لیکن اتنی بھی نہیں کہ سوکن گوارا کر لے اس لئے کہ جب وہ خود یہ برداشت نہیں کر سکے گی کہ اس کا شوہر اس کی موجودگی میں کسی دوسری عورت کا ہو جائے تو دوسری عورت بھی سوکن کا وجود برداشت نہیں کر پائے گی۔ تو وہ جب اولاد کے لئے یہ قدم اٹھائے گا اس کا پہلا کام یہی ہوگا کہ وہ فوزیہ کو طلاق دے دے۔

لیکن شاہد فوزیہ کو طلاق نہیں دے سکتا تھا۔ یہ اس کے لئے ناممکن ترین تھا۔ سب سے پہلی وجہ تو یہی تھی کہ فوزیہ اسے بہت پسند تھی وہ دل و جان سے اسے چاہتا تھا۔ وہ مرد تھا بچے کیلئے اس کا دل بھی ہمکنا رتھا لیکن بچے کے عوض وہ فوزیہ کو چھوڑ دے۔ یہ ہرگز ممکن نہ تھا۔ لہٰذا اس نے فوزیہ کے علاوہ سوچنا چھوڑ دیا تھا۔

اس روز بہت شدید بارش ہوئی تھی۔ چھاجوں پانی برسا تھا۔ شاہد کہیں گیا ہوا تھا۔ اماں کے پیروں میں بہت درد تھا۔ ملازم اپنے بچوں کے ہمراہ کوارٹروں میں رُکے ہوئے تھے۔

فوزیہ نے اپنی طویل و عریض بیڈ روم کے سامنے والی شیشے کی کھڑکیوں کے پردے ہٹا دیئے۔ اس کا دل بے طرح اداس تھا۔ گرم بستر میں ننھے منے گلابی ہاتھوں والے بچے کی طلب اسے تڑپا رہی تھی۔ اس کا شوہر اس کی سوچ پڑھ لیتا تھا اور ایسی تڑپ کا رُک اپنی مضبوط بانہوں کی طرف موڑ دیتا تھا۔ لیکن اس وقت وہ

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material

گھر پر موجود نہ تھا۔

پچھلے کئی روز سے وہ اپنی ماں کی طرف بھی نہیں جا رہا تھا۔ حالانکہ وہ بیمار تھی اور بدن کے جوڑوں کا درد انہیں بہت بے بس کر چکا تھا۔

''شاہد! تمہیں اماں کا خیال رکھنا چاہیئے۔'' موقع پا کر اس نے صاف دلی سے کہا۔

''ہاں مگر میرا دل نہیں چاہتا۔ اماں مجھے کچھ نہ کچھ کہتی رہتی ہیں۔ مثلاً یہی کہ ان۔۔کو بچوں کی ضرورت ہے۔

''تو؟''

''یہی کہ میں کسی کا بچہ گود لے لوں۔''

''تمہارا کیا خیال ہے؟'' فوزیہ اس پر نگاہ جما کر بولی۔

''میرا بچہ وہی ہوگا جو میری بیوی کی کوکھ سے جنم لے گا۔ مجھے وہ بچہ نہیں چاہیئے جو مانگنے تانگے کا کہلائے۔'' اس کے لہجے میں چھپی اٹل حقیقت بڑی واضح تھی۔

''بے اولاد بچے گود لے ہی لیا کرتے ہیں۔'' اس کی بات نے اس کی دکھتی رگ کو چھوا۔

پیشانی پر ان گنت شکنیں ڈال کر اس نے فوزیہ کی طرف دیکھا تو اس نے نگاہیں جھکا دیں۔

وقت دھیرے دھیرے گزر رہا تھا۔ اماں کے مطالبے میں شدت آ چکی تھی۔ بے زاری کے سائے اتنے گہرے ہو گئے کہ در و دیوار سے لپٹنے لگے۔ آخر جب ضبط کا یارانہ رہا تو اماں خود ہی جوڑوں کا درد بھول کر اس کے پاس آ گئیں۔

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material

سیاہ اور پیلے پھولوں والا سوٹ پہنے۔ بالوں کو نئے انداز میں سنوارے ہاتھوں میں پرس اور گاڑی کی چابی تھامے وہ شاید کہیں جا رہی تھی۔ انہوں نے پہلی بار اس کو تنقیدی نظروں سے دیکھا رک رک کر بولیں۔

''بہو! تمہاری لاپروائی دن بدن ہمارے درمیان اجنبیت کی دیوار کھڑی کر رہی ہے۔'' وہ اماں کے لہجے میں گھلی تلخی محسوس کئے بنا نہ رہ سکی۔ اور نگاہیں جھکا کر رہ گئی۔ حالانکہ وہ کہنے کو بہت کچھ کہہ سکتی تھی۔

''شاہد! کے دوسرے بھائی جو سگے نہ سہی لیکن آپ کی بہن کے بیٹے ہیں۔ ان کے گھر میں تو اولاد نہیں۔ لیکن وہ لوگ ہاتھ دھو کر نازیہ کے پیچھے نہیں پڑے ہوئے۔''

''بہو میرا کہنا مان لو۔ چھوڑو ان ڈاکٹروں کے چکر۔ کچھ اللہ رسول سے لو لگاؤ کچھ تعویز دھاگا کراؤ۔ مجھے تو لگتا ہے کسی نے جادو کیا ہوا ہے۔''

''اماں! مجھے نہیں تعویز گنڈوں کا اعتبار۔ کون میرا ایسا دشمن ہوگا جو یہ چاہے گا کہ بچہ نہ ہو۔'' اس نے اماں کی طرف دیکھے بغیر کہا تو وہ چپ چاپ باہر چلی گئیں۔

چند روز اور چپ چاپ گزر گئے۔ وہ اماں سے کھنچی کھنچی سی رہنے لگی لیکن شاید اماں نے اس کی بہتری کا حل ڈھونڈ نکالا تھا۔

''بہو میں تم پر اپنا حق سمجھتی ہوں۔ اسی وجہ سے تمہیں کہتی ہوں۔''

''آپ کیا چاہتی ہیں ماں جی جو میرے اختیار میں ہوگا میں ضرور کروں گی'' وہ سنجیدہ تھی۔

''ایک بابا ہیں تم میرے ساتھ کے پاس چلو۔ زرینہ کی اماں بتا رہی تھی کہ وہ کوئی ایسے ویسے بندے

www.pdfbooksfree.pk

نہیں بس ہمارے تمہارے جیسے ہیں اور کوئی لالچ وغیرہ نہیں رکھتے۔ فی سبیل اللہ جو کچھ بھی ہو کرتے ہیں اور کئی عورتوں کی مراد پوری ہوئی ہے۔ میں چاہتی ہوں تم میرے ساتھ ان کے پاس چلو۔''

''لیکن ماں جی آپ کو علم ہے مجھے ان باتوں وغیرہ پر یقین نہیں۔ اور پھر ان کی جو کہانیاں زمانہ سناتا ہے۔ اگر ان میں ذرا سی بھی صداقت ہو تو پھر عورت تو ماری گئی۔''

''ایک بار ہو آنے میں حرج ہی کیا ہے۔ مگر ایک بات کا خیال رکھنا شاہد کوفی الحال نہ بتانا۔'' اماں اس کے لہجے کی تلخی کو نظر انداز کر کے بولیں۔

''ٹھیک ہے ماں جی! ایک بار تو میں آپ کے کہنے پر جا رہی ہوں لیکن اگر وہ آدمی مجھے اچھا نہ لگا تو میں دوبارہ نہیں جاؤں گی۔ یہ میں ابھی سے کہے دیتی ہوں۔''

''تو ایک بار تو جا۔'' اماں پر امید تھیں۔

دوسرے روز جب صبح شاہد آفس چلا گیا تو اماں اپنے پروگرام کے مطابق کام کرنے والی زرینہ کی ماں کے ساتھ فوزیہ کو لے کر چل دیں۔

''وہ بابا وغیرہ تو ہرگز نہ تھا۔ بلکہ اس نے صاف بتایا تھا کہ وہ ایک اچھی جاب پہ فائز ہے اور بانجھ عورتوں کے دُکھ درد کرنے کے لئے تھوڑا سا ٹائم نکال کر وہ ان کو ضروری وظیفے بتاتا ہے۔ یا خود ان کے لئے چلہ کشی کرتا ہے اسے کوئی لالچ نہیں دکھی انسانیت کے لئے اگر اس کے پاس کوئی آتا ہے تو وہ اس کی مدد کیلئے حاضر خدمت ہے۔

فوزیہ بوسکی کی سفید چادر اوڑھے نظریں جھکائے چپ چاپ وہاں بیٹھی رہی زرینہ کی ماں اور اماں

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material

نے پوری کہانی سنائی اور بابا جی سر ہلاتے رہے انہوں نے آنکھ اُٹھا کر بھی فوزیہ کو نہیں دیکھا۔ لیکن فوزیہ نے انہیں ضرور دیکھا۔ وہ ان سے خاصی متاثر ہوئی۔ بڑی کم عمری میں وہ بڑے اونچے منصب پر تھے۔ سرخ و سفید بڑی بڑی آنکھیں اور جلالی صورت والے بزرگ نما انسان جن کا نام تو معلوم نہیں تھا۔ لیکن بابا جی کہلواتے تھے جبکہ وہ بابا جی ہرگز نہ دکھائی دیتے تھے۔ فوزیہ نے صرف ایک بار نگاہ بھر کر بابا جی کو دیکھا اور ان کا ہر جواب دینے کیلئے ان کے قریب بیٹھ گئی۔

بابا جی منہ ہی منہ میں کچھ پڑھتے رہے اور پھر بولے۔

''گھبرانے یا فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ خاتون! آپ آئندہ اپنی بہو کو نہ لائیں۔ بلکہ آپ خود آئیں اور مجھے آپ کو جو کچھ بھی دینا ہوگا دیتا رہوں گا۔ اگر آپ بھی نہ آسکیں تو اپنے صاحبزادے یعنی ان کے شوہر کو بھیج دیں۔ اللہ تعالیٰ کرم کرے گا۔''

فوزیہ نے گھبرا کر ساس کو دیکھا تو اماں نے فوراً کہہ دیا۔ ''میں خود ہی آجایا کروں گی جی۔''

پھر فوزیہ چادر سنبھالتی ہوئی ساس کے ساتھ باہر آگئی اس کے بہت سارے شکوک اور خدشات بابا کو دیکھ کر ختم ہو گئے تھے اس کے ہاتھ میں وہ چند تعویز تھے جو اسے صبح و شام پانی میں گھول کر پینا تھے۔ کچھ دم کی ہوئیں الائچیاں تھیں۔ اور بس۔

پتہ نہیں یہ اس کا خیال تھا یا تعویز کا اثر تھا کہ پہلا تعویز حلق سے اترتے ہی اسے اپنے اندر خوشگوار سی تبدیلی کا احساس ہوا۔ دن بھر وہ ہلکی پھلکی سی رہی۔ نہ سستی تھی نہ پژمردگی اور نہ ہی اداسی کا نام و نشان تھا۔ بلکہ وہ سارا دن مسرور مسرور اور شگفتہ رہی۔

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material

دوسرے اور تیسرے دن تو اس کے پورے سراپے پہ ایسا نکھار اور دلکشی تھی کہ شاہد نے چونک کر اسے دیکھا۔ ''کیا بات ہے فوزیہ! تم میں میں بہت نمایاں تبدیلی محسوس کر رہا ہوں۔''

''اچھا۔'' وہ شوخی سے بولی۔ آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا۔''

''کیوں کیا مجھ سے کچھ چھپایا جا رہا ہے۔'' اس نے معنی خیز انداز میں فوزیہ کو دیکھا شاہد کے خیال میں خوشخبری ہی ہو سکتی تھی۔ لیکن اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ آجکل ساس بہو کن چکروں میں پڑی ہیں۔

نو چندی کے پہلے ہفتے میں بابا جی نے اماں کے ہاتھ کہلوا بھیجا کہ بہو سے ضروری سوالات کرنے ہیں لہٰذا اسے ایک بار لانا پڑے گا۔ فوزیہ پھر بگڑ بیٹھی۔ ماں جی۔ بے شک مجھے کوئی اعتراض نہیں لیکن نا جانے کیوں میرا اعتقار نہیں ان باتوں پر میں صرف اور صرف اللہ کی ذات پر بھروسہ رکھتی ہوں۔''

''یہ تو وہم ہے تیرا فوزیہ! ورنہ میں دیکھ رہی ہوں۔ بڑا فائدہ ہوا ہے تجھے۔ دنوں میں تیرے چہرے پہ شادابی آ گئی ہے۔ مجھے امید ہے۔ فوزیہ اگر تو نے مکمل علاج کروایا تو مولا پاک تیری گود ضرور بھر دے گا۔''

فوزیہ چپ کی چپ رہ گئی ساس کا اتنا بے پناہ اعتماد جھٹلانا اسے اچھا نہ لگا۔

جمعرات کو وہ اماں کے ہمراہ پھر گئی۔ بابا جی نے ضروری سوالات پوچھ کر اسے کہا کہ وہ اگلی جمعرات اس کے بت کے برابر دھاگے پر کچھ پڑھ کر دم کریں گے۔ لہٰذا اگلی جمعرات اسے پھر تکلیف کرنی پڑے گی۔

''تکلیف کیسی حضور۔ ہم آنکھوں کے بل چل کر آئیں گے۔ اماں نے فراغدلی کا مظاہرہ کیا۔

www.pdfbooksfree.pk

لیکن اگلی جمعرات کو وہ جانے کے لئے وہ ہرگز تیار نہ تھی۔ وہ اماں! میں نے کہا نا۔ میں اللہ کے سوا کسی سے اُمیدیں وابستہ رکھنا گناہ سمجھتی ہوں۔

''بیٹی۔ پیر فقیر خدا تو نہیں ہوتے۔ مگر خدا سے جدا بھی نہیں ہوتے اور کوئی نہ کوئی وسیلہ ہوتا ہے۔''

''دیکھو ناں۔ اگر کہیں مقدمہ پھنس گیا ہے تو وکیل تو کرنا ہی پڑتا ہے تاکہ وہ اپنی اس قابلیت اور علم کی بدولت مشکل آسان کروادے جو اس کے برسوں کی محنت کے بعد حاصل کی۔ کسی اچھی چیز کے حاصل کرنے کیلئے وسیلہ بنانا پڑتا ہے۔ یہ لوگ مدتوں کی عبادتوں اور ریاضتوں کے بعد خدا سے اتنے قریب ہوتے ہیں کہ ہمیں جو دعاؤں کا طریقہ سلیقہ نہیں ہوتا۔ اس تک پہنچا کر فیض پہنچاتے ہیں اور ان سے عالم کو فیض ہے بیٹی!''

اس کا دل چاہا کہے اماں! خداوند تعالیٰ سے زیادہ اپنے بندوں کو پیار کرنے والا کون ہے۔ ماں سات دفعہ پیار کرتی ہے تو وہ ذات پاک ستر دفعہ اپنی محبت کی برسات کرتا ہے اور پھر اس نے اپنے اور بندے کے درمیان رابطے کا وہ وسیلہ بنایا ہے کہ انسان کو کہیں نہیں جانا پڑتا۔ کسی کے گھٹنے نہیں چھونے پڑتے وہ تو شہ رگ کے قریب ہے۔ جب پکارو گے اپنے لئے قریب پاؤ گے اور پھر جو دکھ مجھے ہے۔ جو داغ میرے سینے پر ہے اس کی کسک اور درد سے بلک کر میں اپنے لئے پوری سچائی سے مانگوں گی۔ یا میری خاطر کوئی اور مانگے گا۔ اس کو کیا پتہ میں کون ہوں؟ وہ تو اپنے پاس اس دکھ میں آنے والی سینکڑوں عورتوں میں سے ایک سمجھے گا۔ اس کیلئے تو میرے درد کی حقیقت ثانوی ہوگی۔ اسے کیا علم کہ اپنے اپنے دُکھوں کی صلیب اپنے اپنے کاندھوں پہ اُٹھائے چلنے والوں کے راستوں کی دشواریاں کٹھنائیاں اور نشیب و فراز جدا ہوتے ہیں۔ کیوں

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material

مجھے میرے اعتقاد سے ہٹانا چاہتی ہو، لیکن وہ کچھ نہ بول سکی۔ لیکن اس نے یہ فیصلہ کر لیا کہ وہ شاہد کو ضرور بتائے گی۔ وہ اس سے ہرگز نہیں چھپائیگی۔ ایسے لوگوں کی کہانیاں اس کو بے شک ازبر تھیں۔ اور وہ جہالت کے ہاتھوں ماری جانے والی عورتوں کی داستانیں سُن سُن کر کانپ اٹھتی تھی جو ضمیر کے کٹہرے میں ساری زندگی مجرم بن کر رہ جاتی تھیں۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ اب اگر شاہد اسے اجازت دے گا تو وہ جائے گی ورنہ نہیں۔

اس روز بدھ کی تیرہ اور نو چندی کا دوسرا ہفتہ تھا۔ اگلا روز جمعرات کا تھا اور اماں کے کہنے کے مطابق آج اس کے بت کے برابر اس شخص نے عمل کرنا تھا۔ جس کے بعد قدرت اسے گوہر مقصود عطا کرنے والا تھا۔ وہ سوچوں میں گم تھی۔ اور بہت دیر سے شاہد اس کے ڈانواں ڈول سوچوں میں کھوئے وجود کو محسوس کر رہا تھا۔

''فوزیہ!''

''جی'' وہ چونک پڑی۔

''خیریت؟''

''ہاں''

''پھر بھی؟''

''ایک الجھن ہے تو۔''

''تو بتاؤ کیا بات ہے؟''

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material

''اماں مجھے ایک پیر کے پاس لے کر جاتی ہیں۔''

''پھر؟''

''پھر یہ کہ مجھے پسند نہیں۔''

''تو نہ جاؤ۔''

''تمہیں برا نہیں لگا؟''

'اس میں برا لگنے والی کون سی بات ہے؟'' وہ ماں ہیں میری انہیں دادی کہلانے کا شوق ہے۔اس بے ضرر شوق کے ہاتھوں مجبور ہو کر اگر وہ بہل رہی ہیں تو کیا مضائقہ ہے؟''

''لیکن مجھے اچھا نہیں لگتا۔''

''کبھی کبھی انسان کو اپنی مرضی کے خلاف بھی کچھ کر لینا پڑتا ہے۔اماں کی اگر یہ خواہش ہے تو تمہارا کیا جاتا ہے۔ماں لوان کی یہ معصوم خواہش۔'' وہ ہنس دیا۔

''ٹھیک ہے'' وہ سر جھکا کر رہ گئی۔پھر اماں نے اسے آواز دی تو وہ بغیر کچھ کہے سنے تیار ہو کر چل دی۔

بابا نے اس سے کچھ سوالات کئے لیکن اماں کی موجودگی میں وہ جواب نہ دے سکی۔

''ٹھیک ہے آپ اس کمرے میں آ جائیں۔'' ایک عورت نے اسے پردہ ہٹا کر دوسرے کمرے کا راستہ بتایا۔

بابا جی نے اسی عورت کو ایک شفاف پیالے میں تعویز گھول کر دیا۔جیسے تعویز گھر میں پیتی رہی

www.pdfbooksfree.pk

ہو۔اس کے بعد بابا اس سے سوالات کرتے رہے اور جواب دیتی رہی۔

جانے کب بابا نے اس کے قد کے برابر دھاگہ ناپا۔کب تک وہ ان کے سوالوں کے جواب دیتی رہی۔اسے یوں محسوس ہو رہا تھا اس پر کسی اور ہی دنیا کے دروازے کھل چکے ہیں۔دماغ میں حیرت انگیزی روشنی کے جھماکے ہو رہے تھے۔اس کے اردگرد جیسے حوریں فاخرانہ لباس میں گول مٹول سا ہمکتا ہوا بچہ لئے کھڑی ہوں۔اور وہ بچہ پا کر خوشی اور مسرت کے جذبات سے مغلوب ہو چکی ہو۔

وہ باہر آئی تو اماں نے ہولے سے کہا۔''بہت دیر لگادی۔''

''ہوں۔۔۔۔دیر تو ہوگی۔''وہ مخمور سی آواز میں بولی۔

بابا نے اماں کو بتایا۔''آج یہ بہت سوئیں گی گھبرانا نہیں عمل کا اثر ہوگا۔

اماں اسے لے کر سلام کر کے باہر آ گئیں۔ان کی مٹھی میں دبے ہوئے تعویز اور وہ رنگین دھاگہ انہیں خواہشوں کے برآنے کی تقویت میں سرشار کئے ہوئے تھے۔

لیکن اس کے بعد نہ تعویزوں کی ضرورت رہی اور نہ دھاگوں کی۔فوزیہ کے اندر ہونے والی تبدیلیوں نے خود ہی ظاہر کر دیا کہ اماں کی خواہش پوری ہونے میں جتنا عرصہ درکار تھا وہ انتہائی حسین تیاریوں میں گزارا جا سکتا تھا۔

فوزیہ نے یہ سارا وقت بڑے آرام و سکون سے گزارا۔اگرچہ اس کی مسلسل طبیعت گری گری سی رہی۔اپنے اندر ہونے والی نئی اور انوکھی تبدیلیوں نے اسے ہراساں بھی کیا۔لیکن جوں جوں وہ منزل کی طرف بڑھتی رہی اس کے اندر سکون کا اجالا پھیلتا گیا۔اماں اور شاہد اس کی ناز برداریاں کرتے تو وہ چڑسی

www.bookstube.net
www.urdutube.net
www.urdumovies.net
www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material

جاتی۔

''کمال ہے۔ میں کوئی نئی ماں تو نہیں بن رہی۔ دنیا کی ساری مائیں ان ہی مرحلوں سے گزرتی ہیں۔''

وہ سارا کام کاج خود کرتی۔ بچے کے آنے کی تیاری میں یوں تو اس کی دادی نے زمین آسمان کے قلابے ملانے کی تیاریوں کے مترادف سب کچھ کیا لیکن فوزیہ نے بھی بھرپور تیاری کی۔

اللہ نے فوزیہ کو انتہائی خوبصورت چاند سا بیٹا عطا کیا تو اپنے پرائیوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ فوزیہ کی آنکھوں میں فخر و انبساط سے ایک الگ طرح کا خمار تھا۔ ماں بن کر وہ کائنات کو جیسے پا چکی تھی۔ اس کے قدموں تلے جنت سرک آئی تھی۔ ماں جی اور شاہد نے اس کی کامیابی اور خوشی کے جشن کا اہتمام کرنا چاہا تو اس نے روک دیا۔ اس کی آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے۔ جس کے فیض سے یہ بچہ حاصل ہوا اس کا شکریہ ادا کئے بغیر تو یہ جشن فضول ہے۔ اس کا جشن میں خود مناؤں گی مجھے ٹھیک ہونے دیں۔ کیونکہ اس کا مجھے پورا پورا حق ہے۔ اس کے پورے سراپے پر لرزہ طاری تھا۔ وہ چیخ چیخ کر کہہ رہی تھی۔

''یہ بچہ صرف اور صرف میرا بچہ ہے۔ سن لیا۔ اماں۔ صرف میرا بچہ اس لئے کہ اس بچے کو میں نے نو ماہ کوکھ میں رکھا۔ اس کی پیدائش کے مشکل مراحل سے گزری اور وہ مشکل تو کچھ بھی نہ تھی اصل مشکل تو وہ اذیت سے بھرا لمحہ تھا جو میں نے دعائیں مانگ مانگ کر گزارا۔ کہ یہ بچہ زندہ رہے۔ کیونکہ یہ میری ساس اور شوہر کی مرضی سے دنیا میں آیا ہے۔ اس کو میرے اناڑی پن کے ہاتھوں کوئی گزند نہ پہنچے۔ میں اسے زندہ رکھنا چاہتی تھی تاکہ میں بھری عدالت میں اسے ثبوت کے طور پر پیش کر سکوں۔ اگر میری ساس اپنے بیٹے کی

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material

چار شادیاں بھی کر لیتی تو اس کو یہ بچہ نہیں مل سکتا تھا۔ کیونکہ بانجھ میں نہیں اس کا بیٹا تھا۔ یہ بچہ میرے شوہر کا نہیں۔ یہ صرف اور صرف میرا بچہ ہے۔ یہ بچہ اس غنڈے بدمعاش کی کرامتوں کا ثمر ہے جس کے ہاتھوں بچے کی خواہشوں کی ماری وہ معصوم عورتیں اپنی عزت و حرمت کو بھینٹ چڑھاتی ہیں۔ جو میری طرح اپنے شوہروں اور ساس نندوں کی مرضی سے گناہ کی مرتکب ہوتی ہیں۔ لیکن میں ان بزدل عورتوں کی طرح ضمیر کی مجرم نہیں بن سکتی۔ میرے اندر اتنی جرات ہے کہ ایسے غنڈوں کو سر بازار کوڑے لگوا سکوں۔ شاہد دم بخود تھا۔ ایک نقطے کے الٹ پھیر نے اسے اپنی بیوی اور خدا کے سامنے مجرم سے مجرم بنا ڈالا تھا۔

اماں اور شاہد کا سر جھکا ہوا ضرور تھا لیکن اپنی ندامتوں کے سامنے نہیں فوزیہ کی جراتوں کے سامنے جو صرف اور صرف خدا سے مانگنا چاہتی تھی۔ لیکن انہوں نے اسے انسان سے مانگنے پر مجبور کر دیا تھا۔ oooo

www.booksqube.net
www.urdututube.net
www.urdumovies.net

ایس۔ امتیاز احمد (کراچی)

ملا کر نظریں وہ جھکانا بھول گئے
لگا کر آگ دل میں بجھانا بھول گئے
چلے گئے وہ دوستی کر کے ہم سے
بعد میں دوستی نبھانا بھول گئے
دکھا کر راستہ پیار کا وہ ہم کو
ساتھ چلنا بڑی سادگی سے بھول گئے
ہم انجان تھے حسن والوں کے وعدوں سے
پر وہ وعدہ کر کے نبھانا بھول گئے
ہم کو تو وہ یاد آتے بہت ہیں مگر
اِک بار یاد کر کے ہم کو دوبارہ یاد کرنا بھول گئے

☆.....ایم اکرام ساغر۔ خانیوال

رانو الفت چھپا کے دیکھ لیا
دل بہت کچھ جلا کے دیکھ لیا
اور کیا دیکھنے کو باقی ہے دلبر
آپ سے دل لگا کے دیکھ لیا
وہ میرے ہو کے بھی میرے نہ ہوئے
ان کو اپنا بنا کے دیکھ لیا
آج ان کی نظریں کچھ ہم نے
سب کی نظر میں بچا کے دیکھ لیا
جس کی تکمیل غم ہی ہو نہ سکی کاوش
عشق کو آزما کے دیکھ لیا

☆.....سعید نواز خان کاوش۔ جنڈانوالہ

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material

غزل بے خبر S کے نام

تیری یاد بن کے کانٹے جگر میں اتر گئے
جو یادوں کو سمیٹا تو پھر خود بکھر گئے
دے کر ہمیں یادیں تم خود ہو گئے رو پوش
اور دل کو درد دے کے تم جانے کدھر گئے
ہر پل ہے اذیت ہز سو ہے جدائی
کرتے ہیں تجھے یاد یہ نیناں بھر گئے
راتوں کو ستاتی ہے تیری یاد کی پروائی
تیری یاد کے سہارے وہ دن بھی گزر گئے
تم کو بھلانے کی کی تھیں کوششیں ہزار
پر یادوں کے حسیں پھول اور بھی نکھر گئے
کہنے کی کوئی بات دل میں نہی رہ گئی
لو کہتے ہیں یہی بات ہم تم پر ہی مر گئے
بس یادیں ہی کمائی ہیں ان کے پیار میں اے جان
رکھنا انہیں سدا پھر تم تو جدھر گئے

نعیم جان۔ پشاور بورڈ

غزل

بے وفا کو اپنی داستان سناؤں کیسے
زخم دل کے تجھ کو دکھاؤں کیسے
دشمن پر بجلی گرا دی تو نے
یہ بات میں تمہیں سناؤں کیسے
تو قاتل ہے میرے پیار کی
تیری یادوں کو دل سے بھلاؤں کیسے
تو کب تک تڑپائے گی سنگدل
دل ورق تیرا نام مٹاؤں کیسے
ظلمت کی گھٹائیں چھائی ہیں ہر سو
میں تجھ کو اپنا پیغام پہنچاؤں کیسے
زخموں پر ہمدم اثر کرتی نہیں رجب
یہ بات میں تجھ کو سمجھاؤں کیسے
آپ بھی سمجھ گئے ہوں گے مجھ کو سمجھانے کے بعد
انسان کتنا مجبور ہوتا ہے دل لگانے کے بعد

وزیر علی

غزل

نہ جانے کیوں دل توڑ گیا وہ
مکھ ہم سے کیوں موڑ گیا وہ
دل کی حسرت دل میں رہ گئی
اتنی جلدی چھوڑ گیا وہ
میں تو کھویا تھا سپنوں میں
اور مجھے جھنجھوڑ گیا وہ
اپنا دل تو آئینہ تھا اک
اور بے دردی توڑ گیا وہ
ان دیواروں اور یادوں سے
میرا ناطہ جوڑ گیا وہ

وزیر علی

غزل

میں نے تجھے چاہا تجھے چاہتا رہوں گا
تم سے پیار کیا ہے تجھ سے پیار کرتا رہوں گا
تم بھلانا چاہو تو بھلا نہ سکو گے صنم
میں ہر وقت تجھے یاد کرتا رہوں گا
دل تجھے دیا ہے اس دنیا میں
مرتے دم تک تجھے پکارتا رہوں گا
زخم جتنے بھی لگے اس دل میں
مسکرا مسکرا کے سہتا رہوں گا
اپنے بھی پرائے ہو جائیں مجھے فکر نہیں
مگر میں آپ کو اپنا بناتا رہوں گا
توں شمع ہے میں پروانہ ہوں زیڈ

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material
www.booksstube.net
www.urdutube.net
www.urdumovies.net

یہ جھوٹ ہے کہ اس سے کچھ ملا نہیں
یادیں وہ اپنی بے حساب چھوڑ گیا

عماد شوکت۔ آزاد کشمیر

مزاحیہ غزل

ارے بیگم تو نے کیوں چٹا اٹھا رکھا ہے
پڑوسیوں کیساتھ مرغا بنا رکھا ہے
پہلے ہی برتن دھوئے ہیں میں نے بہت
یہ حلوہ تم دیگچی میں کیوں بنا رکھا ہے
ارے خدا کے لئے چپ ہو جاؤ بیگم
تمہاری آواز سے میرا سر پھٹا جا رہا ہے
خدا کی قسم اب تیرا حکم بجا لاؤں گا
کیوں ہاتھوں میں ڈنڈا اٹھا رکھا ہے
ارے کپڑے نیچے کیوں پھلا رہی ہو
اوپر چھت پر جو تار لگوا رکھا ہے
ارے بیگم کچھ تو خیال کر کپڑوں کا
دانتوں سے بھرا ہے تیرا جوڑا
تنگ آ گیا ہوں صابن رگڑ رگڑ کر
سرف ایکسل کہاں چھپا رکھا ہے

محبت خان آفریدی۔ ھددوالی

ہم کو تم سے پیار ہے

تیری آنکھوں کے سمندر میں ڈوبے رہیں ہم
ہم کو تم سے پیار ہے کیسے یہ کہیں ہم
ہونٹوں پہ بات آ کر رک جاتی ہے
دھڑکن دل کی تیز ہو جاتی ہے
آنکھیں جھکنے لگتی ہیں
موسم بدل جاتا ہے
کلیاں کھل سی جاتی ہیں
سانسیں مہک اٹھتی ہیں
ہونٹ لرز جاتے ہیں
زبان کچھ کہنا چاہتی ہے
مگر کچھ کہہ نہیں پاتی ہے

ثمران جاوید۔ گوجرانوالہ

غزل

آپ سے پیار ہوتا جاتا ہے
کام دشوار ہوتا جاتا ہے
کیا خبر ہوش ہے کہ مدہوش
کوئی آزار ہوتا جاتا ہے
عقل کی مستقل حفاظت سے
عشق بیمار ہوتا جاتا ہے
اب تو بلوایئے طبیبوں کو
دل کا آزار ہوتا جاتا ہے
کیا کریں موت کا علاج ثمران
زیست سے پیار ہوتا جاتا ہے

ثمران جاوید۔ گوجرانوالہ

غزل

ان زرات ریت سے تیری تصویر بنا ڈالوں کہو نا
خود کو خود سے بھلا ڈالوں کہو نا
ہیں تصویریں بے جان رنگ بولتے ہیں
تصویروں کے چھپے بھید کھولتے ہیں
کاش کہ تصویر جاناں میرے پاس بھی ہو
خود کو تجھ میں چھپا لوں کہو نا
مصور تو تصویر بنا ہی لیتے ہیں
نہ بھولنے والے چہروں کو چھپا ہی لیتے ہیں
تصور تصور ہے مصور اس صنم
تم کو اپنا خدا بنا لوں کہو نا

ثمران جاوید۔ گوجرانوالہ

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material

غزلیات

غزل

دل دے کر کسی سے تو پیار نہ کرنا
مر مٹ جائے گا زندہ کسی سے اقرار نہ کرنا
دنیا ہے اک جوگ اور تو اس کا اک جوگی
کسی زہریلی ناگن کا تو اعتبار نہ کرنا
پھول تو ہوتے ہیں بہار کے اور تو اک مالی
ایسے مہمان پھولوں کا تو بیوپار نہ کرنا
ظالم ہے اس بے وفا زمانے کی نظریں
کسے کی نظر سے گر کر خود کو شرم سار نہ کرنا
مطلب کے لوگ اور مطلبی ہے زمانہ
ان کے جال میں پھنس کر پیار نہ کرنا
لاکھ آئیں گی بہاریں دن دو یا دن چار
اپنے دل کو اشفاق کسی پھول کا طلب گار نہ کرنا

رانو اشفاق علی ۔ننڈو آدم

غزل

یوں دل نے حوصلہ ہارا کب تھا
اچھی حالتوں میں ہمارا ستارا کب تھا
لازم تھا ۔۔۔ زندگی سے
بن زہر پئے گزارہ کب تھا
کچھ پل اسے اور دیکھ سکتے
اشکوں کو مگر گوارہ کب تھا
ہم خود بھی جدائی کا سبب تھے
اس کا ہی قصور سارا کب تھا
اک نام پر زخم کھل اٹھے تھے
قاتل کی طرف اشارہ کب تھا
آئے ہو تو روشنی ہوئی ہے
اس بام پر یوں تارا کب تھا

سیدنزاکت صداقت بخاری۔ کوئٹہ

غزل

مجھ کو چھوڑ کے جانے والے
تم نے لیا کیا میرا نام
کیوں یہ پلکیں بھیگیں آخر
کیوں چھلکا یہ دل کا جام
چاہے مریں اور چاہے جئیں ہم
ہر دم دونوں ساتھ رہیں
کچھ بھی بیتے اس جیون میں
ہاتھ میں میرے تیرا ہاتھ رہے
کیسے چلے پھر چھوڑ کے آخر
یہ محفل یہ صبح شام
میرے دل کا ایک صنم
دنیا کے لاکھوں اصنام

ایم وقاص علی۔ احمد پور سیال

غزل

خزاں کے موسم میں گلاب چھوڑ گیا
زندگی بھر کا میرے لئے عذاب چھوڑ گیا
وہ میری قربتوں کا ہمسفر جب گیا تو
تنہایوں پہ لکھی ہوئی کتاب چھوڑ گیا
ضروری نہیں ہر کسی کو ملیں محبتیں
کیا تھا کیا سوال اور کیا جواب چھوڑ گیا
ساری زندگی وہ پڑھتا رہا دوسروں کے چہرے
جس میں تھا ذکر میرا وہ باب چھوڑ گیا
آس تھی جس شخص سے مجھے زندگی کی
وہی آنکھوں میں ٹوٹے ہوئے خواب چھوڑ گیا

www.pdfbooksfree.pk

تیری جدائی کی آگ میں جلتا رہوں گا گر جا نے تو عزاب ہے

قیدی گل نواز ۔ بلوچستان

لوگ کہتے ہیں

لوگ کہتے ہیں
دھیرے دھیرے وقت
ہر زخم کو بھر دیتا ہے
تم بھی لوگوں کی کہی
باتوں میں آ جاتی ہو
ایک لمحے کیلئے
مضمحل ہو کے سوچتی ہو گی
شاید میرے بچپن کا وہ ساتھ
وہی پاگل لڑکا
وہ بھی اب بھول گیا ہو گا
مجھے لوگ کہتے ہیں کہ
دھیرے دھیرے وقت
ہر زخم کو بھر دیتا ہے
مجھے سب اپنی جفاؤں پہ
پشیمان نہ ہو
لوگ کہتے ہیں
مگر ایسا ہوتا تو نہیں

ساجدہ یعقوب گھونکی سندھ

غزل

یہ سرد ہے تو برف ہے
جو گرم ہے تو آگ ہے
چھڑے تو ایک غزل ہے
یہ بجے تو ایک ساز ہے
ملے تو بس جنوں جنوں
جو نہ ملے تو فقط جنوں
گر سوچیے تو خواب ہے

ساجدہ یعقوب گھونکی سندھ

وقت

گزر ہی جاتا ہے
لمحہ بہ لمحہ
وقت کی باہیں
ان لمحات
کو اپنے اندر سمجھ
لیتی ہے

ساجدہ یعقوب گھونکی سندھ

پیاسا ساہوں مگر دھوپ کی چاہت ہے
سفر میں
سائے میں چلوں تو مجھے دریا نہیں ملتا
سب عکس ادھورے ہیں کہ سب آئینے جھوٹے
زخمی ہے بدن اور مسیحا نہیں ملتا

ساجدہ یعقوب گھونکی سندھ

میں اور میری تنہائی
دونوں سکھ دکھ کی
سہلیاں ہیں
جب درد حد سے گزر
کر آنکھوں سے
بہنے لگتا ہے
تو میری سانجھی تنہائی
اپنی بانہیں پھیلا کر مجھے
اپنی آغوش میں سمیٹ
لیتی ہے

ساجدہ یعقوب گھونکی سندھ

ممکن ہو آپ سے تو بھلا دیجئے مجھے
پتھر پہ ہوں لکیر مٹا دیجئے مجھے
ہر روز مجھ سے تازہ شکایت آپ کو

www.booksstube.net
www.urdutube.net
www.urdumovies.net
www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material

میں کیا ہوں اک بار بتا دیجئے مجھے

ساجدہ یعقوب گھونکی سندھ

غزل

یہ سوچ کر ہم حسرت بھری راہوں میں رہے
اے کاش کہ تو ہر وقت میری بانہوں میں رہے
محبت بھی تو کسی جرم سے کم تو نہیں ہے
چوری چھپے تو ہر وقت میری نگاہوں میں رہے
ہر گھڑی گنگناتے ہیں تیرے پیار کے نغمے ایس
بے درد تو ہر وقت میری آہوں میں رہے
یا کچھ نہیں کیا تیرے پیار کی خاطر S
ہم ہر وقت تیرے پیار کے گناہوں میں رہے
آئینہ ہے تو اسے ٹھوکر نہ لگ جائے کہیں
ہر وقت وہ میرے دل کی پناہوں میں رہے

شکیل احمد۔ کراچی

غزل

ہم بڑی دور سے آئے ہیں تمہاری خاطر
دل کے ارمان بھی لائے ہیں تمہاری خاطر
ہم نے دریا بھی بہائے ہیں تمہاری خاطر
ہم نے سحر جگائے ہیں تمہاری خاطر
ہم نے ارمان لٹائے ہیں تمہاری خاطر
دوست ہم لوٹ کر آئے ہیں تمہاری خاطر
پیار محبت ہوتی ہے کیا پتہ نہ تھا ہمیں
ہاں دل دھڑکا ہے آج صرف تمہاری خاطر

شکیل احمد۔ کراچی

چاہت

مجھے تجھ سے فقط چاہت ہے اتنی
صحرا کو ریت سے جتنی
جیسے ساگر کو لہروں سے
جیسے پھولوں کو خوشبو سے
مجھے تجھ سے فقط چاہت ہی اتنی
پیاسی دھرتی کو بارش سے جتنی
جیسے آسمان کو ستاروں سے
انسان کو زندگی سے
مجھے تجھ سے فقط چاہت ہے اتنی
نیند والوں کو راتوں سے جتنی
جیسے سورج کو روشنی سے
جیسے دریا کو پانی سے
مجھے تجھ سے فقط چاہت ہے اتنی
دل والوں کو دل لگی سے جتنی
جیسے آنکھوں کو نور سے
میرے دل کو تم سے
بس مجھے تم سے فقط چاہت ہے اتنی
جیسے دنیا والوں کو پیسوں سے جتنی

شکیل احمد۔ کراچی

اچھا لگتا ہے

تمہارے بارے میں ہر وقت سوچنا اچھا لگتا ہے
ہر پل صرف تم کو دیکھنا اچھا لگتا ہے
جب رات کی تاریکی پھیل جاتی ہے ہر سو
اکیلے میں تم سے صرف تم سے باتیں کرنا اچھا لگتا ہے
کھوئے رہتے ہیں گزرے ہوئے لمحوں میں ہم
تمہاری یادوں میں گم سم رہنا اچھا لگتا ہے
تمہارے آنے کی جب خبر نہیں ملتی مجھ کو
تمہارے بارے میں سب سے پوچھنا اچھا لگتا ہے
تمہیں پانا ناممکن ہے زندگی میں مگر
پھر بھی تمہارے سپنے دیکھنا اچھا لگتا ہے

شکیل احمد۔ کراچی

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material

خیال

رات کے اس دوجے پہر
سبب کیا ہے بے تابی کا
دل کی نظر سے دیکھوں شاید
یا پھر
اس نے نیند میں کروٹ بدل کر
میرا نام لیا ہے تنزی!

شاہد محمود دانش۔جھنگ صدر

نظم

ہم تم بن ایسے جیتے ہیں
جیسے زہر پیالہ پیتے ہیں
جیسے غم بادل سا چھایا ہو
آنسو کی صورت بارش ہو
ہم ہر وقت یہ آہیں بھرتے ہیں
ہم تم بن مرتے رہتے ہیں
تیری یادوں کو جب چھیڑا ہو
پھر اس نے ڈالا گھیرا ہو
تیری یاد میں گھوم پھرتے ہیں
ہم تم بن مرتے رہتے ہیں
چاہے دنیا ساری اپنی ہو
پر تم نہ ہو تو کچھ نہ ہو
ہر وقت صدا یہ کرتے ہیں
ہم تم بن مرتے رہتے ہیں
ہم تم بن ایسے جیتے ہیں
جیسے زہر پیالہ پیتے ہیں

ابن رفیق

غزل

کبھی ہم بھی خوفناک لیا کرتے تھے
ایک دن میں سارا پڑھا کرتے تھے
کبھی چھیڑتے تھے یاسمین کو تو
کبھی خوشبو سے لڑا کرتے تھے
دیکھ کر اپنے خط اور کہانیاں
بہت ہی خوش ہوا کرتے تھے
اپنا پسندیدہ رسالہ آنے کا دوستو!
پورا مہینہ انتظار کیا کرتے تھے
تعریف کرنیوالوں سے ہوتے تھے خوش
تنقید کرنے والوں سے جلا کرتے تھے
کبھی عمران قریشی کو سراہتے تھے
تو کبھی ابہر حسین سے گلہ کرتے تھے
خوبصورت حسین مناظر کی بجائے
ہم کو جن بھوت ملا کرتے تھے
شائع کروانے کی خاطر تحریریں خاموش
شہزادہ بھائی کی منتیں کیا کرتے تھے

سہیل احمد۔جھنگ

غزل

راتوں کے پہر میری آنکھوں کے سپنے نہیں دیتے
غیر دیتے ہیں پیار مجھ کو اپنے نہیں دیتے
کچھ ایسے حالات سے پڑا ہے واسطہ میرا
جو میرے خیالات کو پنپنے نہیں دیتے
دنیا چاہتی مجھے دیکھنا شکست خوردہ مگر
تجھ سے ملنے کے خواب مجھے تھکنے نہیں دیتے
جب بھی انتہائے اذیت پر پہنچتا ہوں کھینچ لیتے ہیں
دوست مجھے مزہ موت کا بھی چکھنے نہیں دیتے
میرا دل کا میری روح تک کو آزما لیتے ہیں مگر
اپنی ذات کے ایک پہلو کو بھی پرکھنے نہیں دیتے
وہ خود تو آرام سے جا لیتے ہیں میرا دل خاموش
مگر اپنی ایک تصویر بھی مجھے نہیں دیتے

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material

وہ بڑا رحیم و کریم ہے مجھے یہ صفت بھی عطا کرے
تجھے بھولنے کی دعا کروں تو میری دعا میں اثر نہ ہو
کبھی دن کی روشنی چوم کر کبھی چھو کر چاند کی روشنی
یونہی ساتھ ساتھ چلیں سدا کبھی ختم اپنا سفر نہ ہو

زاھد اقبال سحر ۔ سمندری

تجھے معلوم کیا ہوگا

تجھے معلوم ہے! فرقت کی شب کیسے گزرتی ہے
تجھے معلوم ہے! تنہائی سی روح میں کیسے اترتی ہے
تجھے معلوم ہے! خیرات آنکھیں آنسوؤں کی
کیسے کرتی ہیں!
تجھے معلوم ہے! خوابوں کی دنیا ٹوٹ کر کیسے بکھرتی ہے
تجھے معلوم ہے! سانسوں میں گرمی کیوں اترتی ہے
تجھے معلوم ہے! حرف دعا لب پر یکا یک کیوں ابھرتا
ہے
مگر جان وفا تجھ کو خبر کیسے ہو گی
کہ اول روز سے ویران تیرے دل کی دھرتی ہے
تیرے جذبات کی حس دل کے جذبوں سے مکراتی
ہے
میری سوچیں محبت کے تصور سے ہی ڈرتی ہیں
ایسے میں بتلا تجھے کیا معلوم ہوگا
تجھے معلوم ہوگا
فقط یادیں میری جاں زخم دل کے کیسے بھرتی ہیں
فقط اک نام پر دل کی دھڑکن کیوں ٹھہرتی ہے
فقط اک یاد سے شامیں کسی کی کیوں سنورتی ہیں
فقط اک نام کی رٹ ہونٹوں پر کیسے ابھرتی ہے
تجھے معلوم کیا ہوگا یہ من پر کیوں گزرتی ہے
تجھے معلوم کیا ہوگا!
تجھے معلوم کیا ہوگا!

زاھد اقبال سحر ۔ سمندری

اگر کبھی میری یاد آئے

اگر کبھی میری یاد آئے
تو چاند راتوں کی نرم دلگیر روشنی میں
کسی ستارے کو دیکھ لینا
اگر وہ تخیل فلک سے اڑ کر
تمہارے قدموں میں آ گرے تو
یہ جان لینا' وہ استعارہ تھا میرے دل کا
اگر نہ آئے
مگر یہ ممکن ہی کس طرح ہے
کہ تم کسی پر نگاہ ڈالو
تو اس کی دیوار جاں نہ ٹوٹے
وہ اپنی ہستی نہ بھول جائے
گریز کرتی ہوا کی لہروں پہ ہاتھ رکھنا
میں اس قطروں کے آئینوں میں تمہیں ملوں گا
مجھے گلابوں کی پتیوں میں تلاش کرنا
میں خوشبوؤں میں تمہیں ملوں گا
اگر ستارو ن میں اوس کے قطروں میں
خوشبوؤں میں نہ پاؤ مجھ کو
تو اپنے قدموں میں دیکھ لینا
میں گرد ہوتی مسافتوں میں ملوں گا
کہیں یہ روشن چراغ دیکھو تو سمجھ لینا
کہ ہر پتنگے کے ساتھ میں بکھر چکا ہوں
تم اپنے ہاتھوں سے ان پتنگوں
کی راکھ دریا میں بہا دینا
میں خاک بن کر سمندروں میں سفر کروں گا
کسی ان دیکھی ہوئے جزیرے پہ
رک کر تم کو صداؤں میں یاد رکھوں گا
سمندر کے سفر پہ نکلوں تو
اس جزیرے پہ ضرور اترنا

زاھد اقبال سحر ۔ سمندری

www.booksube.net
www.urdutube.net
www.urdumovies.net

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material

گلاب

سنو جاناں
محبت کرنے والے
آج کے دن ایک دو بے کو
گلابوں کے حسین تحفے تھماتے ہیں
میرے آنچل میں لیکن
پھول تو کوئی نہیں۔ جو تجھ کو میں بھیجوں
مگر
سب سے حسین سوغات ہے جو پاس میرے
وہ تمہارے نام کرتی ہوں
سنو جاناں
میرے ہونٹوں کے یہ جلتے گلاب
آج سے.....
سمجھو.....
تمہارے ہیں

زاہد اقبال سحر۔ سمندری

ماں

آج میں روئی تو بے انتہا روئی
مگر اچانک
میری سماعت سے ایک آواز ٹکرائی
کہ میں جتنا بھی رولوں
جتنی دیر بھی رولوں
مگر مجھے کوئی نہیں یہ کہے گا
کہ چپ ہو جاؤں
کیونکہ اب میری
ماں نہیں ہے

میڈم فضا۔ آلہ آبادی

چلو پھر سے

چلو پھر سے اجنبی بن
جائیں ہم دونوں
کہیں یہ نہ ہو کہ یہ
تعارف روگ بن جائے
ہماری زندگی کا

میڈم فضا۔ آلہ آبادی

غزل

ہمیں اب بچھڑ جانا چاہئے
خوابوں کو اب بکھر جانا چاہئے
شب ہجراں کا آخری پہر ہے اب تو
وصل سج کو اب نکھر جانا چاہئے
آج تو اس نے بھی آنے کا وعدہ کیا ہے
الجھی ہوئی زلفوں کو اب سنور جانا چاہئے
بن دروازہ دیکھ کر کہیں لوٹ نہ جائے وہ
شام ڈھلے اب گھر جانا چاہئے
راستوں کے نشاں تک مٹ گئے ہیں
بتاؤ فضا اب کدھر جانا چاہئے

میڈم فضا۔ آلہ آبادی

غزل

میں کیا تھی اس نے مجھے کیا بنا دیا
دکھ میں بھی مجھے ہنسنا سکھا دیا
وہ جو عمر بھر ساتھ چلنے کا وعدہ کرتا تھا
اس نے تو چند لمحوں میں ہی بھلا دیا
لہو دے کر اپنا کیا تھا جسے روشن میں نے
اسی چراغ نے میرے گھر کو جلا دیا
کتنی شدت تھی میری محبت میں

www.bookstube.net
www.urdufuttube.net
www.urdumovies.net
www.pdfbooksfree.pk

غزل

آس کے سورج کو ڈھلتے دیکھا ہے
ہر موڑ پر اپنوں کو بدلتے دیکھا ہے
تجھے اپنی اذیت کیا بتائیں ہم
کئی بار اپنے دم کو نکلتے دیکھا ہے
تیرے ساتھ تو دیکھی ہیں بہاریں مگر
تیرے ہجر میں زندگی کو جلتے دیکھا ہے
جب سے تم ملے ہو تب سے ہم نے
گرتے ہوئے خاموش کو سنبھلتے دیکھا ہے

سہیل احمد۔ جھنگ

غزل

حرف بد نکلا منہ سے تو دعا ہوا
تو نے کہا تو جھوٹ بھی مذاق و مزا ہوا
تیری نظر سے پڑی جان صحراؤں میں
تیری ایک اداء سے موسم دلربا ہوا
نہیں تھا تو کچھ بھی نہیں تھا ہمیں
ہجوم ہوا عشق تو پھر بے انتہا ہوا
سامنے میرے بڑھ گئے اندھیرے اور
روشن میرے پیچھے پھر ایک دیا ہوا
پھر ہنس دیئے گل و لالہ پیار لئے
لگتا ہے پھر کوئی کسی سے جدا ہوا
ڈیرے جما لئے پھر آہوں نے
پھر کسی دل کا حال برا ہوا
پھر کوئی کشتی بھنور میں گھری خاموش
پھر کوئی شخص بے آسرا ہوا

سہیل احمد۔ جھنگ

غزل

محبت اس سے انتہا کی رکھتے ہیں
خبر ہر دم اس دلربا کی رکھتے ہیں
تاڑ لیتے ہیں پیار کو پردوں کی آڑ میں
نظر تیرے شہر کے لوگ بلا کی رکھتے ہیں
اگر وہ رکھتا ہے دشت تنہائی میں گھر
تو جاگیر ہم بھی صحرا کی رکھتے ہیں
ہوتے نہیں مایوس تیری بے رخی سے
امید ہر دم تیری رضا کی رکھتے ہیں
ہو گئے ہیں عشق میں اگرچہ فرعون
صفات مگر ہم خدا کی رکھتے ہیں
حضرت خاموش بھی پاگل ہیں پیار کے بغیر
خواہش صرف اور صرف فنا کی رکھتے ہیں

سہیل احمد۔ جھنگ

اُتر گیا

شروع شروع میں میں نے سوچا تھا
کہ یہ عشق کا بھوت بس
چند لمحوں میں
اتر جائے گا
اور واقعی ہی یہ اتر گیا مگر
جانتے ہو کہاں اترا..... ہاں روح میں

سہیل احمد۔ جھنگ

غزل

تمہیں دل سے بھلاتی ہوں تو آنکھیں بھیگ جاتی ہیں
کوئی سپنا سجاتی ہوں تو آنکھیں بھیگ جاتی ہیں
تمہاری یاد اب دل کو بہت بے چین کرتی ہے
مگر تم کو بھلاتی ہوں تو آنکھیں بھیگ جاتی ہیں

www.booksfree.net
www.urdutube.net
www.urdumovies.net
www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material

م ہی ہو رہدی میری لہا تھا تم نے یہ ہم سے
اب بیگانہ تم کو پاتی ہوں تو آنکھیں بھیگ جاتی ہیں
دن کیسے گزر رہے ہین پوچھا تھا یہ خط میں اس نے
اوردن کیسے گزر رہے ہیں یونہی جب سوچے جاتی ہوں آنکھیں بھیگ جاتی ہیں

میں جلتی آنکھوں سے ہنس ہنس کے پاگل ہو بھی جاؤ تو
ستم یہ خود پہ ڈھاتی ہوں تو آنکھیں بھیگ جاتی ہیں
تمہارا غم میں ہنس کے جھیل لوں لیکن میرے ہمدم
اسے دل میں چھپاتی ہوں تو آنکھیں بھیگ جاتی ہیں
کبھی تو لوٹ ہی آؤ گے اس نگری میں تم اک دن
دیئے ہر شب جلاتی ہوں تو آنکھیں بھیگ جاتی ہیں

رخسار مدحت۔ لاہور

محبت مر نہیں سکتی

ہزاروں دکھ پڑیں سہنا محبت مر نہیں سکتی
ہے تم سے بس یہی کہنا محبت مر نہیں سکتی
تیرا ہر بار میرے خط کو پڑھنا اور رو دینا
میرا ہر بار لکھ دینا محبت مر نہیں سکتی
کیا تھا ہم نے شب ہجر میں اک حسین وعدہ
بھلے ہم کو پڑے مرنا محبت مر نہیں سکتی
پانے عہد کو جب زندہ کرنے کا خیال آئے
مجھے بس اتنا لکھ دینا محبت مر نہیں سکتی
وہ تیرا ہجر کی شب پھول رکھنے سے ذرا پہلے
بہت روتے ہوئے کہنا محبت مر نہیں سکتی
اگر ہم حسرتوں کی قبر میں دفن ہو جائیں
تو یہ کتبوں پر لکھ دینا محبت مر نہیں سکتی
پرانے رابطوں کو پھر نئے وعدوں کی خواہش ہے
ذرا اک بار تو کہنا محبت مر نہیں سکتی
گئے لمحات فرقت کے کہاں سے ڈھونڈ کر لاؤں
وہ پہروں ہاتھ پہ لکھنا محبت مر نہیں سکتی

زاھد اقبال سحر ۔ سمندری

نندیا روٹھ گئی

آئی جب بھی رات تو نندیا روٹھ گئی
چھائی جب برسات تو نندیا روٹھ گئی
چاند ہوا خاموش ستارے ڈوب گئے
تم نے تھاما ہاتھ تو نندیا روٹھ گئی
دور ہوئے تم جب بھی سانسیں ڈول گئیں
پیار کی جب کی بات تو نندیا روٹھ گئی
کیسا سندیسہ ان کو ہوائیں دے آئیں
بات سے الجھی بات تو نندیا روٹھ گئی
چاہت یاد سے آنکی راتیں بھاری ہیں
ہوئے ہیں یوں حالات تو نندیا روٹھ گئی

زاھد اقبال سحر ۔ سمندری

خوشبو

عکس خوشبو ہوں بکھرنے سے نہ روکے کوئی
اور بکھر جاؤں تو مجھ کو نہ سمیٹے کوئی
کانپ اٹھتی ہوں یہی سوچ کر تنہائی میں
میرے چہرے پہ تیرا نام نہ پڑھ لے کوئی
میں تو اس دن سے ہراساں ہوں کہ جب حکم ملے
خشک پھولوں کو کتابوں میں نہ رکھے کوئی
اب تو اس راہ سے وہ شخص گزرتا بھی نہیں
اب کس امید پہ دروازے سے جھانکے کوئی
کوئی آہٹ کوئی چاپ کوئی آواز نہیں
دل کی گلیاں بڑی سنسان ہیں آئے کوئی

زاھد اقبال سحر ۔ سمندری

غزل

کبھی یوں بھی آ میری آنکھ میں میری نظر کو خبر نہ ہو
مجھے ایک رات نواز دے مگر اس کے بعد سحر نہ ہو

www.booksstube.net
www.urdutube.net
www.urdumovies.net
www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material

وہ زمین تھی میں نے اسے آسمان بنا دیا
جنون عشق میں کافر ہو گئی تھی فضا
اک انساں کو خدا سے ملا دیا

میڈم فضا۔ آلہ آبادی

غزل

ساتھ چلتے ہوئے بھی جدا رہے
وفا کر کے بھی ہم بے وفا رہے
ہجوم کیسا ہوتا ہے کبھی دیکھا نہیں
تنہا تھے ازل سے تنہا رہے
کس کس کو سجدہ کرتے ہم بھی بھلا
ہمارے قریب تو بہت سے خدا رہے
اس نے گھر جلا دیا تھا ہمارا
ہم تھے کہ ڈھونڈتے روشنی کے لئے دیا رہے
خود کو مار دیا اس کی خوشی کے لئے
یہ آرزو ہے کہ سدا اس کی بقا رہے
آج اگر اجنبی ہو گئے ہیں ایک دوسرے کیلئے تو کیا ہوا
فضا برسوں پہلے ہم بھی آخر آشنا رہے

میڈم فضا۔ آلہ آبادی

غزل

اپنی پیاری دوست عصمت طاہرہ کے نام

میں روٹھوں تو مجھے منانا تم
وعدہ کر کے کبھی مجھ سے نہ مکر جانا تم
دھوکے کھائے ہیں میں نے بہت
میرے خلوص کو کبھی نہ ٹھکرانا تم
اپنا لہو دے کر روشن کیا ہے اسے میں نے
اس دوستی کی شمع کو کبھی نہ بجھانا تم
منسوب کرتی ہوں میں تیرے نام اپنے جذبے
عصمت میرے جذبوں کی توقیر کر دکھانا تم
مرنے کے بعد یاد رکھیں ہماری دوستی کو زمانے والے
عصمت اس دوستی کو اپنی زندہ مثال بنانا تم

میڈم فضا۔ آلہ آبادی

غزل

یہ فخر تو حاصل ہے میرے ساتھ چلے ہیں
وہ بھی کسی کی یاد میں اب تک تو جلے ہیں
دل دے کر کسی کو تو جلنا ہے مقدر
سوچا تھا خزاؤں میں کبھی پھول کھلے ہیں
اس نے تو اپنی زیست کی روداد ہے کہی
کتنے خورشید تھے سوتی میں ڈھلے ہیں
ایک کو بجھا کے تم یہ سمجھتے ہو بجھ گئے
ہم گردش زمانے کی سی پال چلے ہیں
ان کا دیدار دل ناداں پہ بوجھ تھی
ان کو خبر نہ تھی وہ مدتوں بعد ملے ہیں
آگ میں رکھ کر کاغذ کا ٹکڑا اس نے فرمایا
ہم بھی کسی کی یاد میں ایسے ہی جلے ہیں

ممتاز حسین بوٹو۔ سکردو

غزل

کبھی یوں بھی آ میری آنکھ میں کہ میری نظر کو خبر نہ ہو
مجھے ایک رات نواز دے مگر اس کے بعد سحر نہ ہو
وہ بڑا رحیم و کریم ہے مجھے رفعت بھی عطا کرے
مجھے بھولنے کی دعا کرو مگر اس دعا میں اثر نہ ہو
کبھی دن کی دھوپ میں جھوم کر کبھی شب کے پھولوں کو چوم کر
جو بھی ساتھ ساتھ چلیں سفر سدا کبھی ختم اپنا سفر نہ ہو
میرے پاس آ میرے پاس آنے والا اور دل کے قریب آ
تجھے دھڑکنوں میں بسا لوں میں کہ بچھڑنے کا ڈر نہ ہو

یاسین خان۔ نور پور

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material
www.booksfree.net
www.urdutube.net
www.urdumovies.net

غزل

نہ بجھا چراغ دیار دل
نہ بچھڑنے کا تو ملال کر
تجھے دے گی جینے کا حوصلہ
میری یاد رکھ لے سنبھال کر
یہ بھی کیا کہ ایک ہی شخص کو
سبھی سوچنا کبھی بھلانا
جو نہ بجھ سکے وہ دیا جلا
جو نہ ہوسکے وہ کمال کر
غم آرزو میری جستجو
میں سمٹ کے آگیا روبرو
یہ سکوت مرگ ہے کس لیے
میں جواب ہوں تو سوال کر
تو بچھڑ رہا ہے تو سوچ لے
تیرے ہاتھ ہے میری زندگی
تجھے روکنا میری موت ہے
میری بے بسی کا خیال کر

---زاہد چتوری---

غزل

گلشن تھا لالہ زار ابھی کل کی بات تھی
ہر گل پہ تھا نکھار ابھی کل کی بات تھی
اب تو غم حیات بھی دیتا نہیں قرار
تھا حاصل قرار ابھی کل کی بات تھی
آنکھوں میں جن کی کھلنے لگا ہوں میں
ان کو تھا مجھ سے پیار ابھی کل کی بات تھی
چاروں طرف اداسیاں بکھری ہوئی ہیں آج
موسم تھا خوشگوار ابھی کل کی بات تھی
کانٹوں کو بھی گریز ہے مجھ سے یہ کیا ہوا
ہمدرد تھی بہار ابھی کل کی بات تھی

---زاہد چتوری---

غزل

کہانی درد کی میں زندگی سے کیا کہتا
یہ درد جس نے دیا میں اس سے کیا کہتا
گلہ تو مجھ کو بھی کرنا تھا پیاس کا لیکن
جو خود ہی سوکھ رہے اس ندی سے کیا کہتا۔
میرے عزیز ہی مجھ کو سمجھ نہ پائے کبھی
میں اپنا حال کسی اجنبی سے کیا کہتا

---زاہد۔چتوری---

غزل

تمہارے بن نہیں رہنا
مجھے تم سے محبت ہے
ہے تم سے بس یہی کہنا
مجھے تم سے محبت ہے
زباں تو کہہ نہیں سکتی
تمہیں احساس تو ہوگا
میری آنکھوں کو پڑھ لینا
مجھے تم سے محبت ہے
تمہارے نام کردی ہے
یہ پوری زندگی اپنی
بھلے ہی دکھ پڑے سہنا
مجھے تم سے محبت ہے
ہمیں احساس ہے تم کو بھی
ہم سے پیار ہے لیکن
یہ میرے سامنے کہنا
تجھے تم سے محبت ہے

---زاہد۔چتوری---

مجھے سب کچھ قبول ہے فلک غم میں یار مجھ سے طلب کر
میں اسے کیسے دل سے جدا کروں جو میری عمر بھر کی تلاش ہے

---زاہد۔چتوری---

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material

غزل

تو مجھے چاہے ایسی قسمت کہاں تھی
کہاں میں کہاں تو یہ نسبت کہاں تھی
تیری بے رخی سے یہ دل مضطرب تھا
میرا حال جانے یہ فرقت کہاں تھی
میری چاہتوں کی تجھے خبر کیا ہو
تو سوچے مجھے تیری فطرت کہاں تھی
تجھے اپنے من سے نکالوں تو کیسے
میں پا لوں تجھے یہ سعادت کہاں تھی
جو بن جاتا میرا ہمسفر کہیں تو
بھلا ایسی اپنی قسمت کہاں تھی
جو سن کے تو نے نگاہیں جھکا لیں
یہ نوحہ تھا میری شکایت کہاں تھی
تو جو کچھ بھی تھا اک وہم تھا صباء کا
فریب نظر تھا حقیقت کہاں تھی

یٰسین خان۔ نور پور

نظم

یہ آنکھیں یہی تو چہرہ ہیں
آئینہ بھی ہیں دریا بھی
زباں بھی یہی قلم بھی
خوشی اور غم کی پیم ترجمان آنکھیں
بظاہر چپ، اصل میں بولتی آنکھیں
مگر دنیا بھلا کب جانتی ہے آنکھوں کے دکھ کو

یٰسین خان۔ نور پور

غزل

گل تیرا رنگ چرا لائے ہیں گلزاروں میں
جل رہا ہوں بھری برسات کی بوچھاروں میں
مجھ سے کترا کے گزر جا اے جان حیا
گل کی لو دیکھ رہا ہوں تیرے رخساروں میں
حسن بیگانہ احساس جمال اچھا ہے
غنچے کھلتے ہیں تو کب جاتے ہیں بازاروں میں
ذکر کرتے ہیں تیرا مجھ سے بعنوان جفا
چارہ گر پھول پرو لائے ہیں تلواروں میں
مجھ کو نفرت سے نہیں پیار سے مغلوب کرو
میں تو شامل ہوں محبت کے گنہگاروں میں

یٰسین خان۔ نور پور

غزل

بہت چاہا تھا اسے وہ ملا ہی نہیں
لاکھ کوششیں کیں مگر فاصلے مٹے ہی نہیں
جھولی پھیلا کر مانگا تھا خدا سے اسے
مگر خدا نے میری کسی دعا کو سنا ہی نہیں
ہر اک سے پوچھا سبب تیرے نہ ملنے کا
ہر اک نے بتایا وہ تیرے لئے بنا ہی نہیں
بڑی شدت سے چاہا تھا مگر تو کسی اور کا ہو گیا
شاید کہ اس جہاں میں وفا کا صلہ ہی نہیں

بلال ساغر۔ مانسہرہ

غزل

اے دیکھو ذرا آ کے اے چین سے سونے والے
کیسے روتے ہیں تیری یاد میں رونے والے
نہیں آیا میری میت پہ کوئی اپنا
میرے قاتل تھے میری لاش پہ رونے والے
مجھ کو آئے گی میرے لہو سے وفا کی خوشبو
میرے لہو سے چہرے کے نشاں دھونے والے
مجھے غیروں سے نہیں کوئی شکوہ
میرے اپنے تھے میری کشتی ڈبونے والے

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material

سپاہی رانا اعجاز احمد۔ شکر گڑھ

انتقام

اگر مقدر تمہیں شکست کی ٹھوکر لگا دے
اور اگر تم لوٹ آؤ
تو میں تمہارے کمزور جسم سے انتقام کی بجائے
تمہاری شکست پر اپنے نام کی مہر لگا دوں گا
اور!
اپنی فتح کی مسکراہٹ تمہارے شکست خوردہ
ہونٹوں پر سجا دوں گا
اور سنو!
مایوس مت ہونا
میں تمہارے گرتے آنسوؤں کو
اپنے پوروں کے دامن میں سمیٹ لوں گا
اپنے برہنہ زخموں سے مت گھبرانا
میں تمہارے زخموں کو.....
اپنی چاہتوں کی قبا میں لپیٹ لوں گا
یہی میرے ظرف کا امتحان ہوگا
اور سنو!
یہی میرا انتقام ہوگا

ذکاء اللہ مزیشی۔ کندیاں

S کے نام

بڑی چاہت سے تجھے رب نے بنایا ہو گا
وہ مٹی زمین سے نہیں آسمان سے لایا ہو گا
جب بنائے ہوں گے یہ خوبصورت ہونٹ اس نے
وہ رنگ قوس قزح سے لایا ہو گا
جب بنائی ہوں گیں یہ خوبصورت آنکھیں اس نے
تو کئی بار حوض کوثر سے نہلایا ہو گا
جب بنائی ہوں گیں یہ گھنی زلفیں اس نے
وہ جنت کی حوروں سے لایا ہوگا
پھولوں اور کلیوں سے زیادہ نازک بنایا اس نے
چاند اور تاروں سے زیادہ حسیں بنایا اس نے
جب بنا دیا تجھے ان نے حسن کا اک مجسمہ
تو تجھے دکھانے کے لئے فرشتوں کو بلایا ہو گا
جب اتار دیا تجھے اس نے عرش سے زمین پر
تب تو نے اپنے دیوانے کو بہت رلایا ہو گا

عمران اکرم۔ فیصل آباد

غزل پیار A کے نام

قسم کی قسم ، قسم سے صنم
تجھ کو ہی چاہیں اور چاہیں گے ہم
کر لے یہ زمانہ چاہے کتنے بھی ستم
باز آنے والے نہیں ہیں ہم
اس زمانے کی ہمیں کچھ نہیں پرواہ
بس ہم کو تو ہے A تیرا ہی غم
تیرے لئے ہی جیئے جا رہے ہیں
قسم کی قسم قسم سے صنم
تم کو الفت نہ سہی صنم
چلو نفرت سے ہی کہہ دو آئی لو یو صنم
قسم کی قسم قسم سے صنم
تجھ کو ہی چاہیں اور چاہیں گے ہم

علی اکبر۔ عارفوالا

غزل

تلاش ہے مجھے ایسے دوست کی
کرے جو مجھ سے اپنے دل کی باتیں
جو رکھے مجھے اپنے حسین ارمانوں کی طرح
جو میرے خیال میں گزار دیں راتیں ساری
سمجھے جو میری بے چینی کو میرے دکھ درد کو
جو کر دے مجھ پر نچھاور اپنی چاہتیں ساری

www.booksfree.net
www.urdutube.net
www.urdumovies.net
www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material

میرے نام سے وابستہ [illegible] ساری
روٹھے نہ کبھی، مجھ سے میری خطا پر
لٹا دے جو مجھ پر اپنی الفتیں ساری
رکھوں گا اسے اپنی آنکھوں میں سپنوں کی طرح
اس کے نام لکھ دوں گا میں اپنی زندگی ساری

محمد آصف۔ کنگن پور

تیرے نام

آج وہ مدت بعد آئی بھی
بس یہ کہنے
جاناں!
میرے سارے خطوط لوٹا دو
سب تصویریں، قلم، کتابیں
واپس کر دو سارے تحفے
مجھ سے سب کچھ مانگنے والی
جاتے جاتے
میرے کمرے کی چوکھٹ پر
چھوڑ گئی ہے

شاہد محمود دانش۔ باٹیانوالہ

اپنا آپ

کانٹے بہت تھے دامن فطرت میں تیری
کچھ پھول اور کچھ میرے ارمان بن گئے

محمد آصف۔ کنگن پور

معصوم

وہ مجھ سے اکثر پوچھتا ہے
اچھی لڑکی
اتنا زیادہ کیوں روتی ہو
اجڑی اجڑی کیوں رہتی ہو
وہ کتنا معصوم ہے ناں؟

ستارا تبسم شیراز۔ پنڈی گجراں

وہ انجان سی لڑکی کچھ بھی نہیں لگتی شیراز
پھر نہ جانے کیوں اسی کی یاد میں آنسو بہاتا ہے دل
تم بھول بھی جاؤ یہ تم کو حق ہے ستارا
میری بات اور ہے میں نے تو محبت کی ہے
میں جس کے لئے پہروں اداس رہتا ہوں
شیراز وہ بھی مجھے ہی بے وفا سمجھتا ہے
کوئی پیار سے نہ دیکھے مجھ کو اب
سارے آنسو تو میں کب کا بہا چکا ہوں

ریاست علی شیراز۔ پنڈی گجراں

فرمائش

آخر ایک دن
اس نے مجھ سے کہہ ہی ڈالا
مجھ پر بھی ایک نظم کہو تم
ایسی نظم
کہ
جس میں
میرا نام نہ آئے
میں خود آؤں

اجمل فریاد۔ میرپور

آزاد نظم

مجھے محشر کے روز سر پر کوئی بادل نہیں لینا
مجھے اس دن اپنی کسی نیکی کا کوئی پھل نہیں لینا
تو سن مولا
سنا ہے تو اک محب ہے

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material

تو بھی اک محبوب رکھتا ہے
چلو ہم دونوں میں کوئی اک قدر تو مشترک ٹھہری
اک پیار کرنے والا ہے
اک پیار کرنے والے کے دکھوں کو جان سکتا ہے
فراق و ہجر میں جلتے ہوئے بدنوں کو پہچان سکتا ہے
تو پھر ایسا کریں دونوں اک سودا کریں دونوں
زمین پے تیرا اک بندہ ہے تو وہ مجھے دے دے
تو میری زندگی لے لے تو میری بندگی لے لے
مجھے اس آج کے بدلے تیرا کل نہیں لینا
مجھے اپنی کسی نیکی کا اس دن کوئی پھل نہیں لینا

شاہد کامران۔ سلانوالی

غزل

کسی کو ہم نہ ملے اور ہم کو تو نہ ملا
بنا چاہت کے رب بھی اسے دوبارہ نہ ملا
گئے تھے ہم میکدے میں کہ خوب پئیں گے
مگر اس کے ہاتھ سے ہمیں جام سبو کا نہ ملا
تیری آنکھوں سے تو ہر لمحہ ٹپکا ہے خوں
وہ کہتے ہیں مرے گلابوں کو تو لہو نہ ملا
اس جہاں میں تو مستقل بلبل کو بھی میسر نہیں گل
پھر گلہ کیسا کہ لیلیٰ کو مجنوں نہ ملا
سنا ہے ہر چیز مل جاتی ہے دانش دعا سے
ہم نے تمہیں بارہا مانگا تو پھر تو کیوں نہ ملا

شاہد محمود دانش۔ چاٹیانوالہ

کاش

تیرے خوابوں کی تعبیر میں ہوتا
تیرے ہاتھوں کی لکیروں کا
مقدر میں ہوتا
جسے خیالوں میں تو قید رکھتا
وہ خوش نصیب تصور میں ہوتا
جو تجھے چھو کر گزرتی ہے
وہ ہوا میں ہوتا
کاش!
میں تیرے دل کی دھڑکن ہوتا

این ایچ جے۔ بھاولنگر

اپنا سلام دوں گا

اے رات کے چاند میں تجھے اک پیغام دوں گا
تجھے کرنا بس صرف اتنا کام ہوگا
اک حسین سندری پری کو ڈھونڈنا ہوگا
اس کی آنکھوں میں ایک خواب کہانی ہو
اس کی ناگن زلفوں میں ایک رات سہانی ہو
اس کے ہر عمل سے ظاہر ایک قربانی ہو
میں اسے تلاش نہیں کر پایا آج تک
لاکھ چہرے گزارا آنکھوں کے راستے دل تک
پر وہ کون ہے جو آنکھوں کے راستے پہنچ پائے گی دل تک
مجھے وہ حسین سپنا لا دو
مجھے کوئی سندرا اپنا لا دو
جسے میں پیار کر سکوں مجھے وہ سندر گڑیا لا دو
جس کے ہونٹوں پر لالی ہو
جس کا دل ہر کمی سے خالی ہو
اس میں صرف میرا پیار ہو وہ میری ہی ہم خیالی ہو
اب تو کچھ بول رے تو کب تک چپ رہے گا
اور آنکھوں میں میری دیکھتا رہے گا
میں تو کچھ عجیب نہیں مانگتا تجھ سے جو نہیں دے گا
بس ایک پیغام دوں گا
میرا صنم یہاں ہے اس کا اپنا سلام دوں گا

عابد علی جعفری۔ کندیاں

www.booksatoz.net
www.urdutube.net
www.urdumovies.net
www.pdfbooksfree.pk

مجھے یہ شعر پسند ہے

پتہ نہیں کیوں تیری وفا پہ اتنا یقین ہے اے ایم
ورنہ حس والے تو خود سے بھی وفا نہیں کرتے
---وسیم اکرم۔پانڈووال

ہزاروں منزلیں ہوں گی ہزاروں کارواں ہوں گے
نگاہیں ہم کو ڈھونڈیں گی نجانے ہم کہاں ہوں گے
---اقصد فراز۔منڈی بہاؤالدین۔

جس کو دیکھا پیار میں روتے ہوئے دیکھا ساقی
یہ محبت تو مجھے کسی فقیر کی بددعا لگتی ہے
---سرفراز۔کٹھ سکھرال خوشاب

پرکاٹ کر اظہار محبت نہیں کرتا
اڑتے ہیں تو اڑ جائیں کبوتر میری چھت سے
---سرفراز۔خوشاب

کیسے کرو گے تم میری چاہت کا اندازہ
میرے پیار کا سمندر تیری سوچ سے گہرا ہے
---قمر انجاز گوندل۔گوجرہ

ساری دنیا کے ہیں وہ میرے سوا
میں نے دل کو روگ لگایا جن کیلئے
---اسحاق انجم۔گنگن پور

تو نے یونہی محسوس کیا ہے ورنہ دل میں کچھ بھی نہ تھا
بس ایک تیری چاہت تھی اور وہ بھی غیر شعوری تھی
---عثمان دکھی گنگن پور

تیرے عشق کی انتہا چاہتا ہوں
میری سادگی دیکھ کیا چاہتا ہوں
---محمد کنول لاہور

آج بازار میں پھول بکتے دیکھے تو قدم رک سے گئے
کسی نے کہا تھا بار کہا تھا محبت پھول جیسی ہوتی ہے
---محمد سرفراز۔کٹھ سکھرال

ملنے کی طرح وہ مجھے پل بھر نہیں ملتا
دل اس سے مل گیا جس سے مقدر نہیں ملتا
---نثار احمد گھونکی

ہر مسکرانے والے کو خوش نصیب نہ سمجھو ساگر
کچھ لوگ مسکراتے ہیں غم چھپانے کے لیے
---محمد وقاص ساگر۔فیروزہ

روز مرہ کا کھیل ہے ان کے لیے
ایک دوباتوں سے دوچار کو اپنا کرنا
---محمد رضوان آکاش۔سلانوالی۔

ہم نے چاہا تم کو تم نے چاہا کسی اور کو
خدا کرے جسے تم چاہو وہ چاہے کسی اور کو
---محمد ندیم عباس میوانی۔پتوکی

دل غریبوں کا توڑنے کا تو لوگوں نے ہنر سمجھ لیا ہے
اگر خود کا کوئی توڑے دل تو تکلیف ہوتی
---غلام عباس ساغر لنگرائے

میرے وعدوں کو اسنے مذاق سمجھا
میرے پیار کو اسنے جذبات سمجھا
گزری جب اس کی گلی سے لاش میری
اس پتھر دل نے اسی کو بھی بارات سمجھا
---غلام عباس ساغر لنگرائے

وہ جو ہاتھوں کی لکیروں پر فقط کرتے تھے ناز اتنا
پیا آج وہ ہی ہاتھ اٹھا کر ان کے لوٹ آنے کی دعا
مانگ رہے ہیں
---ذیشان پیا۔سمندری

تیرا احترام کرنے کو جی چاہتا ہے

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material
www.bookstube.net
www.urdutube.net
www.urdumovies.net

مگر تیری دید میں آنکھیں جھکا نہیں سکتا
ایک طرف میری محبت ہے سجاد
خود کو سزا سے بچا نہیں سکتا
---سجاد علی دہم تھل

اگر ہوتی خون کے رشتوں میں وفا اے دوست
تو یوں نہ بکتا یوسف مصر کے بازاروں میں
---ثوبیہ حسین۔کہوٹہ

رکھا جب سجدے میں سر تو احساس ہوا
کہ دلوں میں خدا کو بسایا نہیں سجدے میں کس کی تلاش ہے
---تنزیلہ حنیف۔ٹلہ جوگیاں

محبوب میرے محبوب میرے تو ہے تو دنیا حسین ہے
جو تو نہیں تو کچھ بھی نہیں ہے
---محمد طفیل طوفی۔الکویت

مت بہاؤ آنسو بے قدروں کیلئے
جو لوگ قدر کرتے ہیں وہ رونے نہیں دیتے
---مرزا عامر نوید۔منڈی بہاؤالدین

اسی کا شہر وہی مدعی وہ منصف
ہمیں یقین تھا قصور ہمارا ہی نکلے گا
---تنزیلہ حنیف۔ٹلہ جوگیاں

یوں تیری چاہتیں سنبھال رکھی ہیں
جیسے غریب ہو میرے بچپن کی
---صدا حسین صدا کیلا سکے

دل کی دھڑکن تو فقط ہوش کا تقاضا ہے
یہ دنیا تو سانس لینے کی اجازت نہیں دیتی
---رانا بابر علی ناز لاہور

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے
---پرنس عبدالرحمن گجر۔نین رانجھا

ساری زندگی تنہائیوں کی نظر ہوگئی
تمام عمر غموں میں بسر ہو گئی
کیا دیا ہمیں اس زندگی نے
دشمنی تو دکھوں کو خبر ہوگئی
---عابدہ رانی۔گوجرانوالہ

لذت گناہ کی خاطر ہار دی تھی جس نے جنت ہاوئی
میری رگوں میں بھی اس آدم کا خون ہے
---ممریز بشیر گوندل گوجرہ

اس نے سمجھا ہی نہیں نہ سمجھنا چاہا
میں چاہتا بھی کیا تھا اس سے اسکے سوا
---تنزیلہ حنیف ٹلہ جوگیاں

کسی کے چلے جانے سے کوئی مر نہیں جاتا
بس زندگی کے انداز بدل جاتے ہیں
---قمر اعجاز گوندل گوجرہ

میں عیدوں میں تیری عافیت کی دعا مانگوں گا
سنا ہے خدا بیوفاؤں کو معاف نہیں کرتا
---غلام فرید جاوید۔حجرہ شاہ مقیم

ہوتی ہوگی میرے بوسے کی طلب میں پاگل آکاش
جب بھی زلفوں میں کوئی پھول سجاتی ہو گی
---راشد اظہر مسعود آکاش

اس پھول نے ہی ہمیں زخمی کر دیا
جسے ہم پانی کی جگہ خون دل پلاتے رہے
---رانا نذر عباس۔منڈی بہاؤالدین

زندگی ایک قصہ ہے مگر عاشقی دربدر نہیں ہوتی
ہم سے لو دوستی سکھا دیں گے تم کو بادشاہی
---محسن علی۔ساہیوال

ہمیں ان سے وفا کی امید ہے غالب
جو یہ بھی نہیں جانتے وفا کیا ہے
---حماد ظفر بادنی۔منڈی بہاؤالدین

نہ دیکھ ظالم نگاہ سے ہم کو
ہم پہلے بھی شکار ہو چکے ہیں کسی ظالم شکاری سے
---نبی شیر رحمان۔سردار گڑھ

سوچا کہ تم چھوڑ دو گی تو ہم مر جائیں گے ندیم
وہ بھی جی رہے ہیں جن کو ہم نے تیری خاطر چھوڑا تھا
---شاہد ندیم۔ڈاہرانوالا

دل میں کتنے زخم ہیں کسی کو کیا

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material
www.booksfree.net
www.urdutube.net
www.urdumovies.net

یہ اور بات ہے کہ ہم مسکرا کے جیتے ہیں رولانے والوں کے سامنے

---محمد عرفان۔پانڈووال

مانا کہ محبت کاروگ برا ہے ندیم
اس کے سوا بھی ہزاروں غم ہیں اس جہاں میں

---ندیم عباس ڈھکو۔ساہیوال

تجھ کو پانے کی تمنا تو مٹا دی ہم نے
دل سے لیکن تیرے دیدار کی حسرت نہ گئی۔

---فنکار شیر زمان پشاوری

بہت سوچا بہت سمجھا بہت دیر تک پرکھا
تنہا ہو کہ جی لینا محبت کرنے سے بہتر ہے

---تنزیلہ حنیف۔ٹلہ جوگیاں

دل میں ہوتے ہم تو بھلا نہ پاتے وہ
ذہن سے اکثر باتیں نکل ہی جاتی ہیں

---تنزیلہ حنیف۔ٹلہ جوگیاں

یہ کس وقت تجھے پیار کی سوجھی
لپٹ گئے ہو جنازہ بھی نہیں اٹھانے دیتی

---لقمان حسن۔ڈیرہ اسماعیل خان

بہت رویا وہ جب احساس ہوا اسے اپنی غلطی کا
چپ کروا دیتے ہم اگر چہرے پر ہمارے کفن نہ ہوتا

---لقمان حسن۔ڈیرہ اسماعیل خان

دل جب غم سے بھر جائے کوئی اپنا بچھڑ جائے
تو دل کیسے تو تا ہے اس لیے مجھے رونے نہ دینا

---عائشہ ارشد۔ڈھوک سہارن

تیری آنکھ سے دل تک کا سفر کرنا ہو گا
مجھ کو پرکشی خوبصورت منزلوں کا سفر کرنا ہو گا
اگر تم روٹھ جاؤ تو ہماری جان نکل جائے
مگر یہ خود ہی سوچو تم میں اتنا حوصلہ ہو گا

---عائشہ رحمن۔کبیر والا

میں شجر تھا شجر ہی رہا
وہ بدلتے رہے موسموں کی طرح

---محمد اسحاق انجم۔کنگن پور

محبت سوز ہوتی ہے محبت ساز ہوتی ہے
محبت دو دلوں کا حقیقی راز ہوتی ہے

---محسن عزیز حلیم۔کوٹھ کاراں

اپنی رحمت کے خزانوں سے عطا کر مالک
خواب اوقات میں رہ کر نہیں دیکھے جاتے

---رابعہ ارشد۔ڈھوک سہارن

روٹھ جانے کی ادا ہم کو بھی آتی ہے
کاش کوئی ہوتا ہم کو بھی منانے والا

---عبادت علی۔ڈی آئی خان

لکھا تو تھا کہ خوش ہوں دوستوں کے بغیر
مگر قلم سے پہلے ہی آنسو گر گیا

---عبادت علی۔ڈی آئی خان

محبت کے اندھیروں میں پتھر بھی پگھل جاتے ہیں
غیروں سے کیا گلہ اپنے بھی بدل جاتے ہیں

---افنان محمود۔رکن سٹی

تیرے بغیر نہ گزرے گی عمر اے دوست
میں کیا کروں گا زمانے کی دوستی لے کر

---افنان محمود۔رکن سٹی

تو نے دیکھا ہے کبھی صحرا میں جھلستا ہوا پیڑ
ایسے جیتے ہیں وفاؤں کو نبھانے والے

تو کبھی دیکھنا ان کی صبحوں کو عاشی کتنا روتے ہیں
اوروں کو ہنسانے والے

---عائشہ رحمن۔کبیر والا

گرم گرم روٹی توڑی نہیں جاتی
دوستی پھول ہوتی ہے چھوڑی نہیں جاتی

---افنان محمود۔رکن سٹی

لا سے ابتداء کی خدا نے انتہا
اے محمد ﷺ آپ کا وسیلہ میرے کام آ گیا

---عطاء اللہ شاد۔جڑانوالہ

اس کی یادوں نے شام تنہائی میں اس طرح گھیر مجھ کو
راستے تو پہلے بھی ویران تھے اب اندھیرے بھی ہیں

---رئیس ارشد۔[illegible]

www.booksfree.net
www.urdutube.net
www.urdumovies.net
www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material

ں چاہے کی کرنوں سے میرے دل میں اجالا کر دو
ں کڑی دھوپ میں مجھ پر اپنی زلفوں کا سایہ کر دو
---------- سید عارف شاہ۔ جہلم

یا بات ہے جو کھوئے کھوئے سے رہتے ہو اسد
ہیں لفظ محبت سے محبت تو نہیں کر بیٹھے
---------- اسد اشرف۔ گوجرہ فیصل آباد

کہتا ہے میں تیرے جسم کا سایہ ہوں ایس
ں لیے شاید اندھیروں میں ساتھ چھوڑ گیا
---------- رئیس ساجد۔ خان بیلہ

د چادر میں چھپا کر شب بھر جاگتی رہتی ہے
کس کو یاد کرتی ہے سخت نیند کا بہانہ کر کے
---------- رابعہ ارشد۔ ڈھوک سہارن

وں کی چاہتوں نے دیئے اس قدر فریب
ٹ کر روتے رہے ہر اجنبی کے ساتھ
---------- رابعہ ارشد۔ ڈھوک سہارن

ئی گلہ نہیں تیرے بدل جانے کا
ڑے پنچھی کو تو پرندے بھی چھوڑ دیتے ہیں
---------- رابعہ ارشد۔ ڈھوک سہارن

ری پلکوں کا اے نیند سے کوئی تعلق نہیں رہا
کسی اور کا ہے اسی سوچ میں رات گزر جاتی ہے
---------- رابعہ ارشد۔ ڈھوک سہارن

، کو خبر ہوئی نہ زمانہ سمجھ سکا
ا چپکے چپکے تجھ پر فنا ہو مر گئے
---------- محمد اسحاق انجم۔ کنگن پور

ھی نہ ٹوٹنے والا حصار بن جاؤں گا
میری ذات میں رہنے کا فیصلہ تو کرے
---------- محمد اسحاق انجم۔ کنگن پور

ارے ساتھ رہنا بھی مشکل ہے بہت
بن تمہارے بھی ہم رہ نہیں پاتے
---------- محمد اسحاق انجم۔ کنگن پور

ے کہہ دوں کہ مجھے چھوڑ دیا ہے اس نے
، تو سچ ہے مگر بات ہے رسوائی کی
---------- محمد اسحاق انجم۔ کنگن پور

یاد آتے ہو تو کچھ بھی کرنے نہیں دیتے
اچھے لوگوں کی یہ ہی بات بری لگتی ہے
---------- عدنان عاشق پریم۔ گوجر خان

رات پوری جاگ کر گزار دوں تیری خاطر دوست
اک بار تو کہہ کر دیکھ مجھے تیرے بنا نیند نہیں آتی
---------- عدنان عاشق پریم۔ گوجر خان

مت ہو اتنا مخلص کسی کے لیے اس دنیا میں اے پریم
کسی کیلئے جان بھی گنوا دو تو کہتے ہیں زندگی ہی اتنی تھی
---------- عدنان عاشق پریم۔ گوجر خان

زندگی کا یہ رنگ بھی کتنا عجیب ہے
برباد جتنا کیا ہمیں غیر بھی اتنا ہے
---------- بابر علی سحر۔ سمندری

نجانے کس رہزن صنم کی تلاش میں تھا وہ
کل شب لوٹ لیا جو قافلہ رہبروں نے
---------- بابر علی سحر۔ سمندری

مجھ سے شکوہ تو کوئی نہ ہوا لیکن ابھی ابھی
عمر بھر نبھا نہیں گی اسے کچھ یادیں ایسی چھوڑ آیا ہوں
---------- بابر علی سحر۔ سمندری

اس کو بیوفا کہہ کر اپنی ہی نظروں سے گر جاتے ہیں ہم
وہ پیار بھی اپنا تھا وہ پسند بھی ہماری اپنی تھی
---------- پروفیسر شاہد علی شام۔ چیچہ وطنی

ہمیں حسرت تو بہت تھی تجھے پانے کی سحر
بس ایک محبت ہی تھی ظالم جو برباد کر گئی
---------- بابر علی سحر۔ سمندری

پھولوں پہ سونے والے کانٹوں پر سو رہے ہیں
خاموش رہنے والے بدنام ہو رہے ہیں
---------- محمد رضوان۔ کالا نوالہ

تمہارا ہاتھ میرے ہاتھ سے یوں چھوٹ جانے کا
اگر مجھ کو خبر ہوتی اسے زنجیر کر لیتے
---------- عدیل ارشد عادی۔ بھلوال

وہ بھی ایک دن بنا دیکھے گزر جائیگا

www.pdfbooksfree.pk
www.booktube.net
www.urdutube.net
www.urdumovies.net

کچھ سوچ کر ہم بھی اسے آواز نہ دیں گے
---عبدالسنان۔اٹک
کبھی نہ کبھی وہ میرے بارے میں سوچے گا تو روئے گا
کہ کوئی خون کا رشتہ بھی نہ تھا پھر بھی وفا کرتا رہا
---رئیس ساجد کاوش۔خان بیلہ
کسی کو ہے جنت کی چاہ تو کوئی ہے دل کے غموں سے
پریشان
ضرورت سجدہ کرواتی ہے عبادت کون کرتا ہے
---محمد سجاد زین۔کوٹ ادو
لٹکائے ہوئے رکھا ہے سولی پہ مجھ کو
اس عشق سے بڑا کوئی جلاد نہیں دیکھا
---افضال عباسی۔راولپنڈی
وفا وہ کھیل نہیں جو چھوٹے دل والے کھیلیں
روح تک کانپ جاتی ہے خفا جب یار ہوتا ہے
---افضال عباسی۔راولپنڈی
گلے سے لپٹے ہیں بجلی کے ڈر سے
میرے مولا یہ گھٹا دو دن تو برسے
---غلام نبی نوری۔کھڈیاں خاص
آؤ اک سجدہ کریں عالم مدہوشی میں
لوگ کہتے ہیں کہ ساغر کو خدا یاد نہیں
---عامر امتیاز نازی۔سمٹ
دل گمراہ کو اے کاش یہ پتا چل گیا ہوتا
محبت دل لگی نہیں تب تک جب تک ہو نہیں جاتی
---اسد شہزاد۔گوجرہ
لفظوں کو زنجیر میں پروانا بہت مشکل ہے اگر
ہم نے زمانے سے یہ ہنر بھی سیکھ لیا ہے
---محمد زبیر واصف۔واہ کینٹ
چہرے اجنبی ہو بھی جائیں تو کوئی بات نہیں ہمدم
رویے اجنبی ہو جائیں تو بہت تکلیف ہوتی ہے
---عمر دراز آکاش۔جڑانوالہ
معصوم نظر بھولا مکھڑا چہرے پہ تبسم شوخ ادا
تو ہی بتا یہ عالم ہے وہ حسین کیا ہو گا
---مسز زبیر صائم۔چوک اعظم
رات بھر کمرے کا دروازہ اور کھڑکی کھلی رہی
ہوا ان کے آنے کا سندیسہ دیتی رہی
---بشیر احمد بھٹی۔بہاولپور
صرف چہرے کی اداسی سے بھر آئے آنکھوں میں آنسو
دل کا عالم تو ابھی اس نے دیکھا ہی نہیں
---اشتیاق احمد۔ارزانی پور
چلو ڈھونڈتا ہوں کوئی ایسی وجہ کہ دل بہل جائے
تم بن اگر پھر بھی نہ سنبھل پائے تو کیا لوٹ آؤ گے تم
---اسد شہزاد۔گوجرہ
بے نشان منزلوں کے سفر پر نکلو گے تو جانو گے
دلوں کے مسافر رات کو سونا کیوں بھول جاتے ہیں
---ابرار احمد۔گگو منڈی
جب جب اسے سوچا ہے دل تھام لیا میں نے
انسان کے ہاتھوں سے انسان پہ کیا گزری
---آر نیازی۔گوجرہ
جب لیتی ہوں تیرا نام تو الجھ جاتی ہوں سانسوں سے
سمجھ نہیں آتی زندگی سانسوں سے ہے یا تیرے نام
سے
---مسز زبیر صائم۔چوک اعظم
بہت عزیز ہیں آنکھیں میری اسے لیکن
وہ جاتے جاتے انہیں کر گیا ہے پرنم
---محمد اسحاق انجم۔کنگن پور
شام ہوتی ہے چراغ بجھا دیتا ہوں
دل ہی کافی ہے تیری یاد میں جلنے کے لیے
---محمد اسحاق انجم۔کنگن پور
کاش کے اب کے برس میں کامیاب ہو جاؤں
تجھ کو پانے میں یا تجھ کو کھونے میں
---محمد اسحاق انجم۔کنگن پور
کہو ان کالی گھٹاؤں سے جھوم کر برسیں
کسی کے شانوں پر زلف حسین بکھرتی ہے
---محمد اسحاق انجم۔کنگن پور

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material
www.bookstube.net
www.urdutube.net
www.urdumovies.net

روز رہتے ہوئے وہ کہتی ہے زندگی مجھ سے
صرف اک شخص کی خاطر مجھے برباد نہ کر
---------لقمان حسن۔ڈیرہ اسماعیل خان
الجھا رہی ہے مجھ کو یہی کشمکش مسلسل
وہ آبسا ہے مجھ میں یا میں اس میں کھو گیا
---------لقمان حسن۔ڈیرہ اسماعیل خان
کفن کی گرہ کھول کے میرا دیدار تو کرلو
بند ہوگئیں وہ آنکھیں جن کو تم رولایا کرتی تھی
---------لقمان حسن۔ڈیرہ اسماعیل خان
مثل شیشہ ہیں ہمیں تھام کے رکھنا ایسں
ہم تیرے ہاتھ سے چھوٹے تو بکھر جائیں گے
---------ساجد انصاری۔جلالپور بھٹیاں
ہم تو پھول کی ان پتیوں کی طرح ہیں ایس
جنہیں خوشی کی خاطر لوگ قدموں میں بچھا لیتے ہیں
---------ساجد انصاری۔جلالپور بھٹیاں
سوکھے پتوں کی طرح بکھرے ہیں ہم تو ایس
کس نے سمیٹا بھی تو جلانے کیلئے
---------ساجد انصاری۔جلالپور بھٹیاں
عارف رفتہ رفتہ تیری آنکھ جس سے لڑی ہے
جس سے لڑی ہے وہ دور رہتی ہے
---------سید عارف شاہ۔جہلم
ٹوٹی قبر پر بال بکھیرے جب روئی مہ جبین روتی ہے
اکثر مجھے خیال آتا ہے موت کتنی حسین ہوتی ہے
---------سید عارف شاہ۔جہلم
فکر معاش ۔ماتم جاناں اور غم دل
آج سب سے معذرت کہ موسم حسین ہے
---------محمد وقاص احمد حیدری۔سہگل آباد
دل کا روگ تھا نہ یادیں تھیں نہ ہی یہ سحر تھا
تیرے پیار سے پہلے نیندیں بڑی کمال کی تھیں
---------محمد وقاص احمد حیدری۔سہگل آباد
عطر کی شیشی گلاب کا پھول
بنت کا شہزادہ خدا کا رسول ﷺ
---------افنان محمود۔رکن
تاروں میں چمک پھلوں میں رنگت نہ رہے گی
ارے کچھ بھی نہ رہے اگر محمد ﷺ کا میلاد نہ رہے گا
---------افنان محمود۔رکن
ادھر آ ستم گر ہنر آزمائیں
تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں
---------محمد علی چھترو۔آزاد کشمیر
آج کیوں کوئی شکوہ یا شکایت نہیں مجھ سے
تیرے پاس تو لفظوں کی جاگیر ہوا کرتی تھی
---------محمد علی چھترو۔آزاد کشمیر
کن لفظوں میں بیان کروں اپنے دل درد کو علی
سننے والے تو بہت ہیں سمجھنے والا کوئی نہیں
---------محمد علی چھترو۔آزاد کشمیر
ہم جیسے برباد دلوں کا جینا کیا مرنا کیا
آج تیرے دل سے نکلے ہیں کل دنیا سے نکل جائیں
---------محمد علی چھترو۔آزاد کشمیر
یہ شرط محبت بھی عجیب ہے دوستی
میں پورا اتروں تو وہ معیار بدل دیتے ہیں
---------وقاص اینڈ شہزاد۔گوجرہ
آنکھوں میں حیا ہو تو پردہ دل کا ہی کافی ہے راجہ
نہیں تو نقابوں سے بھی ہوتے ہیں اشارے محبت کے
---------راجہ کامران راجو۔کسووال
اجالے اپنی یادوں کے ہمارے پاس رہنے دو
نجانے کس گلی میں زندگی کی شام ہو جائے
---------رخسار احمد۔کوٹھا صوابی
کبھی نہ ٹوٹنے والا حصار بن جاؤں
تو میری ذات میں رہنے کا فیصلہ تو کر
---------شنبل خان۔کوٹھا صوابی
خوش رہنا بھی چاہوں تو رہ نہیں سکتا
کیونکہ غموں نے میرے گھر کا راستہ دیکھ لیا ہے
---------محمد عدنان۔بہاولنگر
میں کیا خود سے اسے پکاروں کہ لوٹ آ

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material
www.bookstube.net
www.urdutube.net
www.urdunovels.net

کیا اسے خبر نہیں کہ میرا دل نہیں لگتا اس کے بغیر
---نسیم۔کنگن پور

ہر روز ہم اداس ہوتے ہیں اور شام گزر جاتی ہے
اک روز شام اداس ہوگی اور ہم گزر جائیں گے
---اختر علی۔صوابی

میں نے پوجا ہے تجھے تیری عبادت کی ہے
تجھ کو چاہا ہے صنم تم سے محبت کی ہے
---عبادت علی۔ڈی آئی خان

تو اشک بن کر میری آنکھوں میں سما جا
میں آئینہ دیکھوں تو تیرا عکس بھی دیکھوں
جو نیازی رہے خواب میں آنے سے بھی خائف
آئینہ دل میں اسے موجود ہی دیکھوں
---اسد شہزاد۔گوجرہ

آنکھوں کی طرح راز ہے کھلتا بھی نہیں
وہ سیلاب بھی بن جاتا ہے دریا بھی نہیں
اس شخص کے پہلو میں سکوں کتنا ہے
جب کہ گرجائیں مندر نہیں کعبہ بھی نہیں وہ
---عائشہ رحمن۔کبیر والا

تیرے حسن کا روپ چھا گیا پھولوں کی خوشبو میں
مت چھپا اپنا چاند سا چہرہ اپنی کالی زلفوں میں
---سید عارف شاہ۔جہلم

زندگی کے حسین سفر میں انسان بدل جاتے ہیں
ساتھی دامن چھڑا کے کہیں دور نکل جاتے ہیں
---محسن عزیز حلیم۔کوٹھہ کلاں

کون کہتا ہے تیری چاہت سے بے خبر ہوں
بستر کی ہر شکن سے پوچھو کیسے گزرتی ہے رات
---محسن عزیز حلیم۔کوٹھہ کلاں

مت بہاؤ آنسو بے قدروں کیلئے
جو لوگ قدر کرتے ہیں وہ رونے نہیں دیتے
---مرزا عامر نوید۔منڈی بہاؤالدین

اسی کا شہر وہی مدعی وہ منصف
ہمیں یقین تھا قصور ہمارا ہی نکلے گا
---تنزیلہ حنیف۔ٹلہ جوگیاں

یوں تیری چاہتیں سنبھال رکھی ہیں
جیسے عیدی ہو میرے بچپن کی
---صداحسین صدا کیلا سکے

دل کی دھڑکن تو فقط ہوش کا تقاضا ہے
یہ دنیا تو سانس لینے کی اجازت نہیں دیتی
---رانا بابر علی ناز۔لاہور

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے
---پرنس عبدالرحمٰن گجر۔نین رانجھا۔

ہماری زندگی تنہائیوں کی نظر ہوگئی
تمام عمر غموں میں بسر ہوگئی
کیا دیا ہمیں اس زندگی نے
خوشیاں ملی تو دکھوں کو خبر ہوگئی
---عابدہ رانی۔گوجرانوالہ

لذت گناہ کی خاطر ہار دی جس نے جنت ہادی
میری رگوں میں بھی اس آدم کا خون ہے
---ممریز بشیر گوندل گوجرہ

اس نے سمجھا ہی نہیں نہ سمجھنا چاہا
میں چاہتا بھی کیا تھا اس سے اسکے سوا
---تنزیلہ حنیف ٹلہ جوگیاں

کسی کے چلے جانے سے کوئی مر نہیں جاتا
بس زندگی کے انداز بدل جاتے ہیں
---قمر اعجاز گوندل گوجرہ

میں سجدوں میں تیری عافیت کی دعا مانگوں گا
سنا ہے خدا بیوفاؤں کو معاف نہیں کرتا
---غلام فرید جاوید۔حجرہ شاہ مقیم

ہوتی ہوگی میرے بوسے کی طلب میں پاگل آکاش
جب بھی زلفوں میں پھول سجاتی ہوگی
---رائے اطہر مسعود آکاش

میرے وعدوں کو اس نے مذاق سمجھا
میرے پیار کو اس نے جذبات سمجھا

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material
www.urdutube.net
www.urdunovels.net

خطوط کو فناک

السلام علیکم امید ہے کہ خوفناک ڈائجسٹ کا پورا اسٹاف ہی خیریت سے ہوگا اور فروری خوفناک میں میرا پہلا لیٹر ہے یہ بھی ایک دوست کی حوصلہ افزائی سے لکھ رہا ہوں اور امید ہے کہ بندہ ناچیز کو شمارے میں جگہ ضرور ملے گی فروری کے شمارے میں سب سے پہلے۔۔۔خونی صحرا محمد ندیم عباس میوانی پتوکی وہری گڈ اچھی سٹوری تھی پڑھ کر بہت مزہ آیا مجھے تو خوابوں میں بھی شکرام دیو دکھائی دے رہا ہے۔ہاہاہا۔کہاں چلے گئے ہو ندیم میوانی جی جلدی واپس آجاؤ ورنہ اب انعم شہزدی کو کون بچائے گا انعم تلاش کر رہی ہے آپ پھولوں کے شہر سے ہو مگر پھر بھی یہ پھولوں کا گلدستہ قبول کر لیجئے۔۔۔اسپیشل تھینک امتیاز کراچی۔بس الفاظ کا کمال تھا۔۔۔کوئی چاند رکھ میری شام پر بھی خوبصورت الفاظ کا کمال تھا۔۔۔شیطان کی بیٹی عثمان غنی پشاور گڈ جا رہی ہے اس طرح ہی لکھتے جائیں باقی سٹوریاں بھی پسند آئیں مگر اس بار خطوط غائب تھے پلیز پلیز خطوط ضرور شائع کیا کریں سارا مزا ہی تو خطوط کی محفل میں ہوتا ہے جیسا کہ اگلے شمارے میں میرا خط بھی مزہ دے رہا ہوگا انشاءاللہ قارئین مجھے ویلکم کرنا مت بھولیئے گا کیونکہ میں اب خوفناک میں اپنے قدم جما رہا ہوں اور بہت جلد ایک سٹوری کے کر حاضر خدمت ہوں گا میں نے لکھنا شروع کر دیا ہے اللہ تعالیٰ خوفناک کو دن دگنی رات چوگنی ترقی دے آمین۔

محمد انس بن فخر راولپنڈی

اسلام علیکم۔اس بار خوفناک آپ کے وعدے کے باوجود تیرہ فروری کو ملا بہت انتظار کرتا ہے یہ ڈائجسٹ یہ واحد ہے جس میں میں لکھ رہا ہوں جبکہ یہ رسالہ لیٹ ہو جاتا ہے تو مجھے عجیب سی بے چینی ہونے لگتی ہے آپ کی بہت مہربانی ہوگی اس کو جلدی شائع کیا کریں تاکہ اس کو پڑھ کر ہم اپنی رائے آپ تک پہنچا سکیں مجھے اس ماہنامہ سے اتنا پیار ہے کہ دل کرتا ہے ہر روز اس رسالے کے لیے کچھ نہ کچھ لکھ کر آپ تک پہنچاؤں اس کے علاوہ میں نے بہت سی کہانیاں لکھی ہیں ان میں کچھ مختصر بھی ہیں اور طویل بھی پلیز بھیا ان کو جلد از جلد شائع کریں بہت مہربانی ہوگی اس کے بعد میں نے ایک کہانی تیار کر رکھی ہے یہ اتنی بڑی تو نہیں مگر کچھ پرابلم ہوگئی ہے جس کی وجہ سے مجھے مجبوراً اس کہانی کو دو حصوں میں تقسیم کرنا پڑا ایک حصہ میں بھیج رہا ہوں اور دوسرا بھی آپ کو مل جائے گا اب بات ہو جائے کچھ رسالہ کے بارے میں سرورق اس مرتبہ جاذب تھا فہرست میں دیکھا تو دل باغ باغ ہو گیا کیونکہ خوفناک واقعات میرا پسندیدہ سلسلہ ہے جب میں چھوٹا سا تھا تو یہ سلسلہ میں بہت شوق سے پڑھتا تھا پھر نا جانے کیوں بند ہو گیا اب جب اس سلسلے کو اتنے مہینوں بعد دیکھا تو بہت خوشی ہوئی مگر غم ایک بات کا ہوا کہ خطوط غائب تھے سر سے ہی پتہ نہیں کیوں مگر تھے نہیں خطوط کی محفل میں بغیر رسالہ پھیکا پھیکا سا لگتا ہے اگر آپ کے پاس صفحے کم ہیں تو دس پندرہ اور بڑھا لیں آپ بھیا کی بہت مہربانی ہوگی اس کو شائع کر دینا اس دفعہ صرف اتنا ہی کافی ہے اجازت دیں اللہ حافظ۔

تنظیم عباس ڈوگر کسووال

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material

اسلام علیکم بھائی جان صدا خوش رہو آباد رہو آمین ابھی ابھی ماہ جنوری کا خوفناک ملا ہے پڑھا تو چند دنوں میں ہی رسالہ پورے کا پورا پڑھ لیا اس کی ایک وجہ ہے کہ جب میں یہ رسالہ پڑھنا شروع کرتا ہوں تو دل کرتا ہے کہ اس کو پڑھتا ہی چلا جاؤں ایک کہانی کے بعد دوسری کہانی اس میں اس قدر کھو جاتا ہوں کہ پھر وقت گزرنے کا پتہ ہی نہیں چلتا اتنا پیارا رسالہ ہے کہ اس کی کیا تعریف کروں اس رسالے کو پڑھتے پڑھتے ہی مجھے لکھنے کا جنون پیدا ہوا تھا اور میں نے لکھنا شروع کر دیا تھا اور میں نے کچھ کہانیاں بھی لکھ کر بھیجی ہیں ان کی باری لے آئیں آپ کی مہربانی ہوگی مجھے پوری امید ہے کہ آپ ضرور ان کو شائع کریں گے۔

محمد حامد سرور۔ خانیوال

اسلام علیکم ریاض بھائی کیا حال ہے امید ہے کہ آپ کے مزاج گرامی ٹھیک ہی ہوں گے فروری کے شمارے کے لیے کافی انتظار کیا ایک دفعہ تو بالکل ہی مایوس ہو گئے تھے لیکن پھر کرشمہ قدرت اور دھڑکتے دل کے ساتھ فہرست دیکھی تو اس دفعہ بھی کہانی نہ پا کر سخت مایوسی ہوئی انکل جی پلیز اب تو ہمارا نمبر لگا دیں کہیں اس کے انتظار میں ہم غلط نہ کر بیٹھیں اب نیورائٹرز کو بھی آگے بڑھنے کا موقع دیں تو جی اب بات ہو جائے اس ماہ کے خوفناک میں شامل کہانیوں کی تو جناب سب سے پہلے افرانز کی سٹوری پڑھی اس کے بعد اپنے پیارے بھائی ندیم عباس میواتی کی کاوش خونی صحرا پڑھی زبردست تھی اس کہانی میں محبت اور ہیپلو بیک وقت میں پڑھنے کو ملے ہیں ویلڈن بھائی چھا گئے ہیں آپ اس طرح مزید کہانیاں لکھتے رہیں اس کے علاوہ شکیل احمد کی تیرے عشق نے بھی کافی متاثر کیا آسیبی بلی کے رائٹرز کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں ان کی کہانی کی تعریف سورج کو چراغ دیکھانا ہوگا ان کا اس ڈائجسٹ میں آنا خوش آئین بات ہے باقی مختصر کہانیوں میں کنویں کے بونے وفادار کتا اچھی کہانی تھی اس دفعہ کہانیوں کا سائل چار پانچ سال پرانا تھا اور عجیب بھی ایک بات اور میں ندیم عباس میواتی نادر شاہ۔ مصباح کریم میواتی وغیرہ کے گروپ میں جو کہ شاہین گروپ کے نام سے مشہور ہے شامل ہونا چاہتا ہوں وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کے گروپ کے تمام اصول وضوابط پر عمل کروں گا امید ہے کہ مایوس نہیں ہوں گا میں آپ سے سچی اور بے عیب دوستی کرنا چاہتا ہوں انکل پلیز ہماری کہانی کو بھی جگہ دیں امید کرتا ہوں آپ اسے ضرور جگہ دیں گے آخر میں ابوذر غفاری ابوطلحہ عبداللہ۔ اور پروفیسر محمد اختر علی بلوچ برادرز کو سلام دعا ہے کہ رسالہ مزید ترقی کرے آمین اور سب خوش رہیے اپنے زندگی میں اللہ حافظ۔

ابو ہریرہ بلوچ بہاولنگر

اسلام علیکم۔ فروری کا شمارہ دس فروری کو ملا اور ملا بھی مغرب کے بعد اس کے آنے سے خوشی میں نے جلدی جلدی کام سمیٹنے کی کوشش کی جس پر ماما سے ڈانٹ بھی پڑی مگر پرواہ نہیں کی کیونکہ میری من پسند کی سٹوری جو آچکی تھی خیر رات دس بجے جا کر فارغ ہوئی جلدی سے اپنے کمرے میں جا کھسی شمارہ نکالا جلدی سے سرفہرست دیکھی تو میری مطلوبہ سٹوری صفحہ چودہ پر خونی صحرا کے نام سے چمک رہی تھی جو کہ میرے پیارے بھیا ندیم عباس میواتی کی تھی خوفناک سنگرام نے تو میری جان ہی نکال دی اتنا ہیبت ناک چہرہ اف اللہ میں تو کمبل میں گھس گئی کچھ دیر بعد حوصلہ ہوا پھر سٹوری پڑھنا شروع کی تو گلی کے نکڑ پر ریشمی بالوں والی گلاب کی پنکھڑیوں جیسے ہونٹوں والی ایک حسینہ نظر آئی میں تو حسینہ کو دیکھ کر حیران رہ گئی کیونکہ وہ تو میری آپی انعم شہزادی نکلی واہ آپی واہ بڑی ترقی کر لی ہے واقعی آپ پرستان کی شہزادی لگ رہی تھی مغرور مت ہونا میرے بھیا بھی کسی شہزادے سے کم نہیں ہیں میرے بھیا سے سنگرام جیسے دیو بھی مات کھا جاتے ہیں او شہزادی ڈرو مت تمہیں نہیں شیطان کے قدموں میں ذبح

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material
www.pdfbooksfree.net
www.urdumovies.net

ہونے دیتا آرہا ہے میرا بھائی۔لو آگیا۔ارے بھیا بھا گو بھا گو ورنہ مندر میں دب جاؤ گے شکر ہے نکل آئے تو اب صاف پانی سے نہالو ورنہ فلک کو بھی رنگین پانی کی حسرت ہوگی چلو گھر چلو آنٹی بہت پریشان ہے لو جی ابھی تک لوگوں کا ہجوم لگا ہوا ہے چلو اپنے اپنے گھر آگئی انعم جی ہو خود غرض انعم میرے بھیا کو چھوڑ کر بھاگ کر مما کے پاس چلی آئی لو اب سزا کرتی پھرو میرے بھیا کو تلاش وہ جی واہ مزا آگیا میں سونے لگی ہوں ساڑھے گیارہ ہو چکے ہیں اگر بھیا ملے تو مجھے رابطہ کر لینا قارئین میرا پہلا خط ہے ویلکم کرنا مت بھولیئے گا بالخصوص بھائی ندیم میواتی۔انعم شہزادی مصباح کریم۔بھائی نادر شاہ اینڈ راشدہ فلک صاحبہ اگلے ماہ تک رب رکھا۔

---ایمان فاطمہ منڈی بہاؤالدین

اسلام وعلیکم میں خیریت سے ہوں امید ہے کہ آپ بھی خیریت سے ہوں گے میں خوفناک کا کافی عرصے سے خاموش قاری ہوں لیکن اب خاموشی توڑ رہا ہوں میرا یہ کسی بھی شمارے میں پہلا خط ہے ماہ فروری کا خوفناک پڑھا لیکن اس شمارے میں خطوط کو نہ پا کر دکھ ہوا پلیز خط ضرور شائع کیا کریں سٹوریز میں سب سے پہلے بھائی ندیم عباس کی خونی صحرا اچھی لگی ہے جا کتی آنکھوں سے یہ لگتا ہے کہ سنگرام دیو بھاگا آرہا ہے اور کہہ رہا ہو کہاں [illegible] میواتی میں اس کو چھوڑوں گا نہیں پایا۔اس کے علاوہ شیطان کی بیٹی بہت اچھی جا رہی ہے لیکن موتی کی کہانی شائع ہوئی ہے اس کا باقی حصہ بھی پتا نہیں کہاں چلا گیا ہے اگر اس کا بقیہ حصہ ہے تو ضرور شائع کریں پھر اب قرنش طاہر خالق آسیبی بی امتیاز احمد کراچی ابھی تحریریں تھیں آپ نے خطوط کے جواب دینا شروع کر دیئے ہیں ضرور یہ ضرور جاری رکھیے گا اس کے علاوہ شعر بھیج رہا ہوں پلیز ضرور شائع کرنا۔

---محمد بلال کمبر ساہیوال

اسلام علیکم۔فروری کا شمارہ اپنی تمام تر خوفناکیوں کے ساتھ میرے سامنے ہے میں اسے پڑھنے میں مصروف ہوں خط زیادہ لمبا لکھنے سے گریز کروں گا کیونکہ میں بیاکھاری ہوں خط میں غلطیاں ہو سکتی ہیں اور اگر ہوں گی تو میرے لیٹر کو بزم خطوط میں جگہ ہی نہیں ملے گی خیر وہ تو بعد کی بات ہے پہلے میں اپنے پسندیدہ رائٹرز کے نام تو لے لوں ان کے نام ہیں۔آپی قم قم نشاد۔اور آپی ساحل دعا بخاری۔یہ دونوں رائٹرز میری پسند کی ہیں اور ان کے پسندیدہ ہونے کی وجہ ان اشعار میں جو یہ کہانی میں لکھتی ہیں آپی قم قم نشاد اور آپی ساحل دعا آپ سے گزارش ہے کہ میری کہانیوں [illegible] کیا کریں باقی ریاض انکل تو میرے ہمسائے ہیں ایک محلے میں ہی وہ رہتے ہیں تو دوسرے محلے میں ہیں خوفناک کے تمام رائٹرز جو اس مرتبہ اپنی کہانیوں کے ساتھ موجود ہیں ان کو میری طرف سے مبارک باد قبول ہو کیونکہ تمام کہانیاں اچھی تھیں اور بچ تمنا آپ کو ایک دوست کی اشد ضرورت ہے تو دوسری طرف سخت محنت کی بھی اشد ضرورت ہے خط زیادہ لمبا ہوتا جا رہا ہے امید ہے کہ شائع ضرور ہوگا اب تمام دوستوں اور بزم خط سے ایک مہینے کے لیے رخصت چاہوں گا۔

---اے ایم وقاص احمد گجر پورہ لاہور

اسلام علیکم۔مارچ کا شمارہ ملا خوبصورت ٹائٹل کے ساتھ ہاتھوں کی زینت بڑھا رہا ہے فروری کے شمارے میں میری سٹوری خونی چہرا جن دوستوں نے پسند کی اور میری حوصلہ افزائی کی میں ان کا انتہائی مشکور ہوں بالخصوص۔۔۔بھائی خالد شیطان بہت بہت شکریہ مگر آپ کی سٹوری بھید کیوں شائع نہیں ہو رہی ہے آخر کیا وجہ ہے میں بہت شوق [illegible] ہوں پلیز جو بھی وجہ ہے ضرور بتایئے۔۔۔آر کے ریحان شکریہ جی آپ کی سٹوری بہت ہی خوبصورت انداز میں منزل کی طرف بڑھ رہی ہے لکھتے رہنا یار۔۔وارث آصف شکریہ سبز موت گڈ

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material

سٹوری تھی۔۔۔ مصباح کریم میواتی جی شکریہ آپ ہماری خطوط کی محفل کی جان ہو پلیز لوٹ آؤ۔۔۔ انعم شہزادی اینڈ آپی ماہ نور اب تو خوش ہو اچھا جی کو انکل جاج کے پاس بھیجتے رہنا اور آپ بھی اپنے وعدے پورے کریں۔۔۔ ابو ہریرہ بلوچ شکریہ میں آپ کی سٹوری کا انتظار کر رہا ہوں۔۔۔ لعل آپی اقرا اینڈ راشدہ بورے والا آپ کی بے چینی دیکھ کر مزہ آ گیا۔۔۔ میرے جانی نادر شاہ۔۔۔ طاہر عباس۔۔۔ ایم ظفر بہت بہت شکریہ۔۔۔ میری سویٹی سی آپی ایم فاطمہ منڈی بہاؤالدین دل کی اتھاہ گہرائیوں سے سلام سٹوری پسند کرنے پر شکریہ آپ اپنا عدہ پورا کریں آپ لکھو یہ رسالہ آپ کا اپنا ہے ضرور حوصلہ افزائی ہو گی۔۔۔ محمد عثمان غنی اینڈ سید ہمراز احمد کراچی اچھا تبصرہ تھا۔۔۔ تنظیم ڈوگر مختصر مگر پیاری اچھی تھیں گڈ لکھتے رہیں۔۔۔ سونیا اینڈ ابرار گگو منڈی ویلکم ان خطوط کی محفل۔اب ہر ماہ حاضر رہنا ہے لہو معاویہ عنبر وٹو اب ہو گی حوصلہ افزائی گڈ سٹوری تھی اب لکھتے رہنا میری سب سے پیاری آپی سلمیٰ کریم میواتی پتوکی بہت بہت شکریہ میری حوصلہ افزائی کرنے کا اور سٹوری کو پسند کیا آپی جان میں آپ کے بھتیجے نعمان حنیف کی برتھ ڈے پر ضرور آؤں گا بشرطیکہ اس ان میرا پیپر نہ ہو ورنہ معذرت چاہوں گا بچی۔کوئی دن ایسا نہ ہو گا جس دن میں نے آپ کو اور آپ کی فیملی کی باتیں نہ ہوئی ہوں بہت مس کرتے ہیں یقیناً آپ بھی مس کرتی ہوں گی فاروق کمانڈو پتوکی بہت شکریہ جی میری تمام پرانے لکھاریوں سے گزارش ہے کہ پلیز لوٹ آئیں خوفناک کی محفل ان کی راہیں تک رہی ہے۔

محمد ندیم میواتی پتوکی

میری طرف سے خوفناک کی تمام ٹیم کو سلام میں نئی رائٹر ہوں کالے جادو کا جنون میری دوسری کہانی ہے صرور بتایئے گا کیسی لگی۔ ہے آپ کو خوفناں سایہ افرانا کی کہانی اچھی تھی اور خونی صحرا ندیم عباس میواتی پتوکی کی پڑھ کر اچھا لگا مصور عابد سعید آپ کی کہانی ایک دم الگ تھی ہے اچھی تھی خوفناک حقیقت سید رضا آپ کی کہانی بہت مزے کی تھی پڑھ کر بہت اچھا لگا سونے کی مورتی۔علی نصیب آپ کی بھی کہانی اچھی ہے خوب۔۔ ظہیر عباس آپ کی کہانی بھی اچھی تھی آسیبی بلی امتیاز احمد یہ جو آپ نے کہانی لکھی ہے یہ تقریباً سچی ہی ہے ایسا ہوتا ہے میں یقین کرتی تو نہیں لیکن جو کچھ سننے کو ملتا ہے ماننا پڑتا ہے بے گناہ غلام بی ساغر اولے ہوئے کیا سٹوری ہے میں یہ سٹوری پڑھ رہی تھی اور اس میں ایسا کھو گئی کہ پاس کھڑی بہن آوازیں دے رہی تھی اور میں سن ہی نہیں رہی بہت اچھی کہانی ہے شیطان کی بیٹی عثمان غنی ہائے کیا سٹوری ہے الفاظ بھی کم ہیں آپ کی سٹوری پڑھنے سے مجھے بے چینی سے انتظار رہتا ہے ریاض انکل آپ بھی کم نہ ہوا کریں پلیز پلیز اس ماہ اپنے سٹوری ضرور لکھئے گا سوری زیادہ لکھ دیا لیکن آئندہ لکھوں گی پلیز تنظیم عباس ڈوگر آپ مجھے ضرور بتائے گا میری سٹوری کیسی ہے آپ سچ بولتے ہیں۔

کائنات عامر؛ ڈسکہ

اسلام علیکم انکل جی، آپ کیسے ہیں امید ہے کہ خیریت سے ہوں گے مارچ کا شمارہ بہت ہی لیٹ ملا لیکن شمارہ بہت زبردست تھا۔ اچھا لگا جتنی کہانیاں تھیں سب بہت خوفناک اور زبردست تھیں دل ہلا دینے والی تھیں کہانی پڑھنے کے دوران بھی ڈر لگتا ہے سب غزلیں اور نظمیں بہت زبردست تھیں اور سب غزلوں اور نظموں نے شمارے کا مزہ ہی دوبالا کر دیا ہے شاعری بھی اچھی تھی سب اشعار بھی اچھے تھے اپنا شعر دیکھ کر خوشی ہوئی اور بس شمارے میں پھول اور کلیاں کی کمی تھی باقی تمام شمارہ سپرہٹ تھا اپنے دو خط دیکھ کر خوشی انتہا دے بڑھ گئی انکل جی میں خوفناک ہر ماہ باقاعدگی سے پڑھتا ہوں یہ میرا اپنا رسالہ ہے اور اسے بہت زیادہ محبت ہے مجھے۔

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material

---خضر حیات۔ رانا شاہد محمود۔ رانا سلیم۔ حسن رضا۔ روڑھ تھل

اسلام علیکم امید کرتا ہوں کہ خوفناک کی پوری ٹیم بالکل خیریت سے ہوگی خوفناک ڈائجسٹ میں میرا پہلا خط ہے اگر میری حوصلہ افزائی ہوئی تو ضرور بضرور لکھوں گا مجھے خوفناک میں متعارف کروانے والے میرے بھائی راشد لطیف صبرے والے، جو ملتان میں رہتے ہیں ان کا بہت شکر گزار ہوں انہوں نے مجھے اتنے اچھے رسالے سے متعارف کروایا ہے اب انشاء اللہ ہر ماہ پڑھا کروں گا ماشاء اللہ خوفناک ڈائجسٹ اس میں موجود بہترین عمدہ کہانیاں غزلیں نظمیں حالیشیں بہت ہی اچھی ہیں دل کو بہت ہی اچھی لگتی ہیں اور میری دعا ہے کہ یہ ہمیشہ ایسے ہی ترقی کرتا رہے اور خدا اسے نظر بد سے بچائے آمین۔ ڈائجسٹ میں تمام رائٹرز اچھا لکھ رہے ہیں خاص کر کے انکل ریاض احمد ان کی تو کیا ہی بات ہے پڑھ کر مزہ آجاتا ہے خدا انکل ریاض صاحب کی لمبی عمر کرے آمین آخر میں تمام رائٹرز اور سٹاف کو میری طرف سے سلام پلیز انکل جان میرا خط ضرور شائع کریں میں نے دل سے لکھا ہے میری طرف سے سب سلام۔

---کنول جی تنہا غفاری؛ گگو منڈی

میری طرف سے خوفناک کے سبھی قارئین اور رائٹرز کو سلام میں کافی عرصے سے خوفناک میں خط لکھ رہا ہوں اس کی دو وجہ ہیں پہلی وجہ یہ کہ ہر علاقہ میں خط بھیجنے کا ذریعہ نہیں ہوتا صرف میں ہی نہیں بہت سے ایسے لوگ ہونگے جو خفناک کو دلچسپی سے پڑھتے ہیں مگر خط بھیجنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہوگا اس مشکل کو حل کرنے کا میں نے سبھی قارئین کے لیے آسان ذریعہ نکالا ہے میں نے اس بارے میں ریاض انکل سے بات کی ہے جو بھی ایسے قارئین ہوں جو اپنا خط خوفناک میں شائع کروانا چاہتے ہوں تو وہ اپنا خط ریاض انکل کے نمبر پر میسج کر دیا کریں جس سے آپکا خط جلد از جلد شائع ہو جائے گا اور میری بات یہ کہ خوفناک اکیلا پڑھ گیا ہے سبھی رائٹرز اس سے چلے گئے ہیں اور دوسرے ڈائجسٹوں میں لکھ رہے ہیں بری افسوس کی بات ہے کہ جو رائٹرز گئے مگر اب ایسے رائٹرز بنے جو کسی تنقید کی وجہ سے لکھنا چھوڑ چکے ہیں وہ جلد ہی سے خوفناک میں واپس آجائیں اور کچھ قارئین کا کہنا ہے کہ وارث آصف کی تنقید کی وجہ سے وہ لکھنا چھوڑ گئے ہیں مگر اس بار ہم نے آصف کو سمجھا دیا ہے وہ کسی پر تنقید نہیں کریں گے اس لیے جو قارئین میرا خط پڑھ رہے ہیں ان سے گزارش ہے کہ وہ سب واپس آجائیں اور خوفناک میں لگاتار لکھتے رہیں اس منصوبے میں میرے ساتھ خوفناک کے کچھ رائٹرز کام کر رہے ہیں جن میں فلک زاہد۔ عثمان غنی۔ کاشف عمیر۔ ندیم میوانی۔ وارث آصف۔ شکیل۔ نادر شاہ اور ہارون میرے یہ سبھی دوست انشاء اللہ خوفناک میں آپ لوگوں کے لیے بہتر سے بہتر کہانیاں لکھنے کی کوشش کریں گے اور باقی رائٹرز جو خوفناک میں لکھ رہے ہیں مگر ان کا نمبر نہیں تھا میرے پاس اس لیے ان سے رابطہ نہیں ہو سکا ان سے اپیل ہے کہ وہ بھی خوفناک میں لکھتے رہیں اور نئے رائٹرز جو خوفناک میں آنا چاہتے ہیں پلیز وہ بھی آئیں میں وعدہ کرتا ہوں خوفناک میں آپ سب کی حوصلہ افزائی ہوگی ریاض انکل میرا یہ خط ضرور پورا شائع کرنا تا کہ سب قارئین کو میری آواز پہنچ جائے اب اجازت چاہتا ہوں اس دعا کے ساتھ کہ سبھی رائٹرز اور قارئین میری باتوں پر ضرور غور کریں گے جو قارئین میری سلسلے وار کہانی ڈر کے آگے جیت ہے پسند کر رہے ہیں ان سب کا بہت بہت شکریہ اللہ حافظ

---آر؛ کے؛ ریحان۔ خان پشاور

اسلام علیکم مجھے امید ہے کہ آپ سٹاف ریڈرز اینڈ رائٹرز سب خیریت سے ہوں گے اور اپنی مہکتے ہوئے موتیوں کی مالا پرو کر خوفناک کی دنیا کو چار چاند لگا رہے ہیں سسٹرز اینڈ برادرز میں خوفناک میں کم ہی لکھتی ہوں اگر

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material

لکھنا شروع کر دیا تو کوئی جیت نہیں پائے گا یہ بات یاد رکھنا میں بہت ضدی ہوں اگر مجھے غصہ آ گیا تو میں نے کسی کو آگے نہیں جانے دوں گی مجھے غصہ بھی بہت جلدی آ جاتا ہے۔ اور پھر ایک چڑیل ہے جس کو میں ماسی کہتی ہوں اس کی کہانی لے کر آؤں گی جو کہ بچپن میں میرے ساتھ کھیلا کرتی تھی اب تو وہ بیچاری بوڑھی ہو گئی ہو گی یہ ایک حقیقت ہے اور اگر وہ آ گئی تو میں سب سے آگے ہی جاؤں گی میں اس کو چڑیل نہیں کہتی ماسی کہتی ہوں کیونکہ وہ ہمارے گھروں میں ہی رہتی ہے اور سب کی حفاظت کرتی ہے خیر یہ تو اپنی باتیں ہیں خط لمبا ہوتا جا رہا ہے باقی سب تحریریں اچھی ہیں میرے شہر کے بھائی ندیم کی کہانی پڑھی بہت اچھی لگی ویلڈن بھائی جی اور مصباح آج کل لگتا ہے کسی اچھی چڑیل کے چکروں میں ہے کہیں کسی کے ہتھے تو نہیں چڑھ گئی ڈھونڈ واس کو کہیں کسی چڑیل کی کہانی بناتے بناتے وہ خود ہی بھیس بدل لے پلیز مصباح جی ایسا مت کرنا آجاؤ اب کچھ باقی کہانیاں بھی پڑھی ہیں اور ان کی تعریف ہی مناسب سمجھتی ہوں کیونکہ آج کل لوگوں کے دماغ موسم بہاراں میں بھی فریش کم اور خراب زیادہ ہیں جن کی کہانی کی تنقید کروا اس کو تڑکا لگتا ہے اور وہ رسالہ ہی چھوڑ دیتا ہے حالانکہ اس کو خوش ہونا چاہئے کہ شکر یہ میری کہانی پر کسی نے تنقید بھی کی ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ کوشش کرے کہ اچھا لکھ سکے مگر نہیں الٹا ہی ہو جاتا ہے خیر رائٹرز حضرات کو ایسا نہیں کرنا چاہئے اگر اس نے کہانی لکھی ہے تو اگر اس کی تعریف دس لوگوں نے کی ہے تو بیس لوگ اس کی تنقید بھی کریں گے وہ تعریف سن کو خوش ہوتا ہے مگر تنقید سن کر بھی برداشت کیوں نہیں کرتے خیر اگر کچھ بننا چاہتے ہو تو سب کچھ برداشت کرو۔ پہلے پہل میری کہانیوں پر بہت تنقید ہوتی تھی مجھے بھی غصہ آتا تھا مگر میں نے نہ تو رسالہ چھوڑا ہے اور نہ ہی لکھنا چھوڑا بھائی مظفر شاہ نے میری کہانیوں پر بہت تنقید تھی مگر میں ہمت نہیں ہاری لکھتی ہی گئی اب وہ ہی بھائی مظفر شاہ ہیں کہ میری کہانیوں کی تعریف کرتے ہیں تو قارئین کوئی اگر کسی کہ تحریروں میں سے کوئی کمی بیشی بتا دے تو غصہ مت کرو اپنے دلبر رسالے کو مت چھوڑ دیجئے گا میں پھر اسی رسالے نے ہی تمہیں پناہ دینی ہے۔۔ خیر دعا بخاری کہاں چلی گئی ہے وہ نظر نہیں آتی اور ریاض احمد سے ریکویسٹ ہے کہ اپنی کہانی تلاش عشق کی قسط ہمیں پڑھنے کو دیں ہم وعدہ کرتے ہیں پڑھ کر واپس کر دیں گے نہیں رکھتے اگر آپ کو ڈر ہے تو اور ہمارے تمام لیٹرز کے جواب ضرور دیا کریں مہربانی ورنہ میں بھی مصباح کریم کے دھڑنے میں شامل ہو جاؤں گی افراز آزاد کشمیر سے ایک رائٹر ابھری ہیں لیکن ان کو ابھی بہت محنت کی ضرورت ہے امید ہے کہ وہ اپنی کہانیوں میں ڈرخوف ڈالیں گی اور ایسا کچھ لکھیں گی جو قارئین چاہتے ہیں ان کے لکھنے کا انداز عام سا تھا میں یہ ہی محسوس کر سکی ہوں کہ ان کو ابھی بہت ہی زیادہ محنت کرنا ہو گی تب جا کر ان کو خوفناک اور جواب عرض میں ایک مقام ملے گا۔ میں حیران ہوں کہ جواب عرض اور خوفناک ڈائجسٹ میں اس کی کہانیوں کے نمبر شائع ہو گئے ہیں حیرت کی بات ہے حالانکہ کہانیاں اس قابل نہیں تھیں کہ ان کے نام کے نمبر شائع کئے جاتے۔ بحر حال یہ تو ادارہ کی مرضی ہوتی ہے کہ وہ کیا کرتے لیکن پھر بھی کہانی اچھی ہو تو اس کے نام کا نمبر شائع ہونا چاہیے یہ میری اپنی سوچ تھی جو میں نے لکھ دی ہے۔ باقی آخر میں سب قارئین خوفناک کو سلام اور ہزاروں دعاؤں کے ساتھ اگلے منتھ تک اجازت دیں اللہ حافظ۔

کشور کرن پتوکی

اسلام علیکم۔ کہا گیا ہے چچا خوفناک ڈائجسٹ۔ نہیں ہے بیٹا دو تین دن بعد آئے گا یہ الفاظ جو میں یکم مارچ سے سنتا آ رہا تھا آخر کار رسولہ مارچ کو ڈائجسٹ مل ہی گیا اتنا انتظار کرنا پڑتا ہے اسی وجہ سے مجھے ایک کہانی یاد آ گئی جس کا نام تھا تیرے انتظار میں۔ ایسا ہی حال میرا بھی تھا ٹائم ایک منٹ کا بھی نہیں مصروف ہی اتنا ہوں اور اوپر

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material
www.pdfbooksfree.net
www.urdutube.net
www.urdumovies.net

سے الیزام کا بھی بوجھ بہت مشکل ہو جاتا ہے لکھنا مگر پھر بھی میں کچھ نہ کچھ لکھ رہا ہوں اب اگر آپ شائع نہ کریں تو یہ زیادتی ہے ہمارے ساتھ رسالہ نظروں کے سامنے خوفناک سرورق لڑکی کے سر پر کیپ بھی آنکھ بھی منہ سر نکالے ہوئے سبز موتی نمبر اندر گئے تو سب سے پہلے اسلامی صفحہ پڑھا خلیل احمد ملک اور عافیہ گوندل نے خوب لکھا کہانیوں میں سب سے پہلے سنسنی خیز سسپنس سے بھرپور آخری حصہ جناب عثمان غنی کی تحریر شیطان کی بیٹی پڑھی کافی مزہ دیا سر دلہوا ایک اچھی کہانی تھی سبز موتی یہ بھی مزے کی تھی مہرانی کا انتظار رہے گا ڈر کے آگے جیت قسط پانچ آرائے ریحان خان ہر قسط خوفناک اور سسپنس سے بھرپور یہ کہانی روں دواں ہے اس کے علاوہ اور کچھ نہ پڑھ سکا ایک اور کہانی بھیج رہا ہوں اسے جلد شائع کر دینا مہربانی ہوگی ایک اور بات آپ خط کو پورا شائع کیا کریں میری کہانیاں شائع کرنے کا شکریہ ساحل دعا سائنڈ قادری سسٹرز اور ریاض احمد کی سنوریوں کا انتظار رہے گا سید ہمراز کی نصیحت مجھے یاد رہے گی اور کوشش کروں گا کہ کہانی کا اینڈ اچھا کروں اور مزیدار کروں عظیم لوگوں کی روشن باتیں بھی شائع کیا کریں آخر میں میری دعا ہے کہ یہ رسالہ اتنی ترقی کرتے کہ آسمان پر ستارہ بن کر چمکے آمین۔

تنظیم عباس۔ کسووال

اسلام علیکم۔ فروری کا شمارہ اپنی تمام تر خوفناکیوں کے ساتھ میرے سامنے ہے میں اسے پڑھنے میں مصروف ہوں خط زیادہ لمبا لکھنے سے گریز کروں گا کیونکہ میں نیا لکھاری ہوں خط میں غلطیاں ہو سکتی ہیں اور اگر ہوں گی تو میرے لیٹر کو بزم خطوط میں جگہ ہی نہیں ملے گی خیر وہ تو بعد کی بات ہے پہلے میں اپنے پسندیدہ رائٹرز کے نام تو لے لوں ان کے نام ہیں۔ آپی قم قم نشاد۔ اور آپی ساحل دعا بخاری۔ یہ دونوں رائٹرز میری پسند کی ہیں اور ان کے پسندیدہ ہونے کی وجہ ان اشعار میں جو یہ کہانی میں لکھتی ہیں آپی قم قم نشاد اور آپی ساحل دعا آپ سے گزارش ہے کہ میری کہانیوں کی اصلاح کیا کریں باقی میں خوفناک کے تمام رائٹرز جو اس مرتبہ اپنی کہانیوں کے ساتھ موجود ہیں ان کو میری طرف سے مبارک باد قبول ہو کیونکہ تمام کہانیاں اچھی تھیں خط زیادہ لمبا ہوتا جا رہا ہے امید ہے کہ شائع ضرور ہوگا اب تمام دوستوں اور بزم خط سے ایک مہینے کے لیے رخصت چاہوں گا۔

طالب حسین بلوچ

اسلام علیکم۔ اس بار خوفناک آپ کے وعدے کے باوجود تیرہ فروری کو ملا بہت انتظار کرتا ہے یہ ڈائجسٹ یہ واحد ہے جس میں میں لکھ رہا ہوں جبکہ یہ رسالہ لیٹ ہو جاتا ہے تو مجھے عجیب سی بے چینی ہونے لگتی ہے آپ کی بہت مہربانی ہوں اس کو جلدی شائع کیا کریں تاکہ اس کو پڑھ کر ہم اپنی رائے آپ تک پہنچا سکیں مجھے اس ماہنامہ سے اتنا پیار ہے کہ دل کرتا ہے ہر روز اس رسالے کے لیے کچھ نہ کچھ لکھ کر آپ تک پہنچاؤں اس کے علاوہ میں نے بہت سی کہانیاں لکھی ہیں ان میں کچھ مختصر بھی ہیں اور طویل بھی پلیز بھیا ان کو جلد از جلد شائع کریں بہت مہربانی ہوگی اس کے بعد میں نے ایک کہانی تیار کر رکھی ہے اب بات ہو جائے کچھ رسالہ کے بارے میں سرورق اس مرتبہ جاذب تھا فہرست میں دیکھا تو دل باغ باغ ہو گیا کیونکہ خوفناک واقعات میرا پسندیدہ سلسلہ ہے جب میں چھوٹا سا تھا تو یہ سلسلہ میں بہت شوق سے پڑھتا تھا پھر نا جانے کیوں بند ہو گیا اب جب اس سلسلے کو اتنے مہینوں بعد دیکھا تو بہت خوشی ہوئی مگر غم ایک بات کا ہوا کہ خطوط غائب تھے سرے سے ہی پتہ نہیں کیوں مگر تھے نہیں خطوط کی محفل میں بغیر رسالہ پھیکا پھیکا سا لگتا ہے اگر آپ کے پاس صفحے کم ہیں تو دس پندرہ اور بڑھا لیں آپ بھیا کی بہت مہربانی ہوگی اس کو شائع کر دینا اس دفعہ صرف اتنا ہی کافی ہے اجازت دیں اللہ حافظ۔

عبدالشکور۔ لاہور

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material

اسلام علیکم۔فروری کا شمارہ اپنی تمام تر خوفناکیوں کے ساتھ میرے سامنے ہے میں اسے پڑھنے میں مصروف ہوں خط زیادہ لمبا لکھنے سے گریز کروں گا کیونکہ میں نیا لکھاری ہوں خط میں غلطیاں ہوسکتی ہیں اور اگر ہوں گی تو میرے لیٹر کو بزم خطوط میں جگہ ہی نہیں ملے گی خیر وہ تو بعد کی بات ہے پہلے میں اپنے پسندیدہ رائٹرز کے نام تو لے لوں ان کے نام ہیں۔آپی قم قم نشاد۔اور آپی ساحل دعا بخاری۔یہ دونوں رائٹرز میری پسند کی ہیں اور ان کے پسندیدہ ہونے کی وجہ ان اشعار میں جو یہ کہانی میں لکھتی ہیں آپی قم قم نشاد اور آپی ساحل دعا آپ سے گزارش ہے کہ میری کہانیوں کی اصلاح کیا کریں باقی میں خوفناک کے تمام رائٹرز جو اس مرتبہ اپنی کہانیوں کے ساتھ موجود ہیں ان کو میری طرف سے مبارک باد قبول ہو کیونکہ تمام کہانیاں اچھی تھیں خط زیادہ لمبا ہوتا جا رہا ہے امید ہے کہ شائع ضرور ہوگا اب تمام دوستوں اور بزم خط سے ایک مہینے کے لیے رخصت چاہوں گا۔

---------- وقار وکیل لاہور ----------

اسلام علیکم امید کرتا ہوں کہ خوفناک کی پوری ٹیم بالکل خیریت سے ہوگی خوفناک ڈائجسٹ میں میرا پہلا چانس ہے اگر میری حوصلہ افزائی ہوئی تو ضرور بصر ور لکھوں گا اب انشاء اللہ ہر ماہ پڑھا کروں گا ماشاء اللہ خوفناک ڈائجسٹ اس میں موجود بہترین عمدہ کہانیاں غزلیں نظمیں حدیثیں بہت ہی اچھی ہیں دل کو بہت ہی اچھی لگتی ہیں اور میری دعا ہے کہ یہ ہمیشہ ایسے ہی ترقی کرتا رہے اور خدا اسے نظر بد سے بچائے آمین۔ڈائجسٹ میں تمام رائٹرز اچھا لکھ رہے ہیں ان کی تو کیا ہی بات ہے پڑھ کر مزہ آجاتا ہے خدا ان سب کی لمبی عمر کرے آمین آخر میں تمام رائٹرز اور سٹاف کو میری طرف سے سلام پلیز انکل جان میرا خط ضرور شائع کریں میں نے دل سے لکھا ہے میری طرف سے سب سلام۔

---------- زین ظفر پتوکی ----------

اسلام علیکم۔فروری کا شمارہ اپنی تمام تر خوفناکیوں کے ساتھ میرے سامنے ہے میں اسے پڑھنے میں مصروف ہوں خط زیادہ لمبا لکھنے سے گریز کروں گا کیونکہ میں نیا لکھاری ہوں خط میں غلطیاں ہوسکتی ہیں اور اگر ہوں گی تو میرے لیٹر کو بزم خطوط میں جگہ ہی نہیں ملے گی خیر وہ تو بعد کی بات ہے پہلے میں اپنے پسندیدہ رائٹرز کے نام تو لے لوں ان کے نام ہیں۔آپی کشور کرن۔اور آپی ساحل دعا بخاری۔یہ دونوں رائٹرز میری پسند کی ہیں اور ان کے پسندیدہ ہونے کی وجہ ان اشعار میں جو یہ کہانی میں لکھتی ہیں آپی قم قم نشاد اور آپی ساحل دعا آپ سے گزارش ہے کہ میری کہانیوں کی اصلاح کیا کریں باقی ریاض انکل تو میرے ہمسائے ہیں ایک محلے میں ہی وہ رہتے ہیں تو دوسرے محلے میں میں خوفناک کے تمام رائٹرز جو اس مرتبہ اپنی کہانیوں کے ساتھ موجود ہیں ان کو میری طرف سے مبارک باد قبول ہو کیونکہ تمام کہانیاں اچھی تھیں ارتیج تمنا آپ کو ایک دوست کی اشد ضرورت ہے تو دوسری طرف سخت محنت کی بھی اشد ضرورت ہے خط زیادہ لمبا ہوتا جا رہا ہے امید ہے کہ شائع ضرور ہوگا اب تمام دوستوں اور بزم خط سے ایک مہینے کے لیے رخصت چاہوں گا۔سفیان علی شان۔لاہور۔

مارچ کا شمارہ سرگودہا سے خریدا بہت اچھا ٹائٹل تھا سب سے پہلے اسلامی صفحہ پڑھا ایمان تازہ ہوگیا کہانیوں میں شیطان کی بیٹی عثمان غنی پشاور سرائے لہو معاویہ غنبر و تو سبز موت وارث آصف کوئی چاند رکھ میری شام پر خواجہ عاصم سرگودہا راستہ فلک زاہد لاہور دوستی کائنات عامر ڈسکہ آیت الکرسی مجید احمد جائی سب رائٹروں نے خوب محنت کی ہے میری دعا ہے کہ خوفناک دن دگنی رات ترقی کرے۔مہر اللہ کھا جوئیہ۔کبیر والا۔

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material
www.booksclub.net
www.urdutube.net
www.urdunovels.net





یہ شعر مجھے کیوں پسند ہے

یہ کوپن کاٹ کر ہمیں ارسال کریں ہم آپ کا شعر "خوفناک ڈائجسٹ" میں شائع کریں گے۔
اس کوپن میں اپنا پسندیدہ شعر لکھ کر ہمیں ارسال کریں۔ شعر معیاری ہو غیر معیاری شعر شائع نہیں کیا جائے گا۔

نام _____ شہر _____ فون نمبر _____

میرا بہترین شعر

مکمل پتہ





سندیسہ

اپنے سندیسے شائع کروانے کیلئے کوپن پُر کر کے ارسال کریں

نام _____ شہر _____

سندیسہ

www.bookstube.net
www.urdutube.net
www.urdumovies.net

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material